ازواجِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

ایمان افروز داستانیں

تالیف

عبداللہ مدنی

ازواجِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

ایمان افروز داستانیں

تالیف

عبداللہ مدنی

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— ازواجِ صحابہ کرامؓ کی ایمان افروز داستانیں

تالیف ——— عبداللہ مدنی

ناشر ——— باہتمام

مشتاق احمد ● سلمان خالد

پروف ریڈنگ ——— عبداللہ محمود

کمپوزنگ ——— حافظ سیف اللہ خالد

النفیس کمپوزنگ سنٹر

بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد۔ فون: 0307-2603021

پرنٹرز ——— اسد نیر پرنٹرز لاہور

قیمت ——— [redacted] روپے

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ۔

Marfat.com

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	16	مدینہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی	32
رسول اکرم ﷺ کی پہلی لخت جگر سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا	19	تجارتی قافلہ پر مسلمانوں کا حملہ اور ابو العاص کا نقصان	33
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت اور ابتدائی حالات	19	مال کی واپسی کے لئے ابوالعاصؓ کا حیلہ	33
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح	20	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابو العاص رضی اللہ عنہ پہ احسان	34
بعثت نبوی ﷺ کے بعد کے حالات	21	ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی قبولیت اسلام کا واقعہ	35
حضرت زینبؓ کا اپنے خاوند سے مکالمہ	22	حضرت زینبؓ کے نکاح کی تجدید اور وفات	36
حضور ﷺ سے بنو ہاشم کا بائیکاٹ اور حضرت زینبؓ کا طرز عمل	24	حضرت زینبؓ کی اولاد کا اجمالی تعارف	37
شعب سے نکلنے کے بعد	24	رسول اللہ ﷺ کی دوسری لخت جگر سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	39
مسلمانوں کا مشرکین سے انتقام اور غزوہ بدر	25	سیدہؓ کی ولادت اور ابتدائی حالات	39
ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت	26	ابولہب کے بیٹے سے نکاح	39
ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے انتقال کی افواہ	27	آپؓ کا قبول اسلام	40
ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی قید سے آزادی	28	حضرت عثمانؓ کا قبول اسلام اور حضرت رقیہؓ سے عقد کا عجیب واقعہ	40
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شوہر سے جدائی	29	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ کے اشعار	41
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مدینہ روانگی	30		
کفار کی طرف سے مشکلات کا سامنا	30		

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
خالہ کی گفتگو اور حضرت عثمان ﷜ کی پریشانی	42	حضور ﷺ کا انتقال پُر ملال	56
حضرت رقیہؓ کی حبشہ کو ہجرت	43	حضور ﷺ کے انتقال پر سیدہؓ پر کیا گزری!	56
مدینہ کی طرف ہجرت	44	حضور ﷺ کے وصال پر سیدہؓ کا مرثیہ	57
سیدہؓ کی علالت و وفات	45	سیدہؓ کی وفات	59
سیدہؓ کی اولاد	45	سیدہ کی تدفین	59
سیدہؓ کے عام حالات	46	سیدہؓ کی قبر مبارک	60
سیدہؓ کا حُسن و جمال	47	سیدہؓ کی اولاد	61
رسول اللہ ﷺ کی تیسری لختِ جگر	48	سیدہ کا حلیہ مبارک	61
سیدہ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا		سیدہؓ کا فضل و کمال	61
آپؓ کا مختصر تعارف	48	آپؓ حضور ﷺ کو محبوب تھیں	62
ولادت اور ابتدائی حالات	48	سیدہ مقدس خواتین میں سرِ فہرست	63
قبولِ اسلام	49	سیدہؓ کا زہد و عبادت	63
آپؓ کا ابولہب کے بیٹے سے نکاح اور طلاق	49	سیدہؓ کی خانگی زندگی	64
مدینہ کی طرف ہجرت	50	سیدہؓ کا فقر و فاقہ	64
سیدہؓ کا حضرت عثمان ﷜ سے نکاح	50	آپؓ حد درجہ حیادار تھیں	65
آپؓ کی رُخصتی	50	حضور ﷺ کی آپ سے محبت	66
اولاد	50	حضور ﷺ کی پھوپھی	67
سیدہؓ کی وفات	51	سیدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب	
سیدہؓ کے عام حالات	51	سیدہؓ کی سعادت	67
رسول اللہ ﷺ کی چوتھی لختِ جگر،	53	غزوہ بنو قریظہ کی قلعہ بند مجاہدہ	68
اُمّ الحسنین، زوجہ علی المرتضیٰ ﷜		حضور ﷺ کی واحد مومن پھوپھی ہونے کا اعزاز	69
حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا		زبیر جیسے شیر دل بیٹے کی تربیت میں سیدہ	70
سیدہؓ کی ولادت باسعادت	53	صفیہؓ کا کردار	
آپؓ کے القاب	53	واقعاتِ ہجرت	72
سیدنا علی المرتضیٰ ﷜ سے نکاح	54	آپؓ کی ہجرت کا احوال	73
سیدہؓ کے لئے مکان کا انتظام	55	سیدنا حمزہ ﷜ کی شہادت پر صفیہؓ کا بے	74
سیدہؓ کا جہیز	55	مثال صبر و استقلال	

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
سیدہ صفیہ شاعرہ بھی تھیں	75
حضور ﷺ کے انتقال پر آپؓ کی کیفیت	76
بنت سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ	78
سیدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا	
آپؓ کا شرف وفضائل	78
شب ہجرت کی وہ ابتلاء، جو ننھی اسماءؓ پہ گذری	79
سیدہ اسماءؓ کا حسب ونسب اور ولادت	80
ایمان لانے میں اٹھارہواں نمبر	80
سیدہ اسماءؓ کا نکاح	81
سیدہ اسماءؓ مصائب کی عینی گواہ	81
وہ "ذات النطاقین" کیوں کہلائیں؟	82
ابوبکرؓ خیر کثیر چھوڑ گئے	84
سیدہ اسماءؓ مدینہ میں	84
عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوتے ہیں	85
تنگ دستی کا عالم عجیب تھا	836
ناپ تول کر خرچ کرنے والے متوجہ ہوں	88
جب دولت کی ریل پیل ہوئی	88
طبعی فیاضی کا ماجرا	89
خاوند کے مال میں دیانت داری	89
کافرہ ماں بھی صلہ رحمی کی مستحق ہے	90
وہ کمال درجے کی عابدہ تھیں	91
آپؓ کی زندگی کی یادگار نماز	92
آپؓ یرموک کے میدان میں	93
آپؓ کی خداداد قوت حافظہ	94
آپؓ کی ازدواجی زندگی میں ابتلاء	95
آپؓ فرزند دلبند کے امتحان میں کیسے سرخرو ہوئیں!	97

عنوانات	صفحہ
حجاج بن یوسف اور حضرت ابن زبیرؓ کی جنگ	98
عظیم بیٹے کا عظیم ماں سے مشورہ	99
ماں کا بیٹے کو جواب	99
جب بکری ذبح کر ڈالی جائے......!	100
ماں اور بیٹے کی آخری ملاقات	101
عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت	101
آپؓ نے حجاج بن یوسف کے دانت کھٹے کر دیئے	102
سوار کے اُترنے کا وقت......!	102
شبلی نعمانی" کا منظوم خراج تحسین	104
لاش کا حصول اور تجہیز وتکفین	105
آپؓ کی وفات اور عجائبات	106
چند دیگر معلومات	106
حضرت اروی رضی اللہ عنہا	108
آپؓ کی اسلام سے محبت	108
آپؓ کا قبول اسلام	109
زندگی کا بہترین وقت......	109
خوشی کا اظہار	110
عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا	111
عاتکہ کا خواب	112
خواب سنانے سے پہلے عباس سے راز داری کا عہد	112
مکہ میں اس خواب کا چرچا	113
بنی ہاشم پر ابوجہل کی جھلاہٹ	113
تین دن تعبیر کا انتظار	114
تعبیر خواب کا ظہور	115

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مکہ میں جنگی تیاریاں	116	اولاد پاک	135
ابولہب کا خوف اور جنگ سے پہلوتہی	117	زوجہ صدیق اکبرؓ والدہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا	136
ابولہب کا جنگی قائم مقام	117	آپ کا ابتدائی تعارف	136
حضرت عاتکہؓ کا مرثیہ	118	قبول اسلام	136
حضرت ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا	120	آپؓ کی ہجرت مدینہ	137
ابتدائی تعارف	120	واقعہ افک	137
قریش کے وفد کی حضور ﷺ کے پاس آمد	120	تین مہمان	139
ضباعہؓ کا قبول اسلام	121	حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رحمہا اللہ	141
ضباعہؓ کی روایات	123	ابتدائی حالات، شرف اور فضائل	141
حضرت مقداد بن عمروؓ کے کارنامے	123	حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آپ کے بارے میں وصیت	142
غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت مقدادؓ کا مشورہ	125	حضرت فاروق اعظمؓ کا پیغام نکاح	143
حضرت مقدادؓ کے لئے حضور ﷺ کی دعا	126	علم حدیث وفقہ میں خدمات	145
حضرت ضباعہؓ کی ایک اور روایت	127	ازدواجی زندگی	146
ضباعہؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت	127	حضرت طلحہؓ کی شہادت کے بعد.....!	146
گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کا حکم	128	آپؓ کی وفات	147
حج کی نیت کس طرح کی جائے!	129	خاتون احد حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا	148
ضباعہ سفر حج میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں	129	آپؓ کا شرف وفضیلت	148
حضرت مقدادؓ کی انصاف پسندی	131	دوپٹہ کس کو ملنا چاہیے؟	149
قابل رشک ہیں یہ آنکھیں......!	131	نام، کنیت اور حسب ونسب	149
مقداد کی خواہش پوری ہو گئی	132	نصف صدی بعد حضور ﷺ کی یادیں	150
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا	133	بنو نجار کی سعادتیں	151
ابتدائی تعارف	133	ام عمارہؓ کا حقیقی سرمایۂ افتخار، رسول ﷺ سے والہانہ محبت	151
قبول اسلام	133	حضرت ام عمارہؓ کا نکاح اور اولاد	152
حضور علیہ السلام کی خوشی	134	ام عمارہؓ نے حضور ﷺ کی بیعت کی	152
حضور ﷺ کی طرف سے بتایا گیا وظیفہ	134		
وصال مبارک	135		

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ام عمارہؓ خاتونِ اُحد کیونکر بنیں؟	153	عرب کی مشہور مرثیہ گو شاعرہ	173
فرزندِ امّ عمارہؓ کی مسیلمہ کذاب کے	155	آپؓ کی ازدواجی زندگی اور اولاد	174
ہاتھوں شہادت		مقتول بھائی کی یاد میں غمزدہ اشعار	175
ام عمارہؓ شہید فرزند کا بدلہ لیتی ہیں	157	جب وہ شہرت کے بامِ عروج پر تھیں	176
تاریخِ وفات اور چند دیگر معلومات	159	خنساءؓ کا فن نابغہ کی نظر میں	177
حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا	160	خنساءؓ کا فن نابغہ کی نظر میں	178
تاریخی تعارف	160	خنساءؓ اسلام کے دامن میں	179
سلسلۂ نسب	162	یادِ ماضی عذاب ہے یارب	180
قبولِ اسلام	162	چند مفید معلومات	182
خاندان کے دیگر افراد کی کیفیت	163	عمۃ رسول اللہ ﷺ	184
بیعتِ رسول کا واقعہ	163	حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	
دلہنِ رسول ﷺ کو سجانے سنوارنے کا اعزاز	164	آپؓ کے اعزازات	184
اسماءؓ کے اقربا کا جہاد میں کردار	165	حضرت لبابہؓ کے چھ صاحبزادے	184
چچازاد بھائی کی قابلِ رشک قربانی	165	چھ بیٹوں کے انتقال کا عجیب معاملہ	185
دجال کا ذکر سن کر رو پڑیں	166	حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	188
کیفیتِ وحی کا ایک مشاہدہ	167	حضرت عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا	190
اسماءؓ نے لکڑی کی چوب سے ۹ کافروں کو	168	حضرت اُروی بنت کریز رضی اللہ عنہا	192
جہنم رسید کیا		حضرت سُعدیٰ بنت کریز رضی اللہ عنہا	193
وہ عقل اور دین، دونوں سے مالا مال تھیں	168	حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا	195
۴ شہیدوں کی ماں، عظیم مجاہدہ، ارثی	170	یہ خادمِ رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں	195
العرب حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا		ابتدائی تعارف اور سلسلۂ نسب	196
بوڑھی ماں کا ۴ نوجوان مجاہد بیٹوں سے	170	یہ رسول ﷺ کی خالہ بھی تھیں	196
تاریخی خطاب		ایک اور اعزاز	197
چاروں بیٹے ماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہیں	171	خاوند کی بدنصیبی	197
چار بیٹوں کے قتل پر ماں کا اظہارِ تشکر	172	دوسری شادی کا واقعہ	197
سیدہ خنساءؓ کا خاندانی پس منظر	172	عجیب و غریب مہر، عجیب و غریب نکاح	198
تماضر "خنساءؓ" کیسے بنیں؟	173	ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی	199

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اُمِ سلیمؓ کے مکان کا اعزاز	200	ہندؓ کا کردار حضرت حمزہ ؓ کی شہادت	220
اُمِ سلیمؓ کا مجاہدانہ کردار	200	کے تناظر میں	
اُمِ سلیمؓ کا ایک اور اعزاز	200	ہندؓ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں	221
غزوۂ حنین میں اُمِ سلیمؓ رسول اللہ ﷺ کی	201	حضرت ہندؓ کا مجاہدانہ کردار	222
محافظہ کے طور پر		جنابِ ہندؓ کے دیگر اوصاف	223
حضور ﷺ نے فرمایا، مجھے اُمِ سلیمؓ پر رحم آتا ہے	202	حضرت زینب بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا	225
اُمِ سلیمؓ کی حضور ﷺ سے عقیدت	202	بنیادی تعارف	225
یا ابا عُمیر! ما فعل النغیر؟	203	ابوسفیانؓ حیرت اور غصے کی کیفیت میں	225
اُمِ سلیمؓ کی درخواست پر انس ؓ کے لئے	205	حضور ﷺ کی رسالت پر ابوسفیان کا تبصرہ	226
حضور ﷺ کی دعا		سہیل سے حضرت ابوبکرؓ کی تلخ کلامی	227
اُمِ سلیم حضور ﷺ کی دعوت کرتی ہیں	205	مغیرہ بن شعبہ سے چچا کی تلخ کلامی	228
ہے عجب چراغ کی روشنی!	206	عروہ بن مسعود، دامنِ اسلام میں	230
گھی سے لبالب بھری ہوئی کپی	207	زینبؓ، عروہؓ کی اہلیہ تھیں	231
ایک عظیم صحابیہ رضی اللہ عنہا	209	زینبؓ کا قبولِ اسلام	231
ایک بیوہ عورت کا دل کتنا نازک ہوتا ہے	209	عروہ ؓ کی شہادت	232
اسلام کا پرچم دشمنوں کی زد میں	210	حضرت عزہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیانؓ	233
افسوس کہ آخرت کے اعزاز سے محروم ہو گئی	210	حضرت اُم الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا	235
اپنا یتیم بچہ بارگاہِ نبوت میں پیش کرتی ہوں	211	ابتدائی تعارف	235
ننھی جان کی قربانی قبول کر لی گئی	212	نکاح	235
حضرت اُمِ حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا	214	شرف وسعادت	235
تاریخی تعارف	214	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ	236
سلسلۂ نسب وبنیادی معلومات	215	مومنہ بہنیں	236
عکرمہ باپ کے نقشِ قدم پر	216	خواب کی تعبیر	236
عکرمہ ؓ شیرِ اسلام کی چھاؤں میں	217	حج کی سعادت	237
نئے نویلے دولہا کی شہادت	218	وصالِ مبارک	237
دلہن بپھری شیرنی کی طرح میدانِ جنگ میں	219	حضور ﷺ کے چند ہم زلفوں کا بیان	238
حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا	220	حضرت لبابہ الصغریٰ رضی اللہ عنہا	239

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ابتدائی تعارف	239	سیدنا حسینؓ کی شہادت	252
آپؓ کی اولاد	239	قافلہ حسینیؓ کی واپسی	254
مرثیہ کی بجائے قرآن مجید کی تلاوت کا حکم	240	سیدہؓ کا اہلِ کوفہ سے خطاب	254
حضرت اُمامہ بنت ابوالعاصؓ	241	اسیرانِ اہلِ بیتؓ ابنِ زیاد کے روبرو	255
نام ونسب	241	حضرت زینبؓ کا ابنِ زیاد سے مکالمہ	256
ولادت باسعادت	241	دمشق کو روانگی	257
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسی سے محبت	241	یزید سے مکالمہ	257
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح	242	سیدہؓ کا ایک دردناک خطبہ	258
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت	242	حضرت نعمان بن بشیرؓ کا حسنِ سلوک	259
وصال مبارک	242	اس دن سارا مدینہ سوگوار تھا	260
واقعہ کربلا کی عینی شاہدہ سیدہ زینبؓ بنت	243	انتقالِ پُرملال	261
علی المرتضیٰؓ		حضرت اُمِ کلثوم بنت علیؓ	262
چند وضاحتیں، چند معروضات	243	ولادت باسعادت	262
جب آپ چھ سالہ بچی تھیں	244	نام ونسب	263
آپؓ کا تعارف اور فضائل	245	آپؓ کی فصاحت وبلاغت	263
آپؓ کے چند مشہور القاب	245	آپؓ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی زوجہ تھیں	264
آپؓ کی تربیت کا آغاز آغوشِ نبوت میں	246	فاروقِ اعظمؓ کا بے مثال عدل وانصاف	265
چھ برس کی عمر میں ناناﷺ کی جدائی کا صدمہ	246	خدمتِ خلق کا جذبہ	266
سیدہؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا	247	آپؓ کا عقد ثانی عون بن جعفرؓ سے ہوا	267
وہ شوہر کی بے حد خدمت گزار تھیں	248	آپ کا تیسرا عقد محمد بن جعفر سے ہوا	268
سیدہؓ کے علم وفضل کی شہرت	249	سیدنا علیؓ پر حملہ اور آپؓ کا غم	269
والد ماجد کی شہادت	249	وفات حسرت آیات	270
حضرت حسینؓ کے ہمراہ مکہ سے کوفہ کا عزم	250	حضرت اُمِ ورقہ الانصاریہؓ	271
سیدہؓ پر رقت طاری ہوگئی	251	نام اور ابتدائی تعارف	271
حضرت حسینؓ کی آپ کو وصیت	251	قابلِ رشک اعزاز کی حامل خاتون	271
حضرت علی اکبر کی شہادت	251	بارگاہ نبوت سے عظیم شرف	272
عون ومحمد کی شہادتیں	252	عبادت گزار اور قرآن سے محبت کرنے والی خاتون	273

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
خواتین کی امامت کا شرف	273	آپؓ کی وفات	286
جذبۂ جہاد معمور مجاہدہ	274	حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا	287
غزوۂ بدر میں شرکت کی خواہش	275	آپؓ مبلغۂ اسلام تھیں	287
چلو ایک شہیدہ کی زیارت کر آئیں	275	حضرت اسماء کے اخلاق اور شہرت	287
دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت	276	اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام	288
شوقِ شہادت کی تکمیل	277	حضرت اسماء کا کاروبار	288
حضرت اُمّ مرثد رضی اللہ عنہا	278	خدمت و تبلیغ دین بذریعہ کاروبار	289
نام اور ابتدائی تعارف	278	خدمت خلق بذریعہ کاروبار	289
بلالؓ......ان کے ایمان کا سبب بنے	278	عبادت کا ذوق وشوق	289
قبولِ اسلام کے بعد زہد وعبادت	279	حضرت اسماء ایک معلمہ	289
روایت حدیث	279	اسماء ایک امانت دار خاتون	290
حضرت اُمّ عبید انصاریہ رضی اللہ عنہا	280	حضرت اسماء صلح جو خاتون	290
خاندانی پس منظر	280	آخری لمحات	290
آپؓ کا زہد وتقویٰ	280	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا	291
فیاضی اور سخاوت	281	تعارف اور خدمات	291
میدان جہاد میں خدمات	281	حدیث کا علم	291
لوگوں میں عزت واحترام	282	حضور اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی کے بارے	291
وفات	282	میں آپؓ کی رائے	
حضرت اُمّ حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا	283	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی غزوات	292
قبولِ اسلام کی غرض سے حضور ﷺ کی	283	میں شرکت	
خدمتِ اقدس میں		حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بحیثیت جرأت	292
آپؓ کی سیرت وکردار	284	مند خاتون	
زہد وعبادت میں آپؓ کا مقام	284	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں حضرت	292
حضرات خلفاء راشدینؓ کے نزدیک	285	بریرہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ	
آپؓ کا مقام		حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے اقوال	292
حضرت اُمّ حمید رضی اللہ عنہا کی زہد	286	وارشادات	
وعبادت		آخری لمحات	293

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
حضرت بحینہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	294
آپ کا زہد و تقویٰ	294
خدمتِ خلق کا جذبہ	294
اسلام سے محبت	295
حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا اور علم حدیث	296
حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا اور میدان جہاد	296
وفات	296
حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا	297
نام و نسب	297
قبولِ اسلام اور ہجرت	297
حضور اکرم ﷺ سے محبت و تعلق	297
زہد و عبادت اور کردار	298
حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا اور علم حدیث تلامذہ	298
حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا کے زریں اقوال	298
وفات	299
زوجہ سیدنا عثمان	300
حضرت نائلہ بنت الفرافصہ رضی اللہ عنہا	
نائلہ کی وجہ انتخاب	300
نائلہ کا شوقِ عبادت و حصول حدیث و علم	301
نائلہ سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی محبت	302
نائلہ کی جاں نثاری	303
صابر باوفا نائلہ	304
مستجاب الدعوات نائلہ	304
نائلہ کی فصاحت و بلاغت	305
نائلہ رضی اللہ عنہا کا خط	306
بلاغت کا ایک اور واقعہ	307
وفات	308
صحابیہ، مفسرہ، محدثہ سیدہ ام سعد جمیلہ	309
سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ آپ کے والد ماجد ہیں	309
سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت اور جمیلہ کی ولادت	310
آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی	311
یہ مجھ سے بہتر شخص کی بیٹی ہیں	311
آیتِ میراث کے نزول کا سبب	312
عقد مبارک اور تحصیل علم	313
زہد، صبر اور قرآن سے محبت	313
ام سعد رضی اللہ عنہا کی قرآن فہمی	315
ام سعد جمیلہ رضی اللہ عنہا ایک عظیم محدثہ	315
الوداع اے ام سعد جمیلہ رضی اللہ عنہا بنت سعد بن ربیع	316
معتبرہ، محدثہ، زاہدہ	317
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا	
السابقون: سبقت کرنے والے	317
پہلا شرف	318
دوسرا شرف، ہجرت حبشہ	318
تیسرا شرف: اشاعت اسلام	319
چوتھا شرف (ذو الہجرتین) دو ہجرتوں والی	319
پانچواں شرف: شہادت جعفر رضی اللہ عنہ اور دعائے نبوی ﷺ	321
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا صبر	323
چھٹا شرف: با فضیلت اصحاب کی زوجیت	324
ساتواں شرف: کئی فضائل اور خصوصی سلام	325
آٹھواں شرف: علم حدیث میں تیسرا نمبر	236

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
فاروقِ اعظم ﷺ کے ساتھ چند لمحے	326	حضرت صفیہ بنت ابی عبید ایک عبادت	346
سانحہ ارتحال	327	گزار خاتون	
سابقہ، صابرہ، مجاہدہ حضرت بُسیرہؓ	328	زاہد اور سخی شوہر کی سخی اور زاہد بیوی	346
خاندانی پس منظر	328	شوہر کی خدمت کو اولیت	347
قبولِ اسلام	328	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک ثقہ راویہ	248
قبول اسلام کے بعد مشکلات اور ان کی	330	آپ کی وفات	349
استقامت		اُم عاصم لیلیٰ بنت عاصمؒ	350
ہجرت مدینہ	330	عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا انتخاب	350
غزوات میں شرکت	331	ام عاصم اور ان کی تربیت	351
حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا اور علم حدیث	331	آپ کی شادی حدیث نبوی کے موافق	352
آخری لمحات	331	انتخاب عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالعزیز میں موافقت	352
صابرہ، شاعرہ، زوجہ حسینؓ	332	صالح اولاد	353
رباب بنت امرؤ القیس رحمہا اللہ		حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خواب	353
آپ کے نکاح کا دلچسپ واقعہ	332	ام عاصم کی سخاوت	354
رباب کی عظمت	333	آخری لمحات	354
حضرت حسین ﷺ کی شہادت اور آپ کا صبر	334	حضرت ام ربیعہ بنت عبدالرحمٰن ﷺ	355
سیدنا حسین ﷺ کے بارے میں آپ کا	335	عبدالرحمٰن فروخ	355
قصیدہ		ربیعہ کی پیدائش	355
وفا حسین ﷺ کے لئے	336	ربیعہ کی تعلیم و امامت	356
رباب کی وفات	337	حضرت امام ربیعہ کا علمی مقام	356
اُم مسلم الخولانیہ رحمۃ اللہ علیہا	338	آپ کے تلامید	356
زہد و تقویٰ کی برکت	339	حضرت عبدالرحمٰن کی واپسی	357
رب تعالیٰ کی طرف سے اکرام	339	تیس ہزار اشرفیاں	357
مستجاب الدعوات ابومسلم	340	ماں ہو تو ایسی	358
آخری لمحات	344	لمحہ فکریہ	359
حضرت صفیہ بنت ابی عبید رحمہا اللہ	345	آپ کی وفات	360
شادی اور آپ کی پاک اولاد	345	اسماء بنت سلامۃ رحمہا اللہ	361

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
آپؓ کے شوہر کا قبولِ اسلام	361	زوجۂ صدیق اکبرؓ حبیبہ بنت خارجہؓ	383
صدیق اکبرؓ سے ملاقات کا مشورہ	362	ابوبکرؓ کے قبولِ اسلام کا پسِ منظر	383
صدیق اکبرؓ کی زبان سے اسلام کی تشریح	362	غلاموں کی آزادی کیلئے حضرت ابوبکرؓ	385
آپؓ کا قبولِ اسلام	363	کا ایثار	
خواب اور اس کی تعبیر	363	حضرت ابوبکرؓ کی آپؓ سے شادی	386
گھر میں اسلامی تعلیمات کا مذاکرہ	364	حدیثِ شفاعت کی روایت	387
مشکلات اور مصائب کا ورود	365	غزوۂ اُحد میں خارجہؓ کی شہادت	391
حبشہ کی طرف ہجرت	368	ربیعہ اور ابوبکر صدیقؓ میں تنازعہ	392
مدینہ کی طرف ہجرت اور کافروں کا فریب	369	ربیعہؓ اور صدیقؓ دربارِ رسالت میں	393
ماں کی محبت کا غلبہ	370	خلافتِ صدیقؓ کے بارے میں	394
حضرت عمرؓ کا آپؓ سے تعاون	371	حضورؐ کا اشارہ	
ابوجہل کا عیاشؓ پر تشدد	372	خلافت ابوبکر صدیقؓ	395
قید و بند کی صعوبتیں	372	خلافتِ صدیقی میں مرتدین کی سرکوبی	397
مشرکین کی شکست پر نعرۂ تکبیر	373	بیوی کی طرف سے میٹھا کھانے کی خواہش	398
قید خانے سے رہائی	373	حضرت ابوبکرؓ کے آخری لمحات	400
یکے بعد دیگرے پانچ شہیدوں کی بیوہ	374	حبیبہؓ کے شکم میں بچی کی پیشگوئی	401
عاتکہ بنت زید بن عمرو رضی اللہ عنہا		دلہن مجاہدہ حضرت اُمِ ابان رضی اللہ عنہا	403
عاتکہؓ کی عبداللہ بن ابوبکرؓ سے شادی	376	دولہا نے جامِ شہادت نوش کیا	403
عبداللہ بن ابوبکرؓ کا انتقال	377	نئی نویلی دولہن دولہا کی میت پر	404
حضرت زید بن خطابؓ سے شادی	378	دلہن انتقام کے سفر پر	404
زید بن خطابؓ کی شہادت	379	اُمِ ابانؓ کا بے خطا نشانہ	405
حضرت عمرؓ سے شادی	379	دولہا کا قاتل دلہن کے نشانے پر	407
مسجد میں جانے کی اجازت	380	عظیم مجاہدۂ اسلام	410
حضرت عمرؓ کی شہادت اور حضرت	381	حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا	
زبیرؓ سے شادی		ملکِ شام کی طرف جہادی مہم	410
حضرت حسنؓ سے شادی اور اُن کی	382	قبیلہ حمیر کے لوگ آ گئے	411
شہادت		حضرت ابوہریرہؓ کا شوق	412

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
"اولئک حزب اللہ"	413	اس خاتون نے حضرت خالدؓ کو بھی رُلا دیا	434
صدیق اکبرؓ لشکر کو روانہ کرتے ہیں	414	حضرت ضرارؓ کا سراغ مل گیا	434
لشکر کے قائد...... "خالد ابنِ ولیدؓ"	414	حضرت رافعؓ کی ضرارؓ کو چھڑانے کیلئے روانگی	435
ضرار بن ازورؓ..... اللہ کا شیر	415	حضرت ضرارؓ کی رہائی کا منظر	436
دمشق پر لڑائی کے دوسرے دن، عزرائیل اور کلوس کا قتل	416	حضرت ضرارؓ کے اشعار	436
حضرت خالدؓ کا دمشق کے مشرقی دروازے کا محاصرہ	417	شاہ ہرقل کا وردان کے نام مکتوب	438
ہرقل کا روسائے مملکت سے خطاب	418	حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط	440
ہرقل کا وردان کو دمشق کی طرف بھیجنا	419	لشکر اسلام کی اجنادین کی طرف روانگی	441
حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالدؓ کا مشورہ	420	اہلِ دمشق کا سپہ سالار	442
رومی لشکر کو کمک پہنچ گئی	421	بولص کو بیوی کا مشورہ	442
وردان کا بیت لہیا میں پہنچنا	422	بولص کی بیوی کا خواب	442
حضرت ضرارؓ کا وردان کے مقابلے کو جانا	423	بولص مسلمانوں کے تعاقب میں	443
حضرت ضرارؓ کی شجاعت	424	چند خواتین اسلام کی گرفتاری اور رہائی	443
گری ہوئی صلیب کو اٹھانے کی کوشش	425	عورتوں کی گرفتاری پر مسلمانوں کا ردعمل	444
حضرت ضرارؓ کے ہاتھوں کفار کا قتل	426	حضرت خولہؓ بھی گرفتار ہو گئیں	445
حضرت ضرار بن ازورؓ کی گرفتاری	427	خواتین کی رہائی کے لئے حضرت خالدؓ کا اقدام	446
حضرت خالد بن ولیدؓ کا اضطرار	427	حضرت ضرارؓ کی بے چینی	447
حضرت ضرارؓ کی رہائی کی تدبیریں	428	بولص کے بھائی بطرس کی بدبختی	447
وہ نقاب پوش مجاہد کون تھا؟	429	گرفتار خواتین سے حضرت خولہؓ کا خطاب	448
اس نے مجاہدین کو حیران و ششدر کر دیا	430	حضرت عفیرہؓ کی گفتگو	448
نقاب پوش سے حضرت خالدؓ کا خطاب	430	خواتین اسلام کی بہادری	449
وہ نقاب پوش ایک خاتون مجاہدہ تھی	431	گرفتار خواتین نے تیس سوار مار ڈالے	449
خولہ بنت ازورؓ کے تابڑ توڑ حملے	432	خولہؓ ایک شیرنی تھیں	450
حضرت خولہؓ اپنے گرفتار بھائی کی تلاش میں	432	بطرس کا خواتین کے قتل کا حکم	451
بہن کی بھائی سے محبت کا انوکھا منظر	433		

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
خواتین کی رہائی کے لئے اسلامی لشکر کی روانگی	452
بطرس بوکھلا گیا	453
حضرت خولہؓ نے اپنے بھائی کو دیکھا	453
بطرس جہنم واصل ہو گیا	454
حضرت خولہؓ نے رومیوں کو قتل کر دیا	455
بولص بھی جہنم واصل ہو گیا	455
اسلامی لشکروں کی اجنادین کی طرف روانگی	456
حضرت ضرارؓ دشمن کی جاسوسی پر	458
جنگ اجنادین میں خواتینِ اسلام کا کردار	459
ہمیں کسی کے حملہ کی پرواہ نہیں	460
ذریعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اور چند دیگر خواتین میدانِ جہاد میں	462

عنوانات	صفحہ
جب تین تلواریں ٹوٹ گئیں	462
مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ تھا	463
ابوعبیدہؓ بولص کے تعاقب میں	464
بولص کی گرفتاری کا منظر	464
جنگ شحورا میں کفار کا انجام	466
قیدی خواتین کی رہائی کے لئے اقدام	466
بولص کے بھائی بطرس کی بدبختی	467
اسلام کی بیٹیاں شیرنیاں بن گئیں	468
خولہؓ کی رہائی	469
بطرس کا انجام	469
عظیم مجاہدۂ اسلام حبیبہ بنت ہاشم رضی اللہ عنہا	471

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کا معاشرہ پوری دنیا کے معاشروں کی طرح اخلاقی پستیوں اور روحانی تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا۔ احترامِ آدمیت، چھوٹوں پہ شفقت، بڑوں کا ادب اور خواتین کے احترام نام کی کوئی چیز اس معاشرے میں باقی نہیں رہی تھی۔ عورت کو اخلاقی پستیوں میں دھکیل دیا گیا تھا اور اسے محض جنسی کھلونا تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے کچھ حقوق نہیں تھے، وقار اور عزت وآبرو اس کے لئے بالکل اجنبی الفاظ تھے۔

ان حالات میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی توحید، اپنی رسالت اور قیامت میں اللہ کے روبرو حاضری اور اعمال کے حساب اور جزاء وسزا کے متعلق بتانا شروع کیا تو ان لوگوں میں تبدیلی آنا شروع ہوئی اور تبدیلی کا یہ انقلابی عمل نہایت سرعت کے ساتھ ہر مردوزن کے دل میں گھر کرتا چلا گیا۔ معاشرے کی تطہیر ہونے لگی، برائیاں بُری نظر آنے لگیں اور اچھائیوں کی طلب بڑھنے لگی۔ بھولے بھٹکے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی جستجو بیدار ہوئی، قیامت کا خوف اور اللہ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کا مسئلہ گویا ایک مجسم صورت میں سامنے آ کھڑا ہوا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا تبدیلی کا یہ عمل معاشرے میں سرایت کرتا گیا۔ پھر مکہ صرف

Marfat.com

مکہ نہ رہا مکرمہ ہو گیا۔ یثرب مدینۃ الرسول کہلانے لگا، اِن بستیوں کے مرد اُجڈ اور جاہل نہ رہے بلکہ مکتبِ نبوی سے فیض پانے کے بعد "صحابہ کرامؓ " بن گئے۔ قرآنِ کریم نے انہی لوگوں کو "حزب اللہ" کا خطاب دے کر ان کی عزت و آبرو کو چار چاند لگا دیئے۔ اِن کی عورتیں دورِ جاہلیت کو بھول گئیں، انہوں نے اپنے عریاں وجود کو "لباس التقویٰ" میں چھپا لیا۔ ان کے دل میں اللہ کا خوف بیدار ہوا تو اپنے ماضی سے نفرت ہونے لگی، پھر انہوں نے قرآنی اور نبوی تعلیمات میں اپنے آپ کو ڈھال لیا تو اللہ رب ذوالجلال نے انہیں مسلمات، مومنات، قانتات، صادقات، صابرات، خاشعات، متصدقات، صائمات اور حافظات کے القاب عطا فرما کر ان کی کایا پلٹ دی، پھر انہی عورتوں نے صحابیت کا اعزاز حاصل کر لیا، شوہر کی اطاعت کے ذریعے اپنی زندگی کو عزت و آبرو سے گزارنے کا ڈھنگ سیکھا اور اپنے بچوں کی اسلامی طور طریقوں سے پرورش کر کے انہیں معاشرے کے قابلِ فخر سپوت بنا کر دنیا بھر میں نیک نام اور بلند مقام حاصل کیا۔

اسی پر بس نہیں بلکہ انہی خواتین نے سماجی امور میں شاندار خدمات سرانجام دیں، وقت پڑنے پر جہاد کے میدانوں میں شمشیر بکف ہو کر نکلیں اور کفار کو عبرتناک انجام سے دوچار کیا۔ ان میں سے بعض پر خوفِ خدا کا اس قدر غلبہ ہوا کہ ان کی راتیں عبادتِ الٰہی کے ذریعے گذشتہ زندگی کی تلافی میں گزرنے لگیں۔ بعض خواتین نے مختلف اوقات میں سوالات کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین و دنیا کے مسائل حل کرائے اور بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ اقدس سے سنے ہوئے فرمودات کو روایت کر کے آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کیا۔

الغرض دورِ نبویؐ سے فیض یافتہ اِن خواتین کو ان کی خدماتِ دینی کی بناء پر جو تقدس و احترام اور شرف و فضیلت حاصل ہے، بعد کے تمام ادوار کی خواتین کے لئے قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہے۔ اگر ہمارے دور کی خواتین دین و دنیا کی بھلائی کی طالب ہیں تو ان کے لئے صحابیاتِ کرام یا ازواجِ صحابۂ کرامؓ کی ایمان افروز داستانوں کا مطالعہ باعث نور و سرور ہو گا۔ اسی ضرورت اور اسی خیال کے پیشِ نظر یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش

Marfat.com

کی جا رہی ہے۔ اس کتاب میں سب سے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر جمیل ہے جنہوں نے آغوشِ نبوت میں ہی آنکھ کھولی اور پرورش پائی۔ یہ صاحبزادیاں اپنی سیرت و کردار کے اعتبار سے اپنی حیاتِ طیبہ کے ہر دور میں تقدس و طہارت کا مجسمہ رہیں۔ بعدازاں حضور کی چند دیگر رشتہ دار خواتین کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ازواجِ صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی دلچسپ اور ایمان افروز سوانحی واقعات شامل ہیں۔ تاکہ ہماری بہنیں اپنی زندگی میں ان مقدس خواتین کی زندگی سے سبق حاصل کریں اور ہمارے گھر حقیقی معنوں میں ہمارے لئے راحت کدے اور بہشت کا نمونہ بن جائیں۔

اللہ کرے یہ کتاب حقیقی معنوں میں اثر آفرین اور مقبول ثابت ہو۔

محمد عبداللہ مدنی

Marfat.com

رسولِ اکرم ﷺ کی پہلی لختِ جگر

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت اور ابتدائی حالات

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جنم لینے والی سب سے پہلی چشم و چراغ خاندانِ نبوی ﷺ تھیں، آپ کی ولادت بعثت نبویؐ سے تقریباً دس سال قبل ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تقریباً تیس سال اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۵ سال تھی۔ عربوں کی یہ عادت تھی کہ پہلے بچہ کی پیدائش پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے، جب حضور ﷺ نے مبارک نکاح کے اس ثمرہ کو دیکھا تو اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ پر اس کا شکر ادا کیا۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لڑکی کی پیدائش پر اپنے خاوند ﷺ کو خوشی سے سرشار چہرہ کے ساتھ دیکھتیں تو خوشی سے سرشار ہو جاتیں ان کی یہ خوشی اس خاوند کی خوشی کی بنا پر تھی جن کے بارے میں انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اللہ ان کے ساتھ ان کے تعلق اور رشتہ کو دوام عطا فرمائے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اپنی بیٹی کی عربی معاشرہ کی فضا میں عمدہ ترین تربیت کریں گی، لہٰذا انہوں نے بچی کو ایک ایسی "انا" (مرضعہ) کے سپرد کیا جو بچی کو شہر کی فضا سے نکال کر دیہات کی خوشگوار فضا میں لے گئی اور اسے مکہ کی گرمی اور تپش سے دور لے گئی، عرب کے معزز اور اعلیٰ لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے بچوں کو بدوی عورتوں کے سپرد کر دیتے تھے جو ان کی رضاعت کا انتظام کرتی

Marfat.com

تھیں، پھر دو سال یا اس سے کچھ زائد عمر میں ان کے گھر والوں کے حوالہ کر دیتی تھیں، اور خاص طور پر یہ معاملہ لڑکوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی واپس ان کی والدہ کے پاس لایا گیا، اب وہ ایک ایسی مربیہ کی نگرانی میں آ گئیں جو ان کی راحت کے لئے بیدار رہے، ان کی بڑھوتری کا خیال رکھے، ان کی صحت کی دیکھ بھال کرے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال کی ہوئی اور وہ لڑکپن میں داخل ہونے لگیں، ان کی خالہ "ہالہ بنتِ خویلد" نے ان میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور اس بات کی خواہش کی کہ وہ ان کے بیٹے ابو العاص کی بیوی بن جائیں تاکہ ان کا تعلق ان کی بہن خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مضبوط ہو جائے، ویسے بھی ہالہ بنتِ خویلد کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جدا نہ ہوتی تھیں اور ہمیشہ ان کے پاس رہنے کی کوشش کرتی تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی غربت اور ناداری کی وجہ سے ان کی مالی امداد کیا کرتی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح

ہالہ بنتِ خویلد نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ابو العاص کے رشتۂ نکاح کا اشارہ نہ کیا بلکہ صراحت کے ساتھ ان سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد ﷺ کا رشتہ مانگا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن کی بات کو سنا اور اپنے خاوند محمد ﷺ سے اس سلسلہ میں گفت و شنید کی، ابو العاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے، قریش خاندان سے تعلق رکھنے والے مکی شخص تھے، ان کا نسب تیسری پشت میں عبد مناف بن قصی تک پہنچ کر حضور ﷺ تک جا ملتا ہے، ان کا پورا نام "ابو العاص ابن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی" ہے۔

ان کی والدہ کا نسب ان کے جد اقرب "خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ" تک پہنچ کر زینبؓ بنت محمد ﷺ تک جا ملتا ہے، اس کے علاوہ ابو العاص بچپن ہی سے عمدہ عادات و خصائل اور شریفانہ اخلاق کے مالک تھے، لہٰذا جونہی ابو العاص اپنی خالہ کے شوہر محمد ﷺ

Marfat.com

کے پاس ان کی بیٹی کا رشتہ مانگنے گئے جیسا کہ عرب کا دستور تھا، کہ رشتہ کے لئے آدمی خود لڑکی کے باپ سے ملتا تھا، حضور ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا "بہترین داماد وہ ہے جو برابری والا ہو، اور اس میں کوئی عیب بھی نہیں اور یہ ان کے خاندان کا ہے اور وہ اس کے خاندان کے ہیں" لیکن آپ ﷺ نے کچھ مدت طلب کی تا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مرضی دریافت فرما سکیں اور آپ ﷺ نے کوئی قطعی فیصلہ نہ فرمایا، حضور ﷺ کو اپنی بیٹی کی موافقت حاصل ہو گئی، آپ ﷺ نے ابو العاص کو مبارک باد دی، اور سب شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

بعثت نبوی ﷺ کے بعد کے حالات

سب لوگوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ابو العاص کی شادی کی تیاری کی، ان کی شادی کی خبر مکہ اور اس کے گرد و نواح میں پھیل چکی تھی، اہل و اقارب اور دوست احباب شادی میں شریک تھے، جانور ذبح کئے گئے، دستر خوان بچھائے گئے، شادی میں مکہ کے لوگوں کے ساتھ دوسرے علاقوں کے لوگ بھی شریک تھے، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے سسرال تشریف لے گئیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابو العاص کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہی تھیں، ابو العاص تجارت کیا کرتے تھے، وہ ثوق، حباشہ، سرزمین شام اور جزیرہ کے مختلف علاقوں کی طرف تجارتی سفر کیا کرتے تھے، اس دوران حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی خالہ ہالہ ام ابی العاص کے ہاں ٹھہرتیں، اور کئی مرتبہ یہ دونوں خواتین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلی جاتیں۔

اس اثنا میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے میکے میں کچھ تبدیلیاں آنا شروع ہوئیں، ان کی والدہ ان کے والد محمد ﷺ عبادت اور غور و فکر کے لئے غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار فرما چکے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود کو حضور ﷺ کی راحت و آسانی کے لئے فارغ کر لیا تھا، وہ حضور ﷺ کی آمد و رفت کی منتظر رہتیں، آپ ﷺ کے حالات معلوم کرنے کے لئے قاصد روانہ کرتیں، حضور ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور آپ ﷺ کو اس

Marfat.com

امت کا نبی قرار دیا گیا۔

حضرت زینب کا اپنے خاوند سے مکالمہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی چاروں بیٹیوں کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے حضور ﷺ کی دعوت کو پیش کیا، چاروں نیک بخت لڑکیوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ سب کی سب اپنے والد کی دعوت اور اس کے حق ہونے پر ایمان لے آئیں اب حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے لگیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو یقینی نبوت و دعوت کی خبر دی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ گمان تھا کہ ابو العاص اس دعوت کو سنتے ہی قبول کر لیں گے، کیونکہ وہ اپنے خاوند کے اخلاق و عادات اور خیر کے کاموں کی طرف ان کی دلچسپی سے اچھی طرح واقف تھیں، ابو العاص خاموش کھڑے ہو گئے اور کوئی بات نہ کی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا "آہ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"کیا تو اپنے والد کے بارے میں مکہ والوں کے مؤقف کو جانتی ہے؟" ابو العاص نے پوچھا۔

"اے ابو العاص! میرے والد کے بارے میں مکہ والوں کا مؤقف کیا ہے؟" حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا۔

"مکہ والے تیرے والد پر غضب ناک ہیں، ان کو تکلیف دے رہے ہیں یہاں تک کہ ایک آدمی نے ان سے بدکلامی بھی کی ہے۔"

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیے، ظاہر ہے کہ ہمیں ان کی حمایت میں نکل کر ان کی مدد و حفاظت کرنی چاہیے۔" حضرت زینب رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں۔

یہ سن کر ابو العاص کہنے لگے "اس صورت میں میرے کاروبار کا کیا ہوگا، کیونکہ میرا کاروبار تو مکہ کے سرداروں اور ان کے دوسرے حمایتی لوگوں کے ساتھ ہے، کیا تو نہیں جانتی کہ میں ان کے ساتھ کاروبار کرتا ہوں؟ ان کو سامان بیچتا ہوں؟ اگر میں ان کی دشمنی پر اتر آیا

Marfat.com

تو میں کس کو سامان بیچوں گا؟ کس سے کاروبار کروں گا؟"

"تو کیا آپ اپنے سابقہ دین پر قائم رہیں گے"؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔

"جب تک میری مصلحت میں ہوا میں قریش کے دین پر قائم رہوں گا"۔ ابوالعاص نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"کیا ان لوگوں کی خاطر آپ میرے والد سے دشمنی کریں گے؟" حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔

یہ سن کر ابوالعاص بولے:

"نہیں...... ہرگز نہیں، میں آپ کے والد سے دشمنی مول نہ لوں گا اور میری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جو ان کو ناگوار محسوس ہو، میں ہمیشہ کی طرح ان کا ادب و احترام کرتا رہوں گا"

"جب قریش مکہ آپ سے اس بات کا مطالبہ کریں گے کہ آپ میرے والد کو تکلیف دیں تو آپ کیا کریں گے؟" حضرت زینب رضی اللہ عنہا رنجیدہ خاطر ہو کر گویا ہوئیں۔

"وہ مجھ سے اس کام کا مطالبہ نہ کریں گے، ان کے لئے یہ کافی ہے کہ میں نبی ﷺ پر ایمان نہیں لایا، اور میں آپ کے والد کے ساتھ ابھی تک نہیں ملا" ابوالعاص گویا ہوئے۔

"مجھے امید ہے کہ آپ اسلام قبول کر لیں گے" حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی امید کا اظہار کیا۔ ابوالعاص نے ان کے نکتۂ نظر کو ملاحظہ کیا تو کہنے لگے:

"عنقریب وہ وقت آئے گا جب میں حضور ﷺ کی تعلیمات پر ایمان لاؤں گا اور میرا خیال یہ ہے کہ ان کی دعوت عنقریب پھیل جائے گی!!"

"کیا آپ نہیں جانتے کہ میں ان کی تعلیمات پر ایمان لا چکی ہوں؟" حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔

"ہاں میں جانتا ہوں، اس سلسلہ میں آپ کو مکمل آزادی ہے، جب تک اس سے ہمارے تعلقات پر کوئی اثر نہ پڑے" ابوالعاص گویا ہوئے، یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

Marfat.com

''ہم اکٹھے رہیں گے اور وفاداری کریں گے، البتہ آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ صادق الامین ہیں...... ان پر بہت سے لوگ ایمان لائے ہیں، جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عثمان بن عفانؓ اور آپ کے ماموں زاد زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل ہیں۔''

حضور ﷺ سے بنو ہاشم کا بائیکاٹ اور حضرت زینبؓ کا طرزِ عمل

مقاطعت (باہمی قطع تعلق) کا زمانہ آیا، مکہ والوں نے بنو ہاشم کا کلی بائیکاٹ کیا اور انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا، بہت سے مسلمانوں کو اس گھاٹی میں پناہ گزین ہونا پڑا، ان کے ساتھ نبی کریم، حضرت خدیجہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن بھی داخل ہوئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابو العاص سے کہا: ''اے ابو العاص! کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم بھی اپنے خاندان، والدین اور بھائیوں کے ساتھ ہوں؟''

ابو العاص نے جواب دیا ''نہیں اے زینب...... میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگ میرے بارے میں کہیں کہ تیرے خاوند نے اپنی بیوی کی رضامندی کے لئے اپنی قوم کو رسوا کر دیا اور اپنے آباء کا انکار کر دیا''۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں اور اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا، وہ اس بائیکاٹ کے متعلق اطلاعات کی تلاش میں رہتیں اور بنو ہاشم کو پیش آنے والی تکالیف کے بارے میں سن کر رنجیدہ، غمگین اور آبدیدہ ہو جاتیں۔

شعب سے نکلنے کے بعد

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو محاصرہ کی خبریں رشتہ داروں کے ذریعہ ہی معلوم ہوتیں، جو اس بات پر فخر کرتے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زندگی کی مشقت اور عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے، پھر اس مشقت کے بادل چھٹ گئے، محاصرہ ختم ہو گیا، بنو ہاشم شعب ابی طالب سے باہر نکل آئے، انہوں نے اپنی نئی زندگی شروع کی جو گھاٹی کی مشقتوں کی وجہ

Marfat.com

سے طرح طرح کے امراض پر مشتمل تھی۔

کفار کی سختیوں میں اضافہ ہو گیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ کے چچا ابو طالب ا کا انتقال ہو چکا تھا، مسلمانوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہجرت کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھوڑے بہت مسلمان باقی رہے تھے۔

ایک بہت بڑا مشورہ عمل میں آیا، اور حضور ﷺ کے قتل کی سازش تیار ہوئی، اب ہجرت مدینہ کی طرف تھی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی جب انہیں سلامتی کے ساتھ حضور ﷺ کے یثرب پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ مطمئن اور پر سکون ہو گئیں، حضرت زینبؓ اکثر اپنے میکے جایا کرتی تھیں تا کہ ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر مانوسیت حاصل کریں اور ان کی ضروریات کا انتظام کریں، یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قاصد آیا اور ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے جا ملیں، اور حضرت زینب بھی ان کے اپنے والد کے پاس پہنچنے کی وجہ سے خوشی سے سرشار ہو گئیں، گھر تمام افراد سے خالی ہو چکا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا، رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ مکہ سے حبشہ، پھر حبشہ سے مکہ، پھر مکہ سے مدینہ کی طرف جا چکی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابو العاص اور اپنے بیٹے علی ابن ابو العاص اور امامہ بنتِ ابی العاص کو دیکھ کر اطمینان و تسلی حاصل کر لیتی تھیں۔

مسلمانوں کا مشرکین سے انتقام اور غزوۂ بدر

مسلمان یثرب میں جانے کے بعد ان تکالیف کو فراموش نہ کر سکے تھے جو مشرکین مکہ کے ہاتھوں انہیں پہنچی تھیں، ان کے دل میں بدلہ کا جذبہ موجزن تھا اور مشرکین سے انتقام لینے کی فکر میں تھے، لہٰذا وہ مشرکین کی تاک میں تھے، اور وہ اس راستہ کے ذریعہ ممکن تھا جو شام اور مکہ کے درمیان تھا، کیونکہ مشرکین کے لئے مدینہ کے قریب اس راستہ سے گزرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، لہٰذا وہ مشرکین کی تاک میں بیٹھ گئے کہ جیسے ہی انہیں

Marfat.com

موقع ملے گا سب اس کے لئے جمع ہو جائیں گے۔

بہرحال مسلمانوں کو اس کی اطلاع ہوئی کہ مکہ والوں کا یک قافلہ شام سے تجارتی مال لے کر آ رہا ہے، عمرو بن خضرمی اس قافلہ کی قیادت کر رہا تھا، مسلمانوں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا اور کافروں کے مال پر قبضہ کر لیا، بہت سے مردوں کو قیدی بنالیا اور ابن خضرمی کو قتل کر دیا، جب یہ اطلاعات مکہ والوں کو ملیں تو وہ غصہ اور افسوس سے لبریز ہو گئے وہ ان خبروں کی حقیقت و جھوٹ ہونے میں متردد تھے اچانک ضمضم بن عمرو غفاری کی آواز فضا کے پردے چیرتی ہوئی ان کی سماعت سے ٹکرائی:

"اے قریش کے لوگو!...... مشک بردار قافلہ کو بچالو، مشک بردار قافلہ کو بچالو......
تمہارے مال ابوسفیان کے ساتھ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کے نشانہ میں ہیں اور میں تمہارے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ تم ان کو بچالو...... مدد، مدد!!"

جنون اہلِ مکہ پر غالب آ گیا، کیا محمد (ﷺ) یہ جرأت کر سکتا ہے، حالانکہ وہ مکہ سے اس حال میں فرار ہوا ہے کہ نہ اس کے پاس مال تھا نہ لشکر؟ اب محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے اپنے اسلحہ و جنگی ساز و سامان کو جمع کیا، لشکر تیار کیا، لڑائی کی مکمل تیاری کر لی، لیکن ابوسفیان کسی دوسرے راستے سے سلامتی کے ساتھ مکہ پہنچ گیا اور اہلِ اسلام کے خلاف ترتیب دیئے جانے والے لشکر میں شامل ہو گیا اور یثرب جانے والے لوگوں میں مل گیا، اور پھر اس عظیم الشان اور طاقت ور لشکر کا بدر کے مقام میں ایک چھوٹی سی جماعت سے مقابلہ ہوا جس کی قیادت محمد ﷺ کر رہے تھے۔

ابوالعاصؓ کی غزوۂ بدر میں شرکت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ والوں کی اطلاعات پہنچ رہی تھیں وہ لوگوں کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کر رہے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد اور ان کے ساتھیوں کی کامیابی کی دعا مانگ رہی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر ابو العاص کی شرکت پر بہت تعجب ہوا کہ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ نبرد آزما

Marfat.com

ہونے کا مضبوط ارادہ کر چکے تھے، وہ اپنی عزت و مقام کی بنیاد پر جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے..... ہمیں اس بات کے حقیقی سبب کا ادراک نہیں کہ آخر کس چیز نے انہیں جنگ میں شریک ہونے پر مجبور کیا، کیا انہیں غنیمت کی لالچ تھی؟ یا وہ مشرکین کے لشکر کو اسلحہ فراہم کرنا چاہتے تھے، کیونکہ وہ اسلحہ کے تاجر تھے، یا انہیں اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے ملامت اور عار دلائے جانے کا خوف تھا، یا اس بات کی فکر تھی کہ ان پر اپنی قوم کو شدت وسختی میں چھوڑنے کا الزام لگایا جائے گا اور اس سے مکہ کے سرداروں کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ کم ہو جائے گا، یا ان کا خیال یہ تھا کہ مکہ والے محمد ﷺ پر غالب آ جائیں گے تو یہ ان کی سفارش کریں گے، کیونکہ وہ ان کے خالو اور سسر تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ آپ ہی نے ابو العاص کو دیا تھا، یہ تمام باتیں ذہن کے دروازے پر دستک دیتی ہیں، لیکن ان میں سے کسی بات کو قطعی طور پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔

غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان غالب آ گئے اور ابو العاص کے خواب ہوا کی طرح بکھر گئے، قریشی سردار قتل کر دیئے گئے، بدر کے مقتولین کے نام جب کثرت کے ساتھ مکہ پہنچے تو اہلِ مکہ نے خیال کیا کہ ایک شخص بھی قتل سے محفوظ نہ رہ سکا۔

ابو العاص ؓ کے انتقال کی افواہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے والد کی کامیابی کی خوشی تھی، لیکن یہ خوشی کامل درجہ کی نہ تھی، انہوں نے اپنے خاوند سے درخواست کی تھی کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے نہ جائیں، لیکن انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اس بات کو نہ مانا، اب ان کا نام مقتولین کی فہرست میں تھا، ان کے دونوں بچے یتیم ہو چکے تھے، اس حال میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خوشی کیسے کامل ہو سکتی تھی جب کہ ابو العاص کا نام بدر میں قتل ہونے والوں کی فہرست میں شامل تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا غموں میں نڈھال حیرت سے سرشار تھیں، ان کی راتیں بغیر نیند کے گزر رہی تھیں، حتیٰ کہ عاتکہ بن عبد المطلب نے ان کے دروازہ پر دستک دی، وہ تیزی سے ان کی جانب لپکیں، اور ان سے بلاساختہ گویا

Marfat.com

ہوئیں ''اے پھوپھی جان! کیا خبریں ہیں؟''۔

''زینب! ہر طرح سے خیر و عافیت ہے'' عاتکہ نے جواب دیا۔

''ابو العاص کے بارے میں مطمئن ہوئے بغیر خیر مکمل نہیں ہوسکتی۔'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔

''تو پھر مطمئن ہو جائیں، کیا نکہ ابو العاص خیریت سے ہیں'' عاتکہ گویا ہوئیں۔

یہ سن کر حضرت زینبؓ خوشی سے سرشار ہوگئیں اور حیرت بھرے لہجے میں دریافت کیا: ''اے پھوپھی جان! یہ کیسے ممکن ہے؟'' حضرت عاتکہ نے کہا: ''گھبراؤ نہیں...... وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ جنگی قیدی بنا لیے گئے ہیں، عنقریب انہیں مدینہ لے جایا جائے گا''۔

''اب استراحت مکمل ہوگئی اور میرے والد کی فتح کی خوش خبری کی فرحت کامل ہوگئی۔'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خوشی سے سرشار ہو کر ارشاد فرمایا۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ کی قید سے آزادی

مشرکین کے وہ لوگ جو مسلمانوں کے ہاتھوں بچ نکلے اور قید و قتل سے محفوظ ہو گئے، انہوں نے مکہ پہنچ کر غزوۂ بدر کے حالات سنائے، مکہ والوں کو خبر ملی کہ مسلمان فدیہ کے بدلے قیدیوں کو آزاد کرنا چاہتے ہیں، ان قیدیوں میں ابو العاص بھی شامل تھے، حضور ﷺ نے انہیں دیکھا اور اپنے اصحاب کو یہ ارشاد فرمانے کے بعد انہیں اپنے ساتھ رکھا کہ ''قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔ (کنز العمال ۱۱۰۳۶)

مسلمان چاہتے تھے کہ قیدیوں کے سلسلہ میں اپنا حق وصول کریں، لہٰذا وہ بہت زیادہ فدیہ کا مطالبہ کر رہے تھے، اہلِ مکہ نے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو اپنے قیدیوں کو آزاد کروانے کی فکر میں قبول کر لیا تھا، کیونکہ اہلِ مکہ اپنے قیدیوں کو جلد از جلد آزاد کروانا چاہتے تھے تاکہ اس عار سے نکل سکیں جو ان کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

قیدیوں کو آزاد کروانے کے لئے آنے والوں میں ابو العاص کے بھائی بھی تھے، وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''میں زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی

Marfat.com

طرف سے آیا ہوں اور میرے پاس ایک تھیلی ہے" اس نے وہ تھیلی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا "یہ میرے پاس ابو العاص کا فدیہ ہے" جب حضور ﷺ نے اس تھیلی کو کھولا تو دیکھا تو حیران ہوئے اور فرمایا "اے زینب! اللہ تیرا بھلا کرے یہ خدیجہ کا ہار ہے" پھر خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ "یہ ہار زینب کی والدہ نے ان کی شادی کے موقع پر انہیں ہدیہ کیا تھا"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے، انہوں نے معاملہ کی سنگینی کو بھانپ لیا، پھر حضور ﷺ گویا ہوئے اور فرمایا "اگر تمہاری رائے ہو کہ زینب کے قیدی کو آزاد کر دو اور اس کے ہار کو بھی واپس کر دو تو ایسا کر لو" سب نے یک زبان ہو کر کہا "جی ہاں! یا رسول اللہ (ایسا کر لیجئے)......... (ابوداؤد ۲۶۹۲۔ واحمد ۶/ ۲۷۶)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شوہر سے جدائی

ابو العاص بن ربیع ؓ کو آزاد چھوڑ دیا گیا، انہوں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی، دونوں نے کچھ دیر مختلف موضوعات پر گفت و شنید کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ وہ زینب کو چھوڑ دیں کیونکہ دین کے مختلف ہو جانے کی وجہ سے زینب رضی اللہ عنہا ان کے لئے حلال نہیں، ابو العاص ؓ تا حال قریش کے دین پر تھے، جب کہ اسلام نے اس بات کو ممنوع قرار دے دیا کہ کوئی مشرک کسی مسلمان عورت سے شادی کرے، اور اگر ممانعت سے پہلے ان کی شادی ہوئی تو اسلام ان کے نکاح کے بقاء کو ممنوع قرار دیتا ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو اسلام کی دعوت کے ابتدائی وقت میں مسلمان ہو چکی تھیں، لہٰذا ابو العاص نے وعدہ کیا کہ وہ مکہ جا کر مدینہ آنے کے لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا راستہ چھوڑ دیں گے، پھر حضور ﷺ نے زید بن حارثہ ؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ ایک انصاری صحابی کو ساتھ لے جائیں، وہ دونوں "یاجج" جگہ جا کر حضرت زینب کے گذرنے کا انتظار کریں، اور انہیں مدینہ خیر و عافیت سے پہنچا دیں۔

جب ابو العاص بن ربیع مکہ پہنچے تو اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ اپنے والد کے قریب یعنی مدینہ جانے کی تیاری کر لیں، پھر اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کو حکم

Marfat.com

دیا کہ ان کے لئے اونٹ تیار کریں، سیدہ زینب اونٹ پر سوار ہوگئیں، کنانہ نے اپنی کمان کو پکڑا، تلوار کو لٹکایا اور دن کے وقت اونٹ کی لگام پکڑے لوگوں کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کجاوہ میں بٹھا کر لے کر چل پڑے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مدینہ روانگی

قوم قریش کو اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی، ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ کو بھی اس کی اطلاع پہنچی، غزوۂ بدر کے واقعات اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہے تھے اور جنگ کے مقتولوں کے چہرے اس کے تصورات میں چھائے ہوئے تھے، وہ روزانہ قریش کے محافل میں جاتی لوگوں کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر برانگیختہ کرتی، کیونکہ انہوں نے اس کے باپ عتبہ بن ربیعہ، چچا شیبہ، اس کے بھائی ولید ابن عتبہ، اس کے چچازاد عبیدہ اور عاص بن سعید بن العاص اور اس کے سوتیلے بیٹے حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب کو قتل کر دیا تھا۔

ہند حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس گفتگو کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''میں مکہ میں اپنے والد کے پاس جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ ہند بنت عتبہ میرے پاس آئیں اور کہا: ''اے محمد کی بیٹی! میں نے سنا ہے کہ تو اپنے والد کے پاس جا رہی ہے، کیا واقعی ایسا ہے؟'' میں نے کہا کہ میرا کوئی ایسا ارادہ نہیں۔'' ہند نے کہا'' آپ ایسا نہ کریں...... اگر آپ کو سفر میں ضرورت کو پورا کرنے کا سامان درکار ہو یا اپنے والد تک پہنچنے کے لئے مال کی ضرورت ہو تو میں آپ کی ضروریات پوری کر سکتی ہوں، آپ مجھ سے مت ڈریں کیونکہ جو دشمنی مردوں کے مابین ہے وہ عورتوں کے درمیان داخل نہیں ہو سکتی۔'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے فرمایا ''میرا ابھی خیال ہے کہ اس نے یہ کام کرنے کی نیت سے ہی کہا تھا، لیکن مجھے اس سے کچھ خوف تھا، اس لئے میں نے اس کے سامنے ارادہ کا اظہار مناسب نہ سمجھا، پھر میں نے یثرب آنے کی تیاری کی اور چل پڑی۔''

کفار کی طرف سے مشکلات کا سامنا

کفار مکہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکہ سے نکلنے کا علم ہو گیا، لہٰذا انہوں نے

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پیچھا کیا، سب سے آگے ہبار ابن الاسود اور نافع یا خالد بن عبد قیس تھے ہبار نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو نوکدار مہمیز چبھوئی اور انہیں چٹان پر گرادیا، ان دنوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں اور آپ کے حمل کو چار ماہ گزر چکے تھے حمل ساقط ہو گیا، حمل کے ساقط ہونے کی وجہ سے انہیں ضعف اور مرض لاحق ہو گیا۔

ابوالعاص کا بھائی کنانہ (جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا) لوگوں سے لڑنے کو تیار ہوا لیکن وہ لوگ اس سے بہت دور تھے، ابوسفیان دور کھڑا ہوا کنانہ بن ربیع سے گفتگو کرنے لگا اور پکار پکار کر کہا "ہم آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، اپنے اونٹکو روک لو" ابوسفیان ان کے بالکل قریب آیا اور کہا "اے کنانہ ابن الربیع! تو نے درست کام نہیں کیا، تو علی الاعلان اس عورت کو لوگوں کے سامنے لے کر نکلا حالانکہ تجھے اس مصیبت کا علم تھا، جو ہمیں لاحق ہوئی تھی، اور تجھے محمد ﷺ کے ہم پر حملہ کا علم بھی ہے، لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ یہ مصیبت ہمیں بزدلی کی وجہ سے پہنچی ہے، اور اب ہم کمزور اور شکستہ دل ہو چکے ہیں، بخدا ہمیں زینبؓ کو اس کے والد کے پاس جانے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن جب آوازیں ماند پڑ جائیں گی اور یہ لوگ باتیں کرنے لگیں گے کہ ہم نے اسے واپس کر دیا ہے تو خاموشی سے اسے لے جانا اور اس کے والد سے ملا دینا۔"

جب ہند بنت ربیعہ کو اس سارے واقعہ اور حضرت زینبؓ کی واپسی کا علم ہوا تو انہیں بہت دکھ ہوا، وہ اپنی قوم کا مذاق اڑانے لگی اور انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا "کیا ایک عورت کے خلاف معرکہ لڑ رہے ہو؟ یہ بہادری یوم بدر میں کیوں نہ تھی؟......"

افی السلم اعیار جفاء وغلظة

وفی الحرب اشباه النساء العوارک

"امن کے موقع پر سخت اور پچھاڑنے والے بہادر گدھے بن جاتے ہیں جب کہ لڑائی میں پردہ نشین عورتوں کے مثل ہو جاتے ہو۔"

یعنی امن کے موقع پر غصہ بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ تو کرتے ہو، لیکن جنگ میں شریف عورتوں کی طرح شریف بن جاتے ہو۔

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مقام ''ذی طویٰ'' تک پہنچ چکی تھیں لیکن ان کے خالہ زاد ربیع ابن کنانہ مجبور تھے کہ انہیں واپس مکہ لائیں، کیونکہ ان کا حمل بھی ضائع ہو چکا تھا اور کمزوری اور ناتوانی کا شکار تھیں، کچھ دن وہ گھر میں رہیں، آرام کیا پھر سفر شروع کیا، یہاں تک کہ مدینہ کے قریب زید بن حارثؓ اور ان کے ساتھ موجود صحابی سے ان کی ملاقات ہوئی اور آپ مدینہ پہنچ گئیں، یہ تمام حالات حضور ﷺ تک پہنچ چکے تھے، ان پر آپ غمگین بھی تھے اور غضب ناک بھی......اور آپؐ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تکلیف کا بدلہ لینے کا حکم بھی فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا، میں بھی اس میں شامل تھا، آپ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اگر تم ہبار ابن الاسود اور نافع بن عبد قیس کو پکڑو تو ان دونوں کو جلا دو'' آپؐ نے اگلے دن ہمیں بلایا اور فرمایا ''میں نے تمہیں ان دونوں آدمیوں کے جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کے لئے کسی کو آگ کا عذاب دینا ٹھیک نہیں، اگر تم ان دونوں کو پکڑو تو قتل کر دو۔'' (ابن ابی شیبہ ۱۲/۳۸۹)

مدینہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے بچوں کے ساتھ اپنے والد ﷺ کی سرپرستی میں زندگی گذارنے لگیں، حضور ﷺ ان سے ملاقات کرتے، اپنے نواسے اور نواسی کو پیار کرتے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی کبھی کبھی مسجد میں حاضر ہوتیں اور دیکھتیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے امور میں مصروف ہیں، اور آپ کی دعوت بجلی کی رفتار سے دنیا کے ملکوں میں پھیلتی جا رہی ہے، لیکن مکہ اور مدینہ والوں کے درمیان دشمنی بڑھتی جا رہی تھی، مسلمان ان تکالیف کو فراموش نہ کر سکے تھے جو انہیں قریش کے سرداروں کے ہاتھ سے پہنچی تھیں، دشمنی بدستور قائم تھی اور انتقام کے موقع کا انتظار کیا جا رہا تھا، مسلمان صحراؤں کا چکر لگایا کرتے تھے تاکہ شام سے آنے یا شام کی طرف جانے والے کسی کافر کو پکڑ لیں، اور

Marfat.com

''اے لوگو!...... جو میں نے سنا ہے وہ تم نے سنا ہے؟''۔

لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، یہاں تک کہ میں نے بھی وہی سنا جو تم نے سنا ہے، مسلمانوں کا ادنیٰ ترین شخص بھی پناہ دے سکتا ہے، اور تحقیق جس کو زینبؓ نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔''
(البیہقی ۹/۹۵)

پھر رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے، حضرت زینب نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اے میری بیٹی! اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لیکن وہ آپ کے بارے میں بے لوث نہ ہونے پائے کیونکہ اب آپ اس کے لئے حلال نہیں ہیں۔ (المستدرک ۳/۲۳۶)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص رضی اللہ عنہ پہ احسان

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زینبؓ کو ساری بات سنائی، کہ وہ مسلمان ہو کر نہیں آئے، بلکہ وہ تو کسی اور کام کے لئے آئے ہیں، یعنی صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے تجارت کی غرض سے شام سے واپس آرہے تھے، ان کے ساتھ کچھ قریشی مرد بھی تھے اچانک مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کر دیا جس میں زید بن حارثؓ بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک سو ستر آدمی تھے، انہوں نے قریشیوں سے سارا مال چھین لیا، اور قریشی قتل کے خوف سے اور یہ بھی ڈرتے ہوئے اپنی خالہ کی بیٹی کے گھر میں پناہ گزین ہوئے ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، میں اپنی خالہ کے بیٹے اور علی اور امامہ کے والد کو خوش آمدید کہتی ہوں۔''

جب سورج خوب روشن ہو گیا، حضور ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا جو ابوالعاص کو مسجد میں لے آئے، یہاں حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے، ان کے ساتھ وہ آدمی بھی تھے جنہیں ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا مال حاصل ہوا تھا، حضور ﷺ نے

Marfat.com

ان سے کہا:

''اس آدمی کا جو مقام ہمارے نزدیک ہے وہ تم جانتے ہو، تمہیں اس کا مال حاصل ہوا ہے، اگر تم احسان کرو اور اس کا مال اس کو واپس کردو تو تمہیں میری محبت حاصل ہوگی، اور اگر تم انکار کرو تو یہ اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والا مال غنیمت ہے، اور تم اس کے حق دار ہو۔''

(المستدرک ۳/۲۳۷)

ایک صحابی نے ابو العاص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اے ابو العاص! تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا اور اللہ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتا کہ اس نے تیرا مال تجھے واپس کردیا ہے'' ابوالعاص نے جواب دیا ''یہ تو اسلام شروع کرنے کا بہت برا طریقہ ہے کہ میں امانت میں خیانت کروں، اور مال ایک امانت ہے جس کا اس کے مالکوں کو واپس کرنا ضروری ہے۔''

صحابہ کرام حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم ابو العاص کا مال واپس کر رہے ہیں'' اور وہ سب جلدی جلدی ان کا مال واپس کرنے لگے، یہاں تک کہ اگر کوئی ڈول، چھوٹا برتن یا پرانا مشکیزہ بھی لایا تھا، اسے بھی واپس کردیا کسی نے اپنے پاس کچھ نہ چھوڑا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ فرماتے ہوئے رخصت کیا ''اس نے مجھ سے گفتگو کی، سچ بولا، مجھ سے وعدہ کیا اور وعدہ پورا کیا۔''

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی قبولیت اسلام کا واقعہ

ابوالعاص قریش کے پاس ان کا سارے کا سارا مال لے کر پہنچے جس میں ایک چیز بھی کم نہ تھی، ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ لے لیا، لوگوں نے انہیں کہا کہ بتا تو سہی کہ آخر کس طرح تو نے یہ سارا مال یثرب والوں سے واپس لے لیا، ابوالعاص نے جواب دیا ''تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں'' لوگوں نے کہا ''ہم خاموشی سے تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمارے مال پورے پورے واپس کردیے۔''

Marfat.com

''ایک اور بات ہے'' ابوالعاص گویا ہوئے۔

''اے ابن الربیع! وہ کیا ہے؟ ہم نے آپ کو معزز وعدہ پورا کرنے والا پایا ہے''

لوگوں نے کہا، ابوالعاص نے کلمہ شہادت کی گواہی دی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا اعلان کیا اور لوگوں سے کہا ''خدا کی قسم مجھے اسلام سے صرف اس بات نے روکا کہ تم میرے بارے میں بدگمانی کروگے کہ میں نے اسلام کا ارادہ تمہارے مال کھانے کی غرض سے کیا ہے، جب اللہ نے تمہارے مال تمہیں ادا کر دیئے تو میں فارغ ہو گیا ہوں اور اسلام لایا ہوں......'' لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، پھر اپنے مالوں کے پاس آئے تاکہ اس بات کا یقین کر لیں کہ کہیں ابوالعاص نے مال میں کوئی کمی تو نہیں کی، اس لوگوں کے نزدیک ابوالعاص کا اسلام زیادہ اہمیت کا حامل نہ تھا، کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے یثرب کا سفر شروع کر چکے تھے۔

ابوالعاص ؓ نے اپنے مال و سامان وغیرہ کو جمع کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، مکہ میں موجود قریش کے باقی ماندہ سرداروں سے کوئی بات نہ کی، جب مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو مسلمان انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہیں مبارک باد دی کہ انہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں ملنے کا فیصلہ کر لیا ہے، وہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لائے، حضور ﷺ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور ابوالعاص کو لے کر اپنے گھر چل پڑے۔

حضرت زینبؓ کے نکاح کی تجدید اور وفات

حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا اور دو گواہوں اور ایک ولی کی موجودگی میں نکاح جدید کروایا...... بعض مؤرخین کے نزدیک پہلے نکاح کو ہی لوٹایا تھا۔

حضرت ابوالعاصؓ زینبؓ اور ان کے بچے علی اور امامہ جمع ہو گئے، اس تعلق کو ایک سال گزرا تھا کہ سن ۸ ہجری شروع ہو گیا، حضرت زینبؓ اس واقعہ سے ابھی تک متاثر تھیں جو انہیں پہلی مرتبہ مدینہ آتے ہوئے پیش آیا تھا، ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور وہ چٹان پر گر گئی تھیں، وہ اس تکلیف کو محسوس کرتی رہیں، مرض بڑھتا رہا، کوئی علاج و معالجہ اور ابوالعاص کی

Marfat.com

تیمارداری ؤدیکھ بھال راس نہ آئی، حضرت زینبؓ بستر پر پڑی اللہ کے امر کا انتظار کرنے لگیں یہاں تک کہ آخری وقت آیا اور وہ دارِ آخرت کی طرف منتقل ہوگئیں۔

حضور ﷺ غمگین دل کے ساتھ تشریف لائے، ان کے لئے دعا کی، عورتوں کو نصیحت کی کہ ان کو طاق عدد میں غسل دیں اور آخر میں انہیں کافور خوشبو لگائیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ حضور ﷺ نے پڑھائی پھر مدینہ میں موجود صحابہ کرام نے انہیں آخری گھر میں منتقل کردیا، اللہ تعالیٰ حضرت زینبؓ پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔

حضرت زینبؓ کی اولاد کا اجمالی تعارف

ابوالعاصؓ نے حضرت زینبؓ کی وفات کے بعد چار سال مسلمانوں کے ساتھ گذارے، ان کی لڑائی میں دشمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے، انہیں اپنے بچوں علی اور امامہ کو دیکھ کر حضرت زینبؓ کی جدائی کا افسوس ہوتا، اکثر اوقات وہ دونوں بچے اپنے نانا کے پاس جایا کرتے تھے، امامہ چھوٹی تھیں، حضور ﷺ انہیں اپنے ساتھ مسجد میں لے جایا کرتے تھے، حضور ﷺ کو امامہ میں حضرت زینبؓ کی صورت نظر آتی تھی، حضور ﷺ حضرت امامہ کو اپنے کندھے پر سوار کرتے، اسے نماز پڑھواتے، جب سجدہ کرتے تو انہیں اتار دیتے، جب سجدہ سے فارغ ہوجاتے تو پھر اٹھالیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کو ایک تحفہ پیش کیا گیا جس میں عقیق یا سنگ سلیمانی کا نگینہ تھا، حضور ﷺ نے فرمایا "میں اسے اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب انسان کو دوں گا" عورتوں نے کہا "یہ بنت ابی قحافہ (حضرت عائشہؓ) کو ہی ملے گا"، لیکن حضور ﷺ نے امامہ بنت زینبؓ کو بلایا اور ان کے گلے میں ڈال دیا۔"

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۱۳ ہجری ذوالحجہ کے مہینہ میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنی بیٹی امامہ کی وصیت اپنے ماموں زاد حضرت زبیر بن عوام ابوعبداللہ کے لئے کی تھی، علی بن ابوطالب نے امامہ کی خالہ

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت امامہؓ کا رشتہ طلب کیا، وہ ان کے ساتھ ہی رہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر امامہؓ کو شدید غم وحزن لاحق ہوا، ان کے غم کی عکاسی ایک جلیل القدر صحابیہ ام ہیثم نخعیہؓ نے اس انداز میں کی ہے:

اشــاب ذئــوابتــی اذال رکبــی

امــامة حیــن فــارقــت الـقــریـنـا

تــطیف بـــه لــحــاجتهــا الیـــه

فــلــمـــا استـیــأ ســت رفعت رهینا

''میرے بال سفید ہو گئے اور میرے کندھے جھک گئے، جب سے امامہ نے اپنے ساتھی سے جدائی اختیار کی، اور اپنی ضرورت کی وجہ سے اس کے گرد چکر لگاتی تھی، جب وہ مایوس ہو گئی تو اس کو رہن رکھوا دیا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت امامہؓ کو فرمایا تھا ''اگر آپ کو کسی خاوند کی ضرورت ہو تو میں آپ سے مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب کے بارے میں راضی ہوں۔''

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، حضرت مغیرہؓ نے حضرت امامہؓ سے کہا:

''اگر آپ اپنا معاملہ میرے حوالے کر دیں؟''

''ٹھیک ہے'' حضرت امامہؓ نے جواب دیا۔

تو میں نے آپ سے شادی کر لی'' حضرت مغیرہ رضی اللہ نے جواب دیا۔

پھر حضرت امامہؓ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی، باقی رہے حضرت علی بن زینب رضی اللہ عنہما...... تو ان کا انتقال صغر سنی میں ہو گیا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت امامہؓ کی وفات کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نسل آگے نہ بڑھ سکی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی دوسری لخت جگر

سیدہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا

سیدہؓ کی ولادت اور ابتدائی حالات

سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی کا نام رقیہ ہے ان کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن رسہ بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں۔ یعنی جناب زینبؓ کی حقیقی بہن ہیں۔

نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ ابن زبیر اور اُن کے چچا مصعب کا خیال ہے کہ حضرت رقیہ سب صاحبزادیوں میں چھوٹی تھیں چنانچہ جرجانی نساب نے اسی قول کو صحیح جانا ہے لیکن ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت زینبؓ بڑی صاحبزادی تھیں اور منجھلی صاحبزادی رقیہ ابوالعباس محمد بن اسحاق سراج بروایت عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس برس کے تھے جب حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں اور تینتیسویں سال حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی۔ بہرحال ارباب سیر نے حضرت رقیہ کو منجھلی صاحبزادی قرار دیا ہے۔

ابولہب کے بیٹے سے نکاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت رقیہ کا پہلا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرف نبوت پر فائز ہوئے تو قریش کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ قریش نے منجملہ اور تکلیف پہنچانے کی یہ صورت بھی اختیار کی کہ

Marfat.com

حضرت ابوالعاص سے کہا کہ تم زینبؓ بنت محمد کو طلاق دے دو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب قریش نے حضرت ابوالعاص سے یہ دندان شکن جواب سنا تو اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر عتبہ کے پاس گئے اُن سے بھی یہی کہا کہ تم رُقیہ بنت محمد کو طلاق دے دو۔ اور قریش کی جس لڑکی سے کہو شادی کرا دیں عتبہ نے منظور کیا اور کہا کہ سعید ابن العاص کی لڑکی سے میرا نکاح کرا دو اس پر قریش بخوشی راضی ہو گئے، اور کیوں نہ ہوتے یہ تو اُن کا عین منشا تھا کہ جس طریقہ سے ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی وجسمانی تکالیف پہنچائیں چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دے دی۔

لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درجۂ نبوت پر فائز ہوئے اور سورۃ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی تو ابولہب اور اُس کی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تم نے رقیہ بنت رسول اللہ کو طلاق نہ دی تو میری زندگی، اور تمہارے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ عتبہ نے بہ تعمیل حکم والدین حضرت رُقیہ کو طلاق دے دی۔

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عتبہ سے صرف آپ کا عقد ہوا تھا۔ ہنوز رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ طلاق وقوع میں آئی۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کا ایک مخصوص انعام تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا قبولِ اسلام

اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اسلام لائیں اور بیعت اس وقت کی جب اور عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف بیعت حاصل کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اور حضرت رُقیہؓ سے عقد کا عجیب واقعہ

حضرت عثمان اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ "میں خانہ کعبہ کے صحن میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہً کسی آدمی نے آ کر مجھے یہ اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد عتبہ بن

Marfat.com

ابولہب سے کر دیا چونکہ حضرت رقیہ حسن و جمال اور اپنے قابل رشک اوصاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھیں اس لئے میرا رجحان خاطر ان کی طرف تھا جب یہ خبر میرے گوش گزار ہوئی تو حسرت و یاس کی کالی گھٹائیں دل پر چھا گئیں ہاتھ پاؤں پھول گئے اپنی شومیٔ قسمت پر رنجیدہ ہوا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا تدبیر کروں جو مجھے منزل مقصود تک پہنچائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ کے اشعار

اس خبر سے میں ایسا مضطرب ہو گیا کہ اُس جگہ نہ ٹھہرا اور گھر پہنچا زہے نصیب اتفاق سے گھر میں میری خالہ سعدہ تشریف رکھتی تھیں جو کہانت میں ماہر تھیں مجھے دیکھتے ہی بے ساختہ بولیں۔

ابشر وحييت ثلاثا وترا
ثم ثلاثا وثلاثا اخرىٰ
ثم باخرىٰ كى تتم عشرا
لقيت خيرا ووقيت شراً
انكحت واللہ حصانا زاھراً
وانت بكر ولقيت بكرا
وافيتها بنت عظيم قدراً

"(اے عثمان) تمہیں مژدہ ہو اور تم پر تین مرتبہ سلام پہنچے پھر تین مرتبہ اور پھر تین مرتبہ۔ پھر ایک مرتبہ سلام پہنچے تا کہ دس پورے ہو جائیں۔ (خدا کرے) تم کو بھلائی نصیب ہو اور برائی سے بچائے جاؤ خدا کی قسم تم نے ایک عفت مآب حسینہ و جمیلہ خاتون سے نکاح کیا تم بھی ناکتخدا اور ناکتخدا ہی تم کو مل گئی۔ ایک بڑے عظیم القدر جلیل المرتبہ شخص کی بیٹی تم نے پائی۔"

مجھے اُن کی ایسی گفتگو سے سخت تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا خالہ یہ آپ کیا کہہ رہی

Marfat.com

ہیں۔ فرمایا:

عثمان یا عثمان یا عثمان
لک الجمال ولک الشان
ھذا نبی معہ البرھان
ارسلہٗ بحقہ الدیان
وجاءہ التنزیل والفرقان
فاتبعہ لا یغرنک لا وثان

''عثمان اے عثمان، تم صاحب جمال ہو اور صاحب شان۔ یہ نبی صاحب برہان ہیں وہ رسول برحق ہیں جن کو خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اُن پر فرقان یعنی قرآن نازل ہوا ہے۔ اُن کی اتباع کرو اور بتوں کے فریب میں نہ آؤ۔''

خالہ کی گفتگو اور حضرت عثمان ؓ کی پریشانی

میں اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا اور پھر میں نے کہا کہ ذرا تفصیل وتشریح کے ساتھ فرمایئے تو فرمایا:

ان محمدٌ بن عبداللہ رسول اللّٰہمن عنداللّٰہ جاء تبنزیل اللّٰہ یدعوا بھاالیٰ اللّٰہ مصباحۂ مصباح ودینہٗ فلاح ما ینفع الصیاح ولو وقع الذباح وسلت الصفاح ومرت الرماح۔

''محمدؐ بن عبداللہ جو خدا کے رسول اور قرآن لے کر آئے ہیں خدا کی طرف بلاتے ہیں اس کا چراغ دراصل چراغ ہے اس کا دین ذریعہ فلاح ہے قتل وقتال شروع ہوگا اور تلواریں کھینچ کے جائیں گی اور برچھیاں تن جائیں گی۔ اس وقت شور وغل کوئی نفع نہ دے گا۔''

اُن کی یہ گفتگو میرے دل پر مؤثر ہوئی اور میں اُس کے مال کار پر غور وفکر کرنے لگا

Marfat.com

حضرت ابو بکرؓ کے پاس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا دو روز کے بعد میں اُن کے پاس گیا اس وقت اُن کے نزدیک کوئی شخص نہ تھا میں متفکر و پریشان بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے دریافت کیا کہ تم آج متفکر کیوں ہو، چونکہ وہ میرے رفیق تھے میں نے اُن سے اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل بیان کیا۔ فرمایا کہ اے عثمان تم ایک سمجھ دار آدمی ہو اگر تم حق و باطل کی کوئی تمیز نہ کرو تو بے حد تعجب ہے، تمہاری قوم ان بتوں کی پرستش کرتی ہے۔ کیا یہ بُت پتھر کے نہیں ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، میں نے کہا بے شک آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے عثمان! بے شک خدا کی قسم تمہاری خالہ نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ محمدؐ بن عبداللہ خدا کے رسولؐ ہیں جنہیں خدا نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے بھیجا ہے۔ پس کیا حرج ہے اگر تم اُن کے پاس چلو اور جو کچھ وہ فرمائیں سنو، چنانچہ میں آنحضرتﷺ کی خدمت میں گیا (ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس گفتگو کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی وہاں تشریف لے آئے) آپؐ نے فرمایا:

"اے عثمان خدائے تعالیٰ تم کو جنت کی طرف بلاتا ہے تم اس کو قبول کرو۔ میں خدا کا رسول ہوں جو تمہارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔"

خدا ہی جانے آپ کے جملوں میں کیا اثر تھا کہ میں بے قابو ہو گیا اور میں نے بے اختیار اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا لَّرَسُوْلُ اللّٰهِ، کہا اور مسلمان ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد مکہ میں حضرت رقیہؓ سے میرا عقد ہو گیا۔

حضرت رقیہؓ کی حبشہ کو ہجرت

۵ ھ نبوت میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

اسماء (ذات النطاقین) بنت ابی بکر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اور حضرت ابوبکرؓ غار میں تشریف رکھتے تھے اور میں غار میں کھانا لے کر جایا کرتی تھی ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی آپؐ نے حبشہ جانے کی اجازت دی اس لیے آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ اس کے بعد میں نے کھانا لے کر گئی تو آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا کہ عثمان اور رقیہ گئے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں گئے آپ نے میرے والد ابوبکرؓ سے فرمایا:

"لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے کفار کی ایذا رسانی کے باعث مع اپنی بیوی کے وطن کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی۔"

حضرت رقیہؓ حبشہ سے مکہ واپس آئیں لیکن مکہ کی حالت پہلے سے زیادہ خراب تھی وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا تو پھر حبشہ چلی گئیں۔

چونکہ وہاں ایک عرصہ تک قیام رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی خیریت کے متعلق کوئی خبر نہ ملی اس لئے متفکر تھے کہ اتفاق سے ایک عورت حبشہ سے آئی۔ تو اُس سے آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ کا حال دریافت فرمایا عورت نے کہا جی ہاں میں نے دونوں کو دیکھا ہے وہ خیریت سے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی جانب سے اطمینان ہوا تو فرمایا:

"رحمهما الله ان عثمان من هاجر باهله"

"خدا ان دونوں پر رحم فرمائے۔"

مدینہ کی طرف ہجرت

عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔ باھلہٖ کے بعد صاحب اصابہ کہتے ہیں۔ یعنی مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّة، اس سے مراد یہ تھی کہ اُمت میں پہلے شخص ہیں۔ لیکن ان الفاظ کی تاویل مناسب نہیں ہے کیونکہ پہلی روایت مذکور ہو چکی ہے۔ لوطؑ اور ابراہیمؑ کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر ہجرت کی۔

حبشہ میں ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے مکہ کی طرف

Marfat.com

مراجعت کی اور بہت تھوڑے دن قیام کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے۔

سیدہؓ کی علالت ووفات

مدینہ منورہ پہنچ کر ۲ھ میں حضرت رقیہؓ کی صحت خراب ہو گئی۔ چیچک نکل آئی (صاحب تاریخ الخمیس صفحہ ۳۱۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ کے کنکری لگ گئی تھی جس سے وہ بیمار ہو گئیں) بہر حال وہ اس قدر بیمار ہوئیں کہ صاحب فراش ہو گئیں چونکہ یہی زمانہ جنگِ بدر کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی تیاری میں مشغول تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اُن کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا۔ اور آپ خود جنگ بدر میں تشریف لے گئے۔

رمضان المبارک کا زمانہ تھا۔ ہجرت کو ایک سال سات مہینے گزر چکے تھے کہ حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ عین اس وقت جبکہ حضرت رقیہؓ کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی زید بن حارث فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ میں داخل ہوئے اس لحاظ سے آپ کی وفات ۲ھ ہی میں ہوئی۔

سیدہؓ کی اولاد

حبشہ کے دوران قیام میں حضرت رقیہؓ کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام عبداللہ تھا اور عبداللہ ہی کے نام سے حضرت عثمان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

اس ولادت سے قبل ہجرت اولیٰ میں حضرت رقیہ کا ایک حمل ساقط ہو چکا تھا۔

عبداللہ کی ہنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے اُن کی آنکھ میں چونچ ماردی جس سے تمام چہرہ ورم کر آیا اور نظام جسم میں فساد پیدا ہو گیا آخر اسی صدمہ سے جمادی الاولیٰ ۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان نے قبر میں اُتارا۔ عبداللہ کے بعد حضرت رقیہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

Marfat.com

سیدہؓ کے عام حالات

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر حضرت رقیہؓ کی وفات کا حال بیان کیا گیا۔ تو آپؐ نے صبر وشکر کے ساتھ فرمایا "الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون" عثمان بن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی اُن کے پاس چلی جاؤ۔ (عثمان بن مظعون ایک جلیل القدر اور مقتدر رکن ملت صحابی تھے مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ میں انتقال کیا تھا)۔ آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر تمام عورتیں حضرت رقیہؓ کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ بھی آ گئے تھے عورتوں کو روتا ہوا دیکھ کر تنبیہ وتہدید فرمانے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ دو کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت پہنچے تو شیطان کی تحریک سمجھنا چاہیے۔

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت رقیہؓ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا:

الحمد للّٰہ دفن البنات المکرمات.

"سب تعریفیں خدا کے واسطے ہیں بزرگ بیٹیاں دفن کی گئیں۔"

ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت فاطمہؓ (حضرت رقیہؓ کی چھوٹی بہن) حضرت رقیہؓ کی قبر کے کنارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں بیٹھ کر رونے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے گوشوں سے اُن کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اسی روایت کا ذکر میں نے محمد بن عمر سے کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رقیہؓ کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں تشریف رکھتے تھے۔ بوقت دفن شریک نہ تھے۔ پس گمان غالب یہی ہے کہ یہ روایت کسی دوسری صاحبزادی کے بارے میں ہوگی جس کے دفن میں آپ شریک ہوں گے راوی کو غلط فہمی ہوئی اور اگر کوئی مغالطہ نہیں ہوا تو یہ بہت ممکن ہے کہ آنحضرت صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم بدر سے مراجعت فرما کر قبر پر تشریف لے گئے ہوں اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو۔

سیدہؓ کا حُسن و جمال

حضرت رقیہؓ بہت خوب صورت اُور موزوں اندام تھیں درّ المنثور میں لکھا ہے۔ کہ "کانت ذات جمال بارع" یعنی وہ بہت حسینہ وجمیلہ خاتون تھیں۔ حبشہ کا ایک گروہ آپ کے حسن وجمال سے تعجب کرتا تھا، اس گروہ نے آپ کو بہت اذیتیں پہنچائیں۔ آپ نے اُن لوگوں کے لیے بددعا کی اُور وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے۔

حضرتِ عثمانؓ اپنی ہمدم، غمگسار، بیوی کے انتقال سے بہت مغموم ومحزون رہنے لگے ان دونوں میں خاصی محبت تھی "احسن الزوجین راء هما الانسان رقية وزوجها عثمان"

یہ مقولہ اُن کی شان محبت میں بولا جاتا تھا جو عرب میں اب بطورِ ضرب المثل کے استعمال کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی تیسری لختِ جگر

سیدہ حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا

آپؓ کا مختصر تعارف

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی کا نام اُمِّ کلثومؓ ہے آپ کی والدہ محترمہ حضرت زینبؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔

زبیرؓ کہتے ہیں اُمِّ کلثوم حضرت رُقیہؓ اور حضرت فاطمہؓ سے بڑی تھیں۔ دیگر اربابِ سیر نے زبیرؓ کے اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن صحیح اور قابلِ وثوق یہی ہے کہ حضرت رُقیہؓ سے چھوٹی تھیں اس لئے کہ جب حضرت رُقیہؓ کا انتقال ہو گیا تو رسول اکرمؐ نے حضرت اُمِّ کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ سے بیاہ دیا۔

اگر حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ سے بڑی ہوئیں تو بالضرور پہلے حضرت ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے ہوتا نہ کہ حضرت رقیہ کا۔ غالباً ارباب سیر نے زبیر کے قول کی تردید اسی قول پر کی ہوگی۔

ولادت اور ابتدائی حالات

آپؓ کا سال ولادت کسی کتب تواریخ و سیر میں مذکور نہیں ہے لیکن قیاس ہے کہ چھ سال قبل بعثت ولادت ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ حضرت رُقیہؓ کی ولادت سات سال قبل بعثت ہوئی اور حضرت فاطمہؓ کی ولادت پانچ سال قبل ہے۔ اور جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حضرت رُقیہ سے حضرت ام کلثومؓ چھوٹی اور حضرت فاطمہؓ سے بڑی ہیں تو لامحالہ ان دونوں

Marfat.com

کی ولادت کے درمیان کا زمانہ اُن کی ولادت کے لیے تسلیم کرنا پڑے گا۔

آپ کے حالات طفولیت بھی کتب تواریخ وسیر میں مذکور نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا پُر آشوب زمانہ تھا کہ معمولی حالات کا تاریکی میں رہ جانا کچھ تعجب خیز نہیں۔ اس لئے آپ کے زمانہ شادی کا حال لکھا جاتا ہے۔

قبولِ اسلام

حضرت امِ کلثومؓ اپنی والدہ مکرمہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اسلام لائیں۔ اور اپنی بہنوں کے ساتھ بیعت اس وقت کی، جب اور عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

آپؓ کا ابولہب کے بیٹے سے نکاح اور طلاق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رُقیہؓ کا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے اور حضرت اُمّ کلثومؓ کا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے قبل بعثت کر دیا تھا۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ ورسالت پر فائز ہوئے اور سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے ہر ایک بیٹے کو مخاطب کر کے کہا:

"راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنته"

یعنی میری زندگی اور میرا اُٹھنا بیٹھنا تم لوگوں میں حرام ہے اگر تم نے اُس کی (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بیٹی کو طلاق نہ دی۔

(جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے طلاق کا واقعہ اُن کے بیان میں لکھا جا چکا ہے) (اسی طرح) عتیبہ نے بھی اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ام کلثومؓ کو طلاق دے دی اس لحاظ سے اب دونوں کی طلاق کا زمانہ اور سبب ایک ہی ہوا۔ لیکن ان دونوں بہنوں کی رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی تھی کہ یہ طلاق وقوع میں آئی۔ اور یہ خدا کا مخصوص انعام واکرام تھا جو قبل رخصتی کے ایسا واقعہ پیش آیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت رقیہ کا عقد حضرت عثمان سے ہو گیا تھا جیسا کہ اُن کے

Marfat.com

بیان میں ذکر ہو چکا۔

مدینہ کی طرف ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے، تو اہل وعیال مکہ ہی میں مقیم رہے۔ لیکن جب مکہ کی حالت زیادہ نازک اور خطرناک ہوگئی تو حضرت سودہؓ و حضرت فاطمہؓ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگیں تو حضرت اُمّ کلثومؓ بھی اُن کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔

سیدہؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح

جب ۲ھ میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عثمانؓ اُس جانکاہ صدمہ سے بہت زیادہ مغموم ومحزون رہنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اے عثمان میں تم کو غم والم میں مبتلا پاتا ہوں، اس کا کیا سبب ہے حضرت عثمان نے عرض کیا یا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم غمگین و پریشان نہ ہوں تو کیا کروں مجھ پر وہ مصیبت پڑی جو کبھی کسی پر نہ پڑی ہو گی حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی وفات سے میری کمر ٹوٹ گئی حضور سے جو رشتۂ قرابت وابستہ تھا منقطع ہو گیا اب کیا چارہ ہے۔ ابھی اُن کی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ میں اپنی بیٹی اُمِ کلثوم کو اُسی مہر پر جو رقیہ کا تھا تمہارے عقد میں دوں۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاوّل ۳ھ میں حضرت ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمان سے کر دیا۔

آپؓ کی رخصتی

نکاح کے دو مہینے بعد جمادی الآخر ۳ھ میں رخصتی عمل میں آئی۔

اولاد:

آپ سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔

Marfat.com

سیدہؓ کی وفات

وفات تک مدینہ میں قیام رہا۔شادی کے پانچ سال گزرنے کے بعد شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔انصار کی عورتوں نے آپ کو غسل دیا اس میں اُمّ عطیہؓ بھی تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت ابوطلحہؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت فضلؓ بن عباس واسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اُتارا۔

سیدہؓ کے عام حالات

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اُمّ کلثومؓ کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا آپ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت رُقیہؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت عثمان سے کہا تم میری بیٹی حفصہ سے عقد کر لو لیکن حضرت عثمانؓ نے تامل کیا اور کوئی جواب نہیں دیا اس لئے کہ وہ سُن چکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ سے عقد کرنے کا خیال فرماتے ہیں، پھر جب رسول اکرم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا میں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر شوہر اور عثمانؓ کے لیے حفصہؓ سے بہتر زوجہ تلاش کر دوں پھر آپؐ نے حضرت حفصہؓ کو اپنے دائرۂ ازواج میں شرف بخشا، اور حضرت عثمانؓ کا عقد حضرت اُمّ کلثوم سے کر دیا۔

حضرت اُمّ کلثومؓ کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں تو ہر ایک لڑکی عثمانؓ ہی کے رشتۂ تزویج میں منسلک کرتا۔

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری سو لڑکیاں ہوتیں تو تین عثمانؓ کے عقد میں دیتا۔

حکیم محمود احمد ظفر ''امہات المومنین'' کے صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں:

''کسی شخص کی سگی اولاد کے بارے یہ کہنا کہ وہ اس کی اولاد نہیں، اس سے بڑی اذیت اور کیا ہو سکتی ہے؟ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی سگی بیٹیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کی

Marfat.com

بیٹیاں نہیں تھیں، اس سے زیادہ تکلیف اور ایذاء پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اور کوئی نہیں ہے۔

بعض حضرات یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں کہ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ اُم کلثومؓ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں تھیں لیکن آپ ﷺ نے انہیں (معاذ اللہ) ایک منافق اور فاسق کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔ چنانچہ نعمت اللہ جزائری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

''اختلاف کا عثمانؓ کے نکاح میں ان دونوں صاحبزادیوں کے یکے بعد دیگرے آنے کا کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ عثمان ان لوگوں میں سے تھے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بظاہر مسلمان اور بباطن منافق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے ظاہری احکام کے مکلف تھے جیسا کہ ہم ہیں اور آپ منافقین کے دلی طور پر مومن ہو جانے کے خیال سے ان سے میل جول رکھتے تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی ایمان کا ارادہ فرماتے تو بہت تھوڑے لوگ خالص مومن نکلتے، کیونکہ صحابہ کی غالب اکثریت اس زمانے میں منافق تھی۔'' (انوار النعمانیہ ج ۱ ص ۸۰۔ ایران)

میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور اُمت کے ذوالنورین کے بارہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچی ہوگی بلکہ عرش الٰہی بھی کانپ گیا ہوگا۔ جب ہم اپنا داماد کسی منافق یا فاسق کو نہیں بنا سکتے تو طاہر و مطہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں کو نفاق و فسق کی گندگیوں میں کیسے دھکیل سکتا ہے؟ کیونکہ انہی حضرات کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی پاک دامن بیٹی کا کسی فاسق کے ساتھ نکاح کرے، اس پر ہر روز ایک ہزار لعنت نازل ہوتی ہے اور اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف نہیں چڑھتا اور نہ ہی اس کی کوئی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے کوئی فدیہ یا معاوضہ قبول کیا جاتا ہے۔''

(ارشاد القلوب ج ۱ ص ۱۷۴۔ طبع بیروت)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی چوتھی لختِ جگر، اُم الحسنین، زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

سیدہؓ کی ولادت باسعادت

فاطمہؓ نام، زہرا لقب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں۔ سنہ ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ ابعثت میں پیدا ہوئیں۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئی۔ آپ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس بناپر بعضوں نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ سنہ ابعثت کے آغاز میں حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئی ہوں گی اور چونکہ دونوں کی مدت میں بہت کم فاصلہ ہے، اس لئے یہ اختلاف روایت ہو گیا ہوگا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے خانہ کعبہ کی جب تعمیر ہو رہی تھی پیدا ہوئیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبوت میں تقریباً ایک سال پیشتر پیدا ہوئیں۔

آپؓ کے القاب

آپ سیدۃ النساء عالم اور سردار نساء اہل جنت ہیں۔ آپ کے القاب، زہراء طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، بتول، ہیں۔

شیخ ابن حجر فاطمہ، بتول اور زہراء کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا نام فاطمہؓ اس وجہ سے ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والوں کو دوزخ کی آگ سے

Marfat.com

محفوظ رکھا۔

بتول کا لقب اس وجہ سے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی عورتوں سے فضل و دین اور حسب میں ممتاز تھیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح

حضرت فاطمہؓ جب مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور اگر سن البعثت کو ان کا سال ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ کی ہوئیں تو ذی الحجہ ۲ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی، آپؐ نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرأت کی، ان کو بھی آپؐ نے کچھ جواب نہیں دیا بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہؓ کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی، تو آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟ بولے کچھ نہیں۔

آپؐ نے فرمایا اور وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی؟ (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی)

عرض کی وہ تو موجود ہے۔

آپؐ نے فرمایا بس وہ کافی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس کو ۴۸۰ درہم پر فروخت کیا اور قیمت لا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں۔

زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سرمایہ تھا، وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک

Marfat.com

بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علی ﷜ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے نذر کیا۔ حضرت علی ﷜ اب تک آنحضرت ﷺ ہی کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں۔

سیدہؓ کے لئے مکان کا انتظام

حارثہ بن نعمان انصاریؓ کے متعدد مکانات تھے جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ان ہی سے کوئی مکان دلوا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کہاں تک، اب ان سے کہتے شرم آتی ہے۔

حارثہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے۔ خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے۔ غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس میں اٹھ گئیں۔

سیدہؓ کا جہیز

شہنشاہِ مدینہ ﷺ نے سیدۂ عالمؓ کو جو جہیز دیا، وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

حضرت فاطمہؓ جب نئے گھر میں جا چکیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے۔

ایک برتن میں پانی منگوایا دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی ﷜ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں اور ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا انتقالِ پُر ملال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ سال کی تھی کہ جناب رسالت پناہ ﷺ نے رحلت فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں، اس لئے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا۔

وفات سے پہلے ایک دن آنحضرت ﷺ نے ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں۔ وہ رونے لگیں۔ پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو کہا، پہلی دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آ کر ملو گی، تو ہنسنے لگی۔

وفات سے پہلے جب بار بار آپ ﷺ پر غشی ہوئی تو حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر بولیں "واکرب اباہ" ہائے میرے باپ کی بے چینی! آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔

حضور ﷺ کے انتقال پر سیدہؓ پر کیا گزری!

آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہؓ پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب تک زندہ رہیں، کبھی تبسم نہیں فرمایا۔

بخاری میں لکھا ہے کہ جب صحابہ نعش مبارک کو دفن کر کے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس ؓ سے پوچھا کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ پر خاک ڈالتے اچھا معلوم ہوا؟

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، ازواجِ مطہراتؓ یہ تمام بزرگ میراث کے مدعی تھے۔

حضرت فاطمہؓ کا بھی ایک قائم مقام موجود تھا چونکہ آنحضرت ﷺ کی جائیداد خالصہ جائیداد تھی اور اس میں قانونِ وراثت جاری نہیں ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں لیکن وقت یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کل کا کل صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اس بنا پر میں اس جائیداد کو کیونکر تقسیم کر سکتا ہوں؟

البتہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اہل بیت جس حد تک اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اب بھی اٹھا سکتے ہیں۔

صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اس گفتگو کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت قلق ہوا اور وہ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوئیں اور آخر وقت تک ان سے (اس موضوع پر) گفتگو نہیں کی۔ (طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ بعد کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے راضی ہوگئی تھیں)

حضور ﷺ کے وصال پر سیدہؓ کا مرثیہ

جب حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے ابا جان، جنہوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے، ہائے ابا جان! جن کی وفات کی خبر جبرائیل کو ہم دیتے ہیں۔"

جب حضور ﷺ کو روضۂ اطہر میں منتقل کر دیا گیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان سے کہا "اے انس! تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔" پھر وہ رو پڑیں اور یہ اشعار کہے:

اغبر آفاق السماء و کوّرت　　شمس النّهار واظلم العصران
فالارض من بعد النبی کئیبة　　اسفا علیه کثیرة الرجفان
فلتبکه شرق البلاد وغربها　　ولتبکه مضر و کل یمان
یا خاتم الرّسل المبارک ضوئه　　صلّی علیک منزل القرآن

Marfat.com

''آسمان کے کنارے گرد آلود ہو گئے، ان کا سورج لپیٹ لیا گیا، صبح وشام تاریک ہو گئے، زمین نبی ﷺ کی وفات کے بعد بنجر ہو گئی اور آنسو بہانے لگی، آپ ﷺ پر افسوس کرتے ہوئے، ان کی وفات پر زمین کے شرق و غرب کو اور قبیلہ مضر اور یمان سب کو رونا چاہئے۔ اے خاتم الرسل جن کی روشنی بڑی مبارک ہے آپ پر قرآن کا نازل کرنے والا رحمت نازل فرمائے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی قبر کے پاس کھڑی ہوئیں، مٹی کی ایک مٹھی کو اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگایا، رو پڑیں اور کہا:

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشعر مدی الزمان غوالیا
صبّت علی مصائبٌ لو انها صبّت علی الایام صرن لیالیا

''جس نے محمد ﷺ کی مٹی کو سونگھ لیا تو اگر وہ ساری زندگی کسی مدہوش کرنے والی چیز کو نہ سونگھے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھ پر ان کی وفات سے ایسی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ اگر وہ دنوں پر نازل ہوتیں تو دن رات میں تبدیل ہو جاتے۔''

حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کوئی مصیبت پیش آتی، آپ حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاتیں، اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتیں، گویا کہ حضور ﷺ ان کے سامنے کھڑے ہیں:

انا فقدنا ک فقد الارض وابلها وغاب مذغبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا لما نعیت وحالت دونک الکتب

''ہم نے آپ کو ایسے کھو دیا جیسے زمین اپنی تری کو کھو دیتی ہے۔ جب سے آپ جدا ہوئے وحی اور کتب بھی غائب ہو گئیں۔ کاش آپ سے پہلے موت ہم کو اُچک لیتی، جب آپ کی موت کی خبر آئی اور آپ کے سامنے ٹیلے آ جاتے۔''

Marfat.com

تمام اہل واقارب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غم میں شریک تھے۔ وہ سب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تعزیت اور اظہارِ ہمدردی کر رہے تھے، حضور ﷺ کی پھوپھی اروی بنت عبدالمطلب نے اپنے بھتیجے کے غم میں یہ اشعار کہے:

أفاطمه صلّى الله ربّ محمد — على حدث امسى بيثرب ثاويًا

كان على قلبى لذكر محمّدٍ — وما خفت بعد النّبى المكاويا

ابا حسن فارقته وتُركتهٔ — فبك بحزن آخر الدهر شاجيًا

"اے فاطمہ! محمد ﷺ کا رب اس شخص پر رحمت بھیجے جو یثرب میں آیا، میرے دل میں محمد ﷺ کی ہی یاد ہے اور مجھے نبی کے بعد گالی گلوچ کا خوف نہیں، تو نے ابوحسن کو چھوڑ دیا اور ان سے جدا ہوگئی، لہٰذا تو ہمیشہ خود کو غمگین کر کے رُلا۔"

سیدہؓ کی وفات

آنحضرت ﷺ کے انتقال کو ۶ ماہ گزرے تھے کہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی اور آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی، پوری ہوئی۔ یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی۔ اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا تھا۔

لیکن اگر دوسری رواتیوں کا لحاظ کیا جائے تو اس سے مختلف ثابت ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں ۲۴ سال ایک میں ۲۵ سال اور ایک میں ۳۰ سال مذکور ہے۔ زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت ۲۹ سال زیادہ صحیح ہے اگر ۴۱ (محمدی) کو سال ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سنہ نہیں ہوسکتا تھا البتہ اگر ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سنہ کو سال ولادت قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے کہ پانچ برس قبل نبوت پیدا ہوئیں تو اس وقت ان کا سنہ ۲۹ سال کا ہوسکتا ہے۔

سیدہ کی تدفین

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں خاص جدت کی گئی۔ عورتوں کے جنازہ پر

Marfat.com

جو آج کل پردہ لگانے کا دستور ہے، اس کی ابتدا ان ہی سے ہوئی۔ اس سے پیشتر عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا ہو جاتا تھا۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ کے مزاج میں انتہا کی حیا و شرم تھی اس لئے انہوں نے حضرت اسماءؓ بنت عمیسؓ سے کہا کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں۔

اسماءؓ نے کہا جگر گوشہ رسول، میں نے حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے۔ آپ کہیں تو اس کو پیش کروں۔ یہ کہہ کر خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ حضرت فاطمہؓ بے حد مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت زینبؓ کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا۔

سیدہؓ کی قبر مبارک

حضرت فاطمہؓ کی قبر کے متعلق بھی سخت اختلاف ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ وہ بقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئیں۔ ابن زبالہ نے یہی لکھا ہے اور مؤرخ مسعودی نے بھی اسی قسم کی تصریح کی ہے۔ مؤرخ موصوف نے ۳۳۲ھ میں بقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ فاطمہ زہراؓ کی قبر ہے۔ لیکن طبقات کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ وہ خاص اپنے مکان میں دفن کی گئیں۔ اس پر ابن شیبہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر پردہ دار جنازہ کی کیا ضرورت تھی؟

لیکن طبقات کی ایک روایت سے اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سلمٰی کے گھر میں بیمار ہوئی تھیں، وہیں انتقال کیا اور وہیں ان کو غسل دیا گیا۔ پھر حضرت علیؓ جنازہ اٹھا کر باہر لائے اور دفن کیا۔

آج حضرت فاطمہؓ کی قبر متفقہ طور پر دار عقیل ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ محمد لبیب بک بتونی نے جو ۱۳۲۷ھ میں خدیو مصر کے سفر حجاز میں ہمرکاب تھے اپنے سفرنامہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

Marfat.com

سیدہؓ کی اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں۔ حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ۔ محسنؓ نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ حضرت زینبؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور ام کلثومؓ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے نہایت محبت تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل باقی رہی۔

سیّدہ کا حلیہ مبارک

حضرت فاطمہؓ زہرا کا حلیہ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ اور رفتار بھی بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی۔

سیّدہؓ کا فضل وکمال

حضرت فاطمہؓ سے کتب حدیث میں ۱۸ روایتیں منقول ہیں۔ جن کو بڑے سے بڑے جلیل القدر صحابہؓ نے ان سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت سلمٰیؓ، اُمّ رافعؓ اور حضرت انسؓ بن مالک ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

تفقہ پر واقعات ذیل شاہد ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سفر میں گئے تھے، واپس آئے تو حضرت فاطمہؓ نے قربانی کا گوشت پیش کیا، ان کو عذر ہوا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اس کے کھانے میں کچھ حرج

Marfat.com

نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے ہاں گوشت تناول فرما رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا، آنحضرت ﷺ اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دامن پکڑا کہ وضو کر لیجئے۔ ارشاد ہوا بیٹی وضو کی ضرورت نہیں ہے، تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں۔

آپؓ حضور ﷺ کو محبوب تھیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین اولاد تھیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی.

"فاطمہؓ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جو اس کو ناراض کرے گا مجھ کو ناراض کرے گا۔"

ابوجہل کی لڑکی کو حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ بارگاہِ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضور ﷺ منبر پر چڑھے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

ان بنی هشام بن مغیره استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنتهم فانما هی بضعة منی یریبنی ما رابها ویؤذینی ما اذاها.

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۷)

آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے لیکن میں اجازت نہ دوں گا اور کبھی نہ دوں گا۔ البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ

Marfat.com

میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی مجھ کو اذیت دی۔

ان فاطمة منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینها ثم ذکر صهرا من بنی عبد شمس فاثنٰی علیه فی مصاهرته ایاه قال حدثنی فصدقنی وعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالًا ولا احل حرامًا ولٰکن واللّٰه لا تجتمع بنت رسول اللّٰه وبنت عدو اللّٰه ابدًا. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۸)

اس کے بعد ابوالعاص بن ربیع کا، جو آپ کے داماد تھے ذکر فرمایا، کہ اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچ کر کے دکھلا دیا اور جو وعدہ کیا وفا کیا اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا۔ لیکن خدا کی قسم ایک پیغمبر اور ایک دشمنِ خدا کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہؓ کی حیات تک حضرت علی ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔

سیدہ مقدس خواتین میں سرِ فہرست

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چند مقدس خواتین میں فرمایا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ قرار پائی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

کفاک من نساء العالمین مریم بنت عمران و خدیجة بنت خویلد وفاطمة بنت محمد وآسیة امرأة فرعون .

(ترمذی کتاب المناقب)

"تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریمؑ بنت عمران، خدیجہؓ بنت خویلد، فاطمہؓ بنت محمد (ﷺ) اور آسیہؓ فرعون کی بیوی کافی ہیں۔"

سیدہؓ کا زہد و عبادت

زہد و ورع کی یہ کیفیت تھی کہ گو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد

Marfat.com

تھیں اور اسلام میں رہبانیت کا قلع قمع بھی کر دیا گیا تھا اور فتوحات کی کثرت مدینہ میں مال وزر کے خزانے لٹا رہی تھی، لیکن جانتے ہو کہ اس میں جگر گوشۂ رسول ﷺ (حضرت فاطمہؓ) کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھوں کو اشک بار ہو جانا چاہیے۔

سیدہؓ کی خانگی زندگی

سیدۂ عالم کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے...... مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے...... گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو جاتے تھے...... چولہے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے...... لیکن بایں ہمہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لئے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ جانِ پدر، بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔

ایک دفعہ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ انہوں نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔

یوں کی ہے بسر اہل بیت مطہرؓ نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانامؐ تھا
(شبلی)

سیدہؓ کا فقر وفاقہ

صرف یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ خود ان کو آرائش یا زیب وزینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے۔ بلکہ اس قسم کی جو چیزیں ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھیں، ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ان کو سونے کا ہار دیا۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کیوں فاطمہ کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

Marfat.com

ایک دفعہ آپ ﷺ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے بطورِ خیر مقدم کے گھر کے دروازے پر پردے لگائے اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ آپ ﷺ حسبِ معمول حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے تو اس دنیوی ساز وسامان کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہ کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا۔ اور بچوں کے کنگن نکال ڈالے۔

بچے آپ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ میرے اہل بیت ہیں میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان زخارف سے آلودہ ہوں۔ اس کے بدلے فاطمہؓ کے لئے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ۔

صدق وراستی میں بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"ما رایت احدًا کان صدق بهجة من فاطمة الا ان یکون الذی ولدها صلی الله علیه وسلم."

"میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

آپؓ حد درجہ حیادار تھیں

حد درجہ حیادار تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کو طلب فرمایا تو وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ اپنے جنازہ پر پردہ کرنے کی جو وصیت کی تھی وہ بھی اسی بنا پر تھی۔

آنحضرت ﷺ سے نہایت محبت کرتی تھیں۔ جب وہ خورد سال تھیں اور آپؐ مکہ معظمہ میں مقیم تھے، تو عقبہ بن ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت میں ایک مرتبہ آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھ لا کر ڈال دی۔

قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی، وہ اگرچہ اس وقت صرف ۵/۶ برس کی تھیں، لیکن جوشِ محبت سے دوڑی آئیں اور اوجھ ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی آپ سے محبت

آنحضرت ﷺ بھی ان سے نہایت محبت کرتے تھے، معمول تھا کہ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

آپ ہمیشہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ میں کبھی کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہو جاتی تھی، تو آنحضرت ﷺ دونوں میں صلح کرا دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور صفائی کرا دی۔ گھر سے مسرور نکلے، لوگوں نے پوچھا، آپ ﷺ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی۔ اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا، میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرا دی ہے جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر کچھ سختی کی، وہ آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت لے کر چلیں۔ پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئے۔

حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا، بیٹی تم کو خود سمجھنا چاہئے کہ کون شوہر اپنی بی بی کے پاس خاموش چلا آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا، اب میں تمہارے خلاف مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی پھوپھی

سیّدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبدالمُطّلِب

سیدہؓ کی سعادت

یہ سعادت ہی کیا کم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی واحد پھوپھی تھیں جنہیں قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ مگر غزوۂ اُحد میں ان کے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بے مثال قربانی پر اس عظیم خاتون کے صبر واستقلال اور جذبۂ تسلیم ورضا نے انہیں رہتی دنیا کے لئے ایک مثال بنا دیا۔ عورت ذات سے اس قدر صبر واستقامت کی توقع نہیں کی جاسکتی اور صبر واستقامت دراصل شجاعت وبے خوفی کا ایک لازمہ ہے۔

غور فرمایئے، اُحد پہاڑ کے دامن میں عمِ رسولؐ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش اس حالت میں پڑی ہوئی تھی کہ مشرکین مکہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا تھا۔ اور روایات کے مطابق کلیجہ تک نکال کر چبانے سے گریز نہیں کیا تھا۔ یہ ایسا دردناک منظر تھا کہ دیکھنے والوں کے کلیجے منہ کو آتے اور دل دہل جاتے تھے۔ لیکن صفیہؓ خاتون نے جس شان کے ساتھ جا کر اپنے بھائی کی لاش پر سلامِ عقیدت پیش کیا وہ تاریخِ اسلام کے ماتھے کا جھومر ہے۔

پھر اس خاتون نے ۵ھ میں غزوہ بنو قریظہ کے دوران اپنی شجاعت کے نقوش تاریخِ اسلام پر ثبت کردیئے۔ اس حالت میں کہ وہ دیگر خواتین اسلام کے ساتھ قلعہ بند تھیں، مگر شجاعت ایک ایسا خداداد وصف ہے کہ اس نے اس موقعہ پر بھی اپنا رنگ جما کر دکھا دیا اور وہ یہودی جو جاسوسی مشن پر قلعہ کے اردگرد منڈلاتا پھرتا تھا، ایک خاتون کے ہاتھوں

Marfat.com

کس طرح جہنم واصل ہوا۔ آیئے تاریخ اسلام کی اس بہادر خاتون کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے۔

غزوۂ بنو قریظہ کی قلعہ بند مجاہدہ

غزوۂ احزاب (سن ۵ ہجری) میں سارے عرب کے مشرکین اور یہود نے متحد ہو کر مرکزِ اسلام پر یلغار کر دی تھی اور خاص مدینہ منورہ کے اندر یہودِ بنو قریظہ غداری کر کے اہل حق کی جانوں کے لاگو ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کیلئے یہ بہت بُری آزمائش تھی، لیکن آفریں، اللہ کے ان پاکباز بندوں پر کہ کیا مجال ایک لمحے کے لئے ان کے پائے استقامت میں لغزش آئی ہو۔ انہوں نے تو اپنی جانیں اور مال راہِ حق میں بیچ کر دیئے تھے اور زندگی کے آخری سانس تک کفر و شرک کے طوفانوں سے ٹکرانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ تاہم عورتوں اور بچوں کو گھر کے دشمنوں یہودِ بنو قریظہ کی دست درازی اور شر سے بچانا ضروری تھا۔ چنانچہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمان خواتین اور بچوں کو بنظرِ احتیاط انصار کے ایک قلعہ فارع یا اطم میں منتقل کر دیا اور حضرت حسانؓ بن ثابت (شاعر رسول اللہ) کو ان کی نگرانی پر مامور فرما دیا۔ قلعہ اگرچہ خاصا مضبوط تھا، لیکن پھر بھی یہ انتظام خطرے سے یکسر خالی نہ تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام جانثاروں کے ہمراہ جہاد میں مشغول تھے اور بنو قریظہ کے محلے اور اس قلعے کے درمیان کوئی فوجی دستہ موجود نہ تھا۔ انہی پُر آشوب ایام میں ایک دن ایک یہودی اس طرف آنکلا اور قلعے میں موجود لوگوں کی سن گن لینے لگا۔ حسن اتفاق سے ایک بوڑھی لیکن صحت مند خاتون نے اس یہودی کو دیکھ لیا، وہ اپنی خداداد فراست سے سمجھ گئیں کہ یہ شخص جاسوس ہے، اگر اس نے بنو قریظہ کے شریر النفس لوگوں کو جا کر بتا دیا کہ قلعے میں صرف عورتیں اور بچے ہیں تو ہو سکتا ہے وہ میدان خالی دیکھ کر قلعے پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے نگرانِ قلعہ حضرت حسانؓ سے کہا کہ باہر نکل کر اس یہودی کو قتل کر دیں۔

حضرت حسانؓ نے عذر کیا۔ اس کا سبب اہل سیر کے نزدیک ان کی جسمانی یا قلبی

Marfat.com

کمزوری تھی جو کسی مرض میں مبتلا رہنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے اس موقع پر یہ جواب دیا:

''میں اس یہودی سے لڑنے کے قابل ہوتا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتا؟''

وہ خاتون حضرت حسانؓ کا جواب سن کر فوراً اٹھیں، خیمے کی ایک چوب اکھاڑی قلعے سے باہر آئیں اور اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ یہودی کو قتل کرنے کے بعد انہوں نے حضرت حسانؓ سے کہا، جا کر اس کا سر کاٹ کر لاؤ، انہوں نے اس میں بھی عذر کیا تو بہادر خاتون نے خود ہی اُس کا سر کاٹ کر قلعے سے نیچے پھینک دیا۔ یہود بنی قریظہ کو کٹا ہوا سر دیکھ کر یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ چنانچہ انہیں قلعے پر حملہ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ علامہ ابن اثیرؒ جزری کا بیان ہے کہ پھر اس خاتون نے حضرت حسانؓ سے کہا: ''اب جا کر مقتول یہودی کا سامان اتار لو۔'' وہ بولے: ''مجھے اس کی خواہش نہیں۔'' ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی۔ چنانچہ سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔

یہ شیر دل خاتون جن کی شجاعت اور بے خوفی نے ایک بڑا خطرہ ٹال دیا اور تمام مسلمانوں عورتوں اور بچوں کو یہودیوں کے دستِ ستم سے بچالیا، بنو ہاشم کی چشم و چراغ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب تھیں۔

حضور ﷺ کی واحد مومنہ پھوپھی ہونے کا اعزاز

حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب کا شمار بڑی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ وہ ہالہ بنت وہیب (یا اہیب) بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ کے بطن سے تھیں۔ جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہیب بن عبد مناف کی چچا زاد بہن تھیں۔ اس رشتے سے وہ حضورؐ کی خالہ زاد بہن بھی ہوتی تھیں۔ شیرِ خدا حضرت حمزہؓ شہید

Marfat.com

اُحداُن کے حقیقی بھائی تھے۔ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب کی دوسری بیوی ...... بنت عمرو کے بطن سے تھے۔ اس رشتے سے حضرت صفیہؓ حضورؐ کی پھوپھی تھیں، اس لئے انہیں عمۃ النبی کہا جاتا ہے۔ حضورؐ کی دوسری پھوپھیوں، ام حکیم بیضاء، امیمہ، عاتکہ، عاتکہ، ...... کے اسلام کے بارے میں ...... میں اختلاف ہے، لیکن حضرت صفیہؓ کے، اسلام پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن اثیرؒ نے ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے۔ ''صحیح یہ ہے کہ ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی پھوپھی نے اسلام قبول نہیں کیا''۔

اگرچہ ابن سعدؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے عاتکہ ...... کو بھی اسلام لانے والی خواتین شامل کیا ہے۔ لیکن حضرت صفیہؓ ...... شرف پھر بھی باقی رہتا ہے کہ وہ دعوتِ حق کے آغاز ہی میں سعادت اندوزِ ایمان ہو گئیں اور سابقون الاولون کی اس مقدس جماعت میں شمار ہوئیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی ہے۔ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ولادت کے زمانے میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ اس لئے وہ قریب قریب حضورؐ کی ہم سن تھیں۔

زبیرؓ جیسے شیر دل بیٹے کی تربیت میں سیدہ صفیہؓ کا کردار

حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح حارث بن اموی سے ہوا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے انتقال کے بعد عوام بن خویلد قریشی الاسدی کے عقدِ نکاح میں آئیں جو اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھائی تھے۔ حواریٔ رسولؐ حضرت زبیرؓ ابن عوام انہی سے پیدا ہوئے۔ حضرت زبیرؓ ابھی کمسن ہی تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ اس وقت حضرت صفیہؓ بالکل جوان تھیں، لیکن اس کے بعد انہوں نے ساری زندگی بیوگی کے عالم میں کاٹ دی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگوں کو حق کی طرف رجوع کیا تو حضرت صفیہؓ نے بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ ہی ان کے سولہ سالہ فرزند حضرت زبیرؓ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

حضرت صفیہؓ نے زبیرؓ کی تربیت نہایت عمدہ طریق سے کی، اُن کی خواہش تھی کہ

Marfat.com

اُن کا فرزند بڑا ہو کر ایک نڈر بہادر سپاہی بنے۔ چنانچہ وہ حضرت زبیرؓ سے سخت محنت ومشقت کا کام لیتیں اور وقتاً فوقتاً زجروتوبیخ اور زدوکوب سے بھی گریز نہ کرتیں۔ حضرت زبیرؓ کے چچا نوفل بن خویلد ایک دن بھتیجے کو ماں کے ہاتھوں پٹتے دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور حضرت صفیہؓ کو سختی سے ڈانٹا کہ اس طرح تو تم بچے کو مار ڈالو گی۔ نوفل نے بنو ہاشم اور اپنے قبیلے کے بعض دوسرے لوگوں سے بھی کہا کہ وہ صفیہؓ کو بچے پر سختی کرنے سے روکیں۔ جب اُن کی سخت گیری کا چرچا عام ہوا تو انہوں نے لوگوں کے سامنے یہ رجز پڑھا۔

مَنْ قَالَ اِنِّی اُبْغِضُہٗ فَقَدْ کَذَبَ

اِنَّمَا اَضْرِبُہٗ لِکَیْ یَلَبْ

"جس نے یہ کہا کہ میں اس (زبیرؓ) سے بغض رکھتی ہوں اس نے غلط کہا،
میں اس کو اس لئے پیٹتی ہوں کہ عقلمند ہو۔"

وَیَھْزِمُ الْجَیْشَ وَیَاتِی السَّلَبَ

"اور فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "اصابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو لڑکپن میں ایک جوان اور قوی آدمی سے مقابلہ پیش آگیا۔ انہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے حضرت صفیہؓ سے شکایت کی تو انہوں نے معذرت کرنے کی بجائے لوگوں سے سوال کیا: "تم نے زبیرؓ کو کیسا پایا بہادر یا بزدل؟"

غرض ماں کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت زبیرؓ بڑے ہو کر ایک دلاور صف شکن اور عظیم شجاعت بنے۔ مبدأ فیض نے حضرت زبیرؓ کو یوں بھی فطرتِ سعید سے نوازا تھا، ماں کی تربیت نے اُن کی خوبیوں کو اور بھی چمکا دیا اور ان کے دل میں اسلام اور داعی اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زبیرؓ کی دلیرانہ شیفتگی کا عجیب عالم تھا بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن جب یہ افواہ سنی کہ حضورؐ کو نعیب دشمناں مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے یا شہید کر دیا ہے تو ایسے بے قرار ہوئے کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار سونت کر برق رفتاری سے آستانہ نبوی پر پہنچے۔ حضورؐ کو وہاں بخیریت موجود پایا تو جان

Marfat.com

میں جان آئی اور چہرہ فرطِ بشاشت سے گلنار ہو گیا۔ حضورؐ نے ان کی شمشیر برہنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''زبیرؓ یہ کیا ہے؟''

عرض کیا: ''یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میں نے سنا تھا، کہ آپ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ شہید کر دیئے گئے ہیں۔''

حضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟''

حضرت زبیرؓ نے بے ساختہ عرض کیا: ''یارسول اللہؐ خدا کی قسم میں اہل مکہ سے لڑ مرتا۔''

واقعاتِ ہجرت

۵ھ بعثت میں حضرت صفیہؓ کو اپنے محبوب لختِ جگر کی عارضی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا، قبول اسلام کے بعد دوسرے مسلمانوں کی طرح زبیرؓ بھی کفار کے جور و ستم کا ہدف بن گئے تھے، بالخصوص اُن کا چچا نوفل بن خویلد اُن پر بُرا ظلم و ستم ڈھاتا تھا۔ چنانچہ حضورؐ کے ایما پر پندرہ بلاکشانِ اسلام کا ایک قافلہ رجب ۵ھ میں حبش کی طرف ہجرت کر گیا، اس میں حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ ماں پر ان کی جدائی سخت شاق تھی، لیکن حضورؐ کے ایما اور بیٹے کی سلامتی کے خیال سے انہوں نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ فرزندِ عزیز کو کالے کوسوں دُور روانہ کر دیا۔ اُن مہاجرینِ راہِ حق کو حبش میں ابھی تین ہی مہینے گزرے تھے کہ انہوں نے ایک دل خوش کن خبر سنی۔ یہ کہ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے یا (ایک دوسری روایت کے مطابق) یہ کہ رسول اکرمؐ اور کفار کے درمیان مصالحت ہو گئی ہے۔ چنانچہ شوال ۵ھ بعد بعثت میں سب (یا ان میں سے اکثر) مہاجرین مکہ واپس آ گئے۔ ان میں زبیرؓ بھی تھے۔ جب وہ مکے کے قریب پہنچے، تو معلوم ہوا کہ یہ خبر بالکل غلط تھی، چنانچہ واپس آنے والے سبھی حضرات قریش کے کسی نہ کسی سردار کی پناہ حاصل کر کے مکے میں داخل ہوئے۔ علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام نے زمعہ بن الاسود کی پناہ حاصل کی۔ حضرت صفیہؓ اپنے لختِ جگر سے مل کر بہت خوش ہوئیں اور ان کے یوں اچانک بخیریت واپس

Marfat.com

آ جانے پر سجدۂ شکر بجالائیں کے میں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت زبیرؓ نے تجارت کا شغل اختیار کر لیا اور تجارتی قافلوں کے ساتھ شام آنے جانے لگے۔ اُسی زمانے میں حضرت صفیہؓ نے حضرت زبیرؓ کی شادی حضرت اسماءؓ بنتِ ابوبکر صدیقؓ سے کر دی یوں وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سمدھن بن گئیں۔

آپؓ کی ہجرت کا احوال

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے اپنے فرزند حضرت زبیرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارضِ مکہ کو الوداع کہہ کر عازمِ مدینہ ہوئے، تو حضرت زبیرؓ تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے۔ جب وہ شام سے مکے واپس آ رہے تھے تو راستے میں سرور عالمؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی جو مکے سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ (اپنے خسر) کی خدمت میں چند سفید کپڑے تحفۃً پیش کئے اور وہ یہی سفید کپڑے زیب تن فرما کر مدینے میں داخل ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے:

"زبیر ﷺ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر ﷺ کو سفید کپڑے پہنائے۔"

(بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبیؐ)

مکے واپس آنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت زبیرؓ نے اپنی والدہ حضرت صفیہؓ اور اہلیہ حضرت اسماءؓ بنتِ ابی بکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینے کی طرف ہجرت کی اور کچھ مدت قباء میں قیام پذیر رہے۔ وہیں سنہ ۱ھ (اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۲ھ میں) حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت صفیہؓ کے اس پوتے کی ولادت تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس لئے کہ ان کی ولادت سے پہلے کئی ماہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی اور یہود مدینہ نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے، اور ان کا سلسلۂ نسل منقطع کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ پیدا

Marfat.com

ہوئے تو مسلمانوں کو بے حد مسرت ہوئی اور انہوں نے جوشِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت صفیہؓ حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہی رہتی تھیں اور وہ ان کی دل وجان سے خدمت کرتے تھے

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر صفیہؓ کا بے مثال صبر واستقلال

غزوہ اُحد (سنہ ۳ ہجری) میں ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا گیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا، تو حضرت صفیہؓ ہاتھ میں نیزہ لئے مدینہ سے نکلیں۔ جو لوگ میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر مدینہ کی طرف آ رہے تھے ان کو شرم اور غیرت دلاتی تھیں اور نہایت غصے سے فرماتی تھیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیئے؟''

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو میدان جنگ کی طرف آتے دیکھا تو ان کے ثابت قدم فرزند حضرت زبیرؓ کو پاس بلا کر ارشاد فرمایا:

''صفیہؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔''

حضرت حمزہؓ مردانہ وار لڑتے ہوئے جبیر بن مطعم کے غلام بن حرب کے برچھے سے شہید ہو گئے تھے۔ ہند بنت عتبہ نے اپنے باپ عتبہ (مقتول بدر) کے ہوش انتقام میں اُن کی نعش کا مثلہ کیا تھا۔ یعنی ناک اور کان کاٹ ڈالے تھے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سیدالشہداءؓ کا پیٹ چاک کر کے اُن کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالا تھا۔ رسول اکرم نہیں چاہتے تھے کہ صفیہؓ اپنے محبوب اور شجاع بھائی کی لاش کو اس حالت میں دیکھیں۔ حضرت زبیرؓ نے اپنی ماں کو حضورؐ کے ارشاد سے مطلع کیا تو وہ اس کا سبب سمجھ گئیں، بولیں: ''مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں، لیکن میں صبر کروں گی اور انشاء اللہ ضبط سے کام لوں گی۔''

حضور ﷺ حضرت صفیہؓ کے جواب سے آگاہ ہوئے تو آپؐ نے انہیں شہید راہ حق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ وہ بادیدۂ پُرنم لاش پر آئیں اور اپنے محبوب بھائی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے دیکھ کر ایک آہ سرد کھینچی اور انا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

پڑھ کر خاموش ہو گئیں، پھر اُن کے لئے دعائے مغفرت مانگی اور ان کی تدفین کے لئے دو چادریں حضورؐ کی خدمت میں پیش کر کے واپس مدینہ چلی گئیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''اصابہ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر ایک پُر درد مرثیہ کہا جس کے ایک شعر میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب کیا:

اِنَّ یَوْمًا اَتٰی عَلَیْکَ لَیَوْمٌ
کُوِّرَتْ شَمْسُهٗ وَکَانَ مُضِیْئًا

''آج آپ پر وہ دن آیا ہے کہ آفتاب سیاہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ محبوب بھائی کیلئے دعائے مغفرت مانگ کر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکیں اور بے اختیار رونے لگیں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روتے دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے بھی سیلِ اشک رواں ہو گیا۔ پھر آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے جبریل امین علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ عرشِ معلّٰی پر حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو اسد اللہ واسد الرسول (اللہ کا شیر اور رسولؐ کا شیر) لکھا گیا ہے۔''

سیدہ صفیہؓ شاعرہ بھی تھیں

غزوۂ احزاب (سنہ ۵ ہجری) میں حضرت صفیہؓ نے جس بے مثال شجاعت اور بے خوفی کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اس وقت اُن کی عمر اٹھاون برس کے لگ بھگ تھی۔

اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ نہایت زیرک، دور اندیش، شجاع اور صابر خاتون تھیں اور تمام عرب میں اپنے حسب ونسب اور قول وفعل کے اعتبار سے امتیازی

Marfat.com

درجہ رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکہ شاعری بھی عطا کیا تھا۔ سیرت کی بعض کتابوں میں ان کے کہے ہوئے چند مرثیے ملتے ہیں جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں نہایت فصاحت و بلاغت تھی۔ اپنے والد عبدالمطلب کی وفات پر انہوں نے جو مرثیہ کیا اس کے چند اشعار یہ ہیں:

(ترجمہ) ''رات کو ایک نوحہ کرنے والی کی آواز نے مجھے رُلایا ہے۔ وہ ایک مردِ کریم پر نوحہ کناں تھی۔

اور اس حال میں میرے آنسو موتیوں کی طرح میرے گالوں پر بہنے لگے۔

افسوس ہے اس مردِ کریم کی موت پر

جو بیہودہ نہ تھا اور اس کی بزرگی کا چرچا دُور دُور تک تھا۔ وہ عالی نسب، صاحبِ جود و سخا اور قحط سالی میں لوگوں کے لئے ابرِ رحمت تھا۔

پس اگر انسان کو اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے دوام ہوتا (لیکن دوام کی کوئی صورت نہیں) تو وہ مردِ کریم اپنی قدیم شرافت اور فضیلت کی بنا پر بہت زمانے تک زندہ رہتا۔''

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے بھتیجے، خالہ زاد بھائی اور شوہر کے بہنوئی تھے۔ بچپن میں انہوں نے حضورؐ کے ساتھ ایک ہی گھر میں پرورش پائی تھی اس لئے انہیں حضور ﷺ کے ساتھ غیر معمولی محبت تھی۔ سرور عالم کو بھی ان سے بڑا تعلق خاطر تھا اور آپؐ اُن کے فرزند حضرت زبیر ؓ کو اکثر ''ابن صفیہ'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کے انتقال پر آپؓ کی کیفیت

سنہ ۱۱ ہجری میں حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضرت صفیہؓ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ اس موقع پر انہوں نے جو دردناک مرثیہ کہا، اس کے چند اشعار یہ ہیں:

''یارسول اللہ آپ ہماری امید تھے، آپ ہمارے محسن تھے، ظالم نہ تھے۔

آپ رحیم تھے، ہدایت کرنے والے اور تعلیم دینے والے تھے۔ آج ہر

Marfat.com

رونے والے کو آپؐ پر رونا چاہیے۔ رسول اللہؐ پر میری ماں، خالہ، چچا اور ماموں قربان ہوں، پھر میں خود اور میرا مال بھی۔ کاش! اللہ ہمارے آقا کو ہمارے درمیان رکھتا، تو ہم کیسے خوش قسمت تھے، لیکن حکم الٰہی اٹل ہے۔ آپؐ پر اللہ کا سلام ہو اور آپؐ جناتِ عدن میں داخل ہوں۔"

ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے۔

"اے آنکھ رسول اللہ کی وفات پر خوب آنسو بہا"

حضرت صفیہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۳ برس کی تھی۔ آخری آرام گاہ قبرستان بقیع میں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

❁❁❁❁

مکمل حالات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔
اسد الغابہ۔ الطبقات الکبریٰ۔ سیر اعلام النبلاء۔ الاصابہ۔ الاستیعاب۔
حیات الصحابہ۔ تاریخ طبری۔ فتوح البلدان۔ المعارف لابن قتیبہ۔
المستطرف فی کل فن مستطرف

Marfat.com

بنتِ سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیّدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا شرف وفضائل

اس عظیم صحابیہ نے ہر طرف سے شرف ومجد اپنے لئے جمع کرلیا تھا۔

☆اس کا باپ صحابی......

- اور وہ عظیم صحابی جسے دنیا خلیفۂ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

☆اس کا دادا صحابیؓ......

- ابوقحافہؓ جسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆اس کی بہن صحابیہؓ......

- جسے افقِ عالم پر ام المومنین اور محبوبۂ رسول اللہ کے اعزاز سے شہرتِ دوام حاصل ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا۔

☆اس کا خاوند صحابیؓ......

- حواریٔ رسول زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

☆اس کا بیٹا صحابیؓ......

- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

اس بچی نے ابوجہل کا زناٹے دار تھپڑ اپنے رخساروں پر کھانا گوارہ کرلیا مگر اپنے چچا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور والد کا پتہ بتانا گوارہ نہیں کیا۔

Marfat.com

وہ نوجوان خاتون بدامنی کے زمانے میں اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سوتی تھیں کہ کوئی چور یا ڈاکو میرے گھر میں گھسا تو خنجر سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گا۔

اس سو سالہ بوڑھی شیرنی نے اپنے ۲۷ سالہ شیر دل فرزند سے کہا:

"بیٹا میں تمہارا انجام دیکھ کر مرنا چاہتی ہوں کہ اگر تمہیں شہادت نصیب ہو تو اپنے ہاتھوں سے تمہاری تجہیز و تکفین کروں اور اگر تم فتح پاؤ تو میرا دل ٹھنڈا ہو"۔

بیٹے نے جب کہا "اماں جان میں موت سے نہیں ڈرتا، صرف یہ خیال ہے کہ میری موت کے بعد دشمن میری لاش کا مثلہ کریں گے اور صلیب پر لٹکائیں گے جس سے آپ کو رنج ہوگا" تو ماں نے جواب دیا، بیٹا! جب بکری ذبح کر ڈالی جائے تو پھر اس کی کھال کھینچی جائے یا اس کے جسم کے ٹکڑے کئے جائیں اسے کیا پرواہ؟ تم اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جاؤ۔

اس نے حجاج بن یوسف جیسے جابر و قاہر شخص کے سامنے حق گوئی کی مثال قائم کر دی اور اسے صاف لفظوں میں کہا:

"تو نے میرے فرزند کی دنیا خراب کی، اور اس نے تیری آخرت برباد کر دی ہے"۔

شب ہجرت کی وہ ابتلاء، جو ننھی اسماءؓ پہ گذری!

جس رات کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے غار ثور میں تشریف فرما ہوئے، مشرکین نافرجام ساری رات کاشانۂ نبوت کے گرد گھیرا ڈال کر اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ حضور ﷺ کب باہر تشریف لائیں اور وہ اپنا ناپاک منصوبہ پورا کریں۔ لیکن ان بدبختوں کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ نے رات کو ان کی آنکھیں بند کر دی تھیں اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل کر مکہ معظمہ کو الوداع کہہ چکے تھے۔

سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور انہوں نے حضور ﷺ کے بسترِ اقدس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو استراحت فرماتا دیکھا تو سر پیٹ کر رہ گئے۔ ساری بات ان کی سمجھ میں آ گئی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ ان کا سرخیل ابوجہل اپنے منصوبے کی ناکامی پر غم و غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور سیدھا

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ کر زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا، اندر سے ایک نوجوان خاتون باہر آئیں۔

ابوجہل نے کڑک کر پوچھا: ”لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟

خاتون نے جواب دیا: ”میں کیا بتا سکتی ہوں؟“

یہ سن کر ابوجہل نے خاتون کے چہرے پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ اُن کے کان کی بالی ٹوٹ کر دور جا پڑی۔ مظلوم خاتون بڑے صبر اور خاموشی کے ساتھ گھر کے اندر چلی گئیں اور ابوجہل بکتا جھکتا وہاں سے دفع ہو گیا۔

یہ خاتون جنہوں نے فرعونِ قریش ابوجہل کے قہر و غضب کی مطلق پرواہ نہ کی اور ہجرت کے پُرخطر راز کو اپنے نہاں خانہ دل میں محفوظ رکھا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں۔

سیدہ اسماءؓ کا حسب ونسب اور ولادت

حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ (بن ابوقحافہ عثمانؓ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی) کا شمار نہایت بلند مرتبہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا، نانا عبدالعزیٰ قریش کے نامور رئیس تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت اسماءؓ کی سوتیلی بہن تھیں اور ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ بن ابی بکر حضرت اسماءؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت اسماءؓ ہجرتِ نبویؐ سے ستائیس سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روزِ اوّل سے ہی نہایت اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ اوصاف کے حامل تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے پاکباز اور فرشتہ سیرت باپ کے زیرِ سایہ ان کی تربیت کیسی ہوئی ہوگی۔

ایمان لانے میں اٹھارہواں نمبر

قبولِ اسلام کے لحاظ سے بھی حضرت اسماءؓ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ وہ

Marfat.com

اوائلِ بعثت میں اس وقت سعادت اندوزِ اسلام ہوئیں جب صرف سترہ نفوس قدسی مخفی طور پر ایمان لائے تھے۔ اس طرح السابقون الاوّلون کی صف میں ان کا اٹھارہواں نمبر ہے۔

سیدہ اسماءؓ کا نکاح

حضرت اسماءؓ کا نکاح حواریٔ رسولؐ حضرت زبیر ﷜ بن العوام سے ہوا جو اصحابِ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔

سیدہ اسماءؓ مصائب کی عینی گواہ

بعثت کے چوتھے سال کے اوائل میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ تبلیغ حق کا آغاز کیا تو مشرکینِ قریش کے قہر وغضب کا آتش فشاں پوری قوت سے پھٹ پڑا اور انہوں نے پرستارانِ حق پر ایسے دلدوز مظالم ڈھانے شروع کر دیئے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ حضرت اسماءؓ نے ایسے کئی مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ مسندِ ابویعلیٰ میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت اسماءؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ہاتھوں جو تکالیف پہنچیں آپ نے ان میں سے کون سی تکلیف زیادہ سخت دیکھی۔ حضرت اسماءؓ نے بیان کیا کہ:

"ایک دن بہت سے مشرکین مسجد الحرام میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے معبودوں کو یہ اور یہ کہا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ تمام مشرکین حضور ﷺ پر جھپٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر ﷜ تک اُن کے شور وغوغا کی آواز پہنچی۔ اُس وقت وہ گھر میں ہمارے پاس بیٹھے تھے کسی نے آکر بتایا کہ قریش محمد (ﷺ) کے قتل پر آمادہ ہیں۔ حضرت ابوبکر ﷜ مسجد حرام کی طرف بھاگ کر گئے۔ اس وقت اُن کے سر پر چار زلفیں تھیں اور وہ کفار سے کہہ رہے تھے، تمہارا ناس جائے

Marfat.com

کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے رب کی جانب سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ اتنا زدوکوب کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب انہیں اٹھا کر گھر لائے تو زخموں کی وجہ سے اُن کی یہ حالت تھی کہ ہم سر کی جس مینڈھی کو ہاتھ لگاتے تھے بال جھڑ جاتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کہہ رہے تھے "یا ذا الجلال والاکرام"۔

اپنے آقا و مولا، شفیق والدِ گرامیؓ اور دوسرے اہلِ حق پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھ کر حضرت اسماءؓ کے دل پر جو گزرتی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں تاہم وہ نہایت صبر و استقامت کے ساتھ یہ روحانی کلفت سہتی رہیں تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

وہ "ذات النطاقین" کیوں کہلائیں؟

سفرِ ہجرت میں حضرت اسماءؓ کے پدرِ گرامی کو "رفاقتِ خیر البشرؐ" کا عظیم بالشان شرف حاصل ہوا۔ شب ہجرت کو حضورؐ نے اپنے بستر مبارک پر اپنے جاں نثار ابن عم حضرت علی المرتضیٰؓ کو سلایا اور خود سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے دشمنوں کے درمیان سے گزر کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے ایسا غافل کیا کہ انہیں خبر ہی نہ ہوئی کہ حضورؐ کب اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ مل کر فوراً سامانِ سفر درست کیا، حضرت اسماءؓ نے دو تین دن کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اسے ایک تھیلے میں ڈالا اور ایک مشکیزے میں پانی ڈالا۔ اتفاق سے تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھنے کے لئے گھر میں کوئی رسی موجود نہ تھی اور وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا، حضرت اسماء نے فوراً اپنا کمر بند (نطاق) کھول کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے کھانے کے تھیلے کا منہ باندھا اور دوسرے سے مشکیزے کا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماءؓ کی اس خدمت سے بہت

Marfat.com

خوش ہوئے اور انہیں ''ذات النطاقین'' کا لقب عطا فرمایا۔

بعض روایتوں میں اس واقعہ کو ایک دوسری صورت میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ شبِ ہجرت میں حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکے سے نکل کر غارِ ثور میں نزولِ اجلال فرمایا۔ حضرت اسماءؓ اس راز سے آگاہ تھیں وہ روزانہ رات کو اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ کے ساتھ خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے جاتیں اور حضور ﷺ اور اپنے والد ماجد کو تازہ کھانا کھلا کر واپس آتیں۔ تیسری رات کے آخری حصے میں عبداللہ بن اُریقط جسے راہ نمائی کے لیے مقرر کیا گیا تھا، حسب ہدایت دو اونٹنیاں لے کر غارِ ثور پر پہنچ گیا۔ اسی وقت حضرت اسماءؓ بھی ایک تھیلے میں کھانا ڈال کر آ پہنچیں۔ جلدی میں گھر سے چلتے وقت اس کو باندھنے کے لیے کوئی چیز ساتھ لانے کا خیال نہ رہا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا نطاق (وہ رومال یا کپڑا جو اس زمانے میں عورتیں قمیص کے اوپر کمر پر لپیٹتی تھیں) کھول کر اسے پھاڑا۔ ایک حصے سے زادِ راہ کے تھیلے کا منہ باندھ کر ایک اونٹنی کے کجاوے کے ساتھ لٹکا دیا اور دوسرا حصہ اپنی کمر پر لپیٹ لیا۔ اسی لیے انہیں ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ کا اپنا بیان یہ ہے کہ جب توشہ دان کو باندھنے کے لئے اور کوئی چیز نہ ملی تو میرے والد نے مجھے اپنا نطاق پھاڑنے کا حکم دیا۔ اسی وجہ سے میرا نام ذات النطاقین رکھا گیا۔

بعض روایتوں میں ان کا لقب ذات النطاق بھی بیان کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری (باب الہجرۃ) میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ اسماءؓ نے اپنے نطاق کا ایک ٹکڑا پھاڑا اور اس کو تھیلی کے منہ پر لپیٹا، اسی لیے ان کا نام ذات النطاق پڑ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابن زبیرؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ماں ذات النطاق ہیں۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ حضرت اسماءؓ کو ''ذات النطاقین'' بھی کہتے تھے اور ''ذات النطاق'' بھی۔

واقعہ کی صورت خواہ کچھ بھی ہو، اس خدمت کی بدولت حضرت اسماءؓ کو بارگاہِ رسالت سے جو لقب مرحمت ہوا، وہ آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود زندہ ہے اور تا ابد

Marfat.com

زندہ رہ کران کے عزوشرف پر مہر تصدیق ثبت کرتا رہے گا۔

ابوبکرؓ خیر کثیر چھوڑ گئے

شب ہجرت کی صبح کو وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ جب ابوجہل بکتا جھکتا چلا گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نابینا والد ابوقحافہ (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) حضرت اسماءؓ سے مخاطب ہو کر بولے۔ "بیٹی ابوبکرؓ نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈالا ہے۔ خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ واقعی گھر میں رکھا ہوا سارا روپیہ ساتھ لے گئے تھے لیکن حضرت اسماءؓ نے ضعیف العمر اور نابینا دادا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور جواب دیا:

"نہیں دادا جان، انہوں نے خیر کثیر ہمارے لیے چھوڑی ہے"۔

پھر انہوں نے ایک کپڑے میں کچھ پتھر ڈالے اور اس گڑھے یا طاق میں رکھ دیئے جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا مال رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئیں اور کہا:

"دادا جان آپ ہاتھ لگا کر دیکھ لیں، یہ کیا رکھا ہے"

ابوقحافہ نے اس کپڑے کی پوٹلی پر ہاتھ رکھا تو مطمئن ہو گئے اور بولے:

"ابوبکرؓ نے اچھا کیا، تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا"۔

سیدہ اسماءؓ مدینہ میں

ہجرت کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن قُباء میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ چند ماہ بعد حضورؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت ابورافعؓ کو مکے بھیجا کہ وہ آپؐ کے اہلِ خانہ اور متعلقین کو مدینہ لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن اُریقط کو اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی اپنی والدہ (اُمّ رومانؓ) اور بہنوں کو مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ حضرت زیدؓ اور حضرت ابورافعؓ، ام المومنین حضرت سودہؓ، حضرت

Marfat.com

فاطمۃ الزہراءؓ، حضرت اُمّ کلثومؓ، حضرت اُمّ ایمنؓ (زوجہ حضرت زیدؓ) اور اُسامہؓ بن زید ﷺ کو لے آئے اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ حضرت اُمّ رومانؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماءؓ نے چند دن بعد اپنے شوہر حضرت زبیرؓ بن العوام اور خوش دامن حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے ساتھ ہجرت کی اور قباء میں قیام کیا لیکن جمہور اربابِ سیَر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ ہجرتِ نبویؐ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت زبیر ﷺ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے تھے۔ حضور ﷺ کے سفرِ ہجرت کے دوران میں وہ شام سے پلٹ رہے تھے۔ راستے میں کسی جگہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ (اپنے خسر) کی خدمت میں کچھ سفید کپڑے تحفۃً پیش کیے اور آپ یہی کپڑے زیب تن فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ مکہ واپس پہنچ کر حضرت زبیرؓ نے بھی ہجرت کی تیاری کی اور اپنی والدہ حضرت صفیہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قباء میں مستقل اقامت اختیار کی اور وہیں حضرت اسماءؓ کو بھی (خاص مدینہ منورہ شہر سے) بلا لیا۔

عبداللہ بن زبیر ﷺ پیدا ہوتے ہیں

ہجرت کے بعد اتفاق سے عرصہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ اس پر یہودِ مدینہ نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور اُن کا سلسلۂ نسل منقطع کر دیا ہے۔ یہی دن تھے کہ سنہ اہجری میں حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ گویا ہجرت کے بعد وہ مسلمانوں کے نومولودِ اوّل تھے۔ مسلمانوں کو حضرت عبداللہؓ کی ولادت پر بے حد مسرت ہوئی اور انہوں نے فرطِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے کہ دشت و جبل گونج اٹھے۔ یہودی سخت شرمندہ ہوئے کیونکہ ان کے دجل و تلبیس کا پردہ چاک ہوگیا۔

حضرت اسماءؓ بچے (عبداللہؓ) کو گود میں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہوئیں۔ آپؐ نے بچے کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا۔ ایک کھجور اپنے دہنِ مبارک میں ڈال کر چبائی اور پھر اسے اپنے لعابِ دہن کے ساتھ ملا کر ننھے عبداللہ کے منہ میں ڈالا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بچے کے لئے دعائے خیر و برکت مانگی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے انہی بھانجے کے نام پر اپنی کنیت اُمّ عبداللہ رکھی تھی۔

تنگ دستی کا عالم عجیب تھا

مدینہ منورہ (قباء) میں اقامت گزیں ہونے کے بعد حضرت اسماءؓ نے پہلے چند سال بڑی تنگی ترشی سے بسر کیے۔ اس زمانے میں ان کے شوہر حضرت زبیر ؓ بہت مفلس اور تنگ دست تھے اور ان کی ساری متاع لے دے کر ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔ حضور ﷺ نے انہیں نخلستانِ بنی نضیر میں کچھ زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ شروع شروع میں وہ اس میں کاشت کر کے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے تھے۔ یہ زمین مدینہ منورہ سے تین فرسخ دور تھی۔ حضرت اسماءؓ روزانہ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے لاتیں، انہیں کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں۔ گھوڑے کے لیے گھاس مہیا کرتیں، پانی بھرتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں۔ ان کاموں کے علاوہ گھر کا دوسرا سب کام بھی خود ہی انجام دیتی تھیں۔ روٹی اچھی طرح نہ پکا سکتی تھیں۔ پڑوس میں چند انصاری خواتین تھیں وہ ازراہِ محبت و اخلاص ان کی روٹیاں پکا دیتی تھیں۔ صحیح بخاری میں خود حضرت اسماءؓ سے روایت ہے:

> "زبیرؓ نے مجھ سے نکاح کیا، اُس وقت نہ تو اُن کے پاس زمین تھی نہ غلام، نہ کچھ اور سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے۔ میں اُن کے گھوڑے کو دانہ کھلاتی تھی، پانی بھرتی تھی، ڈول سیتی تھی۔ آٹا گوندھتی تھی، انصار کی چند عورتیں جو میری ہمسایہ تھیں روٹی پکا دیتی تھیں۔ وہ عورتیں مخلص تھیں۔ میں زبیر ؓ کی زمین سے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی، سر پر گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کی مسافت پر تھی"۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی اور طبرانی ؒ نے حضرت اسماءؓ کی تنگ دستی کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جو خود حضرت اسماءؓ کی زبانی مذکور ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ:......

"ایک مرتبہ میں اس زمین میں تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت زبیرؓ کو عطا فرمائی تھی یہ بنونضیر والی زمین کہلاتی تھی۔ ایک دن زبیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں باہر گئے۔ ہمارا ایک یہودی پڑوسی تھا۔ اس نے ایک بکری ذبح کی اور بھونی۔ اس کی خوشبو جب میری ناک میں پہنچی تو مجھے ایسی سخت اشتہا پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ان دنوں میری بیٹی خدیجہ پیدا ہونے والی تھی، مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں یہودی عورت کے پاس آگ لینے کے لئے گئی اس ارادہ سے کہ شاید وہ مجھ سے کھانے کی بات پوچھے ورنہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں پہنچ کر خوشبو سے میری اشتہا میں اور اضافہ ہوگیا لیکن یہودیہ نے کھانے کی بات ہی نہ کی۔ میں آگ لے کر اپنے گھر آ گئی اور کچھ دیر بعد پھر یہودیہ کے گھر گئی پھر بھی اس نے کھانے کی بات نہ کی۔ تیسری مرتبہ میں نے پھر اس کے گھر پھیرا ڈالا لیکن کسی نے بات نہ پوچھی۔ اب میں اپنے گھر میں بیٹھ کر رونے لگی اور اللہ سے دعا کی کہ الٰہی میری اشتہا کا سامان مہیا کر دے۔ اتنے میں اس یہودیہ کا شوہر اپنے گھر آیا اور آتے ہی پوچھا، کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ یہودیہ نے کہا، ہاں پڑوس کی عرب عورت آئی تھی۔ یہودی نے کہا، جب تک اس گوشت میں سے تو اس کے پاس کچھ نہ بھیجے گی میں ہرگز اس کو نہ کھاؤں گا (کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ کہیں کھانے کو نظر نہ لگ گئی ہو) چنانچہ اس نے میرے پاس گوشت کا ایک پیالہ بھیج دیا۔ (اس زمانے میں میرے اُس جگہ اس سے زیادہ پسندیدہ اور عجیب کوئی کھانا نہ تھا)۔

یہ روایت حضرت اسماءؓ کی صاف گوئی پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی عسرت اور ایک بشری کمزوری کا حال صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اُسی زمانے میں ایک دن حضرت اسماءؓ کھجور کی گٹھلیوں کا گٹھا سر پر لادے چلی آ رہی تھیں کہ راستے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اصحاب کے ہمراہ مل گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور چاہا کہ اسماءؓ اس پر سوار ہو جائیں لیکن حضرت اسماءؓ شرم کی وجہ سے اونٹ پر نہ بیٹھیں اور گھر

Marfat.com

پہنچ کر حضرت زبیرؓ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا "سبحان اللہ! سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہ آئی لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اونٹ پر بیٹھنے میں شرم وحیا مانع ہوئی"۔

ناپ تول کر خرچ کرنے والے متوجہ ہوں

کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زبیرؓ اور اسماءؓ کو ایک غلام عطا کیا جس نے گھوڑے اور اونٹ کی نگہداشت سنبھال لی اور حضرت اسماءؓ کی مصیبت کم ہوئی۔ شروع شروع میں حضرت اسماءؓ افلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپ تول کر خرچ کیا کرتی تھیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا:

"اسماءؓ ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی نپی تلی روزی دے گا"۔

جب دولت کی ریل پیل ہوئی

حضرت اسماءؓ نے حضورؐ کے ارشاد کو حرزِ جان بنالیا اور کھلے دل سے خرچ کرنے لگیں۔ خدا کی قدرت اسی وقت سے حضرت زبیرؓ کی آمدنی بڑھنے لگی اور تھوڑی ہی مدت میں ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل ہوگئی۔

آسودہ حالی کے بعد بھی حضرت اسماءؓ نے اپنی سادہ وضع ترک نہ کی۔ ہمیشہ روکھی سوکھی روٹی سے شکم پُری کرتیں اور موٹا جھوٹا کپڑا پہنتیں۔ البتہ اپنی دولت کو خیر خیرات کے کاموں میں بے دریغ صرف کرتی تھیں۔ جب بھی بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کیا کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ حاجت مندوں کی امداد کے لیے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو اللہ بھی تمہیں اپنے فضل وکرم سے محروم رکھے گا۔ ہاں جو صدقہ کرو گے اور راہِ خدا میں خرچ کرو گے، وہ تمہارے کام آئے گا کہ اس ذخیرہ کے ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

حضرت اسماءؓ نے اپنی سادہ اور درویشانہ وضع آخر دم تک برقرار رکھی۔ علامہ ابن

Marfat.com

سعدؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ ان کی زندگی کے آخری دور میں ان کے صاحبزادے منذر بن زبیرؓ عراق کی فتح کے بعد لڑائی کے میدان سے واپس آئے تو ان کے مالِ غنیمت کے حصے میں کچھ قیمتی زنانہ کپڑے بھی تھے۔ انہیں لے کر اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت اسماءؓ نے یہ کپڑے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "بیٹا مجھے تو موٹا کپڑا پسند ہے"۔ چنانچہ منذرؒ ان کے لیے موٹے کپڑے لائے جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لیے اور فرمایا: "بیٹا مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو"۔

طبعی فیاضی کا ماجرا

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ عائشہؓ اور والدہ اسماءؓ سے زیادہ سخی اور کریم النفس کسی کو نہیں دیکھا۔ فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تھی تو سب کی سب راہِ خدا میں لٹا دیتی تھیں اور حضرت اسماءؓ جو کچھ پاتی تھیں اسی وقت تقسیم کر دیتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ترکے میں ایک جائیداد پائی تھی۔ اس کو انہوں نے ایک لاکھ درہم پر فروخت کر دیا اور ساری رقم قاسمؒ بن محمد اور ابن ابی عتیقؒ کو (جو ان کے قرابت دار تھے) دے دی کیونکہ وہ حاجت مند تھے۔ (یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وفات کے بعد کا ہے)

خاوند کے مال میں دیانت داری

باوجود کشادہ دستی اور فیاضی کے حضرت اسماءؓ اپنے شوہر کے گھر بار کی حفاظت انتہائی دیانت داری سے کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کی غیر حاضری میں ایک سوداگر آیا اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر التجا کی کہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں مجھے سودا بیچنے کی اجازت دیجیے۔ بولیں:

"اگر میں اجازت دے دوں اور زبیرؓ انکار کر دیں تو بڑی مشکل بن جائے

Marfat.com

گی۔تم زبیرؓ کی موجودگی میں آ کر اجازت طلب کرنا"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو سوداگر پھر آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر درخواست کی:

"اُمّ عبداللہ! میں مسکین آدمی ہوں، آپ کی دیوار کے سائے میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں، اجازت مرحمت فرمائیں"۔

بولیں: "میرے گھر کے سوا تمہیں مدینہ میں اور کوئی گھر نہ ملا؟"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک مسکین کو بیع و شراء سے روکتی ہو"۔

حضرت اسماءؓ نے اسے فوراً اجازت دے دی کیونکہ ان کا دلی منشاء بھی یہی تھا۔

حضرت اسماءؓ کا دستِ سخاوت بے حد کشادہ تھا لیکن حضرت زبیرؓ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔حضرت اسماءؓ نے ایک دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"یا رسول اللہ! کیا میں شوہر کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر یتیموں مسکینوں کو کچھ دے سکتی ہوں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں دے سکتی ہو"۔

• ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔تمام صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ارشادِ نبوی کی تعمیل کی۔صحابیاتؓ نے اپنے زیور تک اتار کر دے دیئے۔حضرت اسماءؓ کے پاس ایک لونڈی تھی، انہوں نے اسے فروخت کر دیا اور روپیہ لے کر بیٹھ گئیں۔جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو انہوں نے حضرت اسماءؓ سے وہ روپیہ مانگا۔انہوں نے فرمایا "میں نے صدقہ کر دیا ہے"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے وہ بھی طالب تھے۔

کافرہ ماں بھی صلہ رحمی کی مستحق ہے

حضرت اسماءؓ نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھیں لیکن ان کی والدہ قتیلہ بنت

Marfat.com

عبدالعزیٰ شرفِ اسلام سے بہرہ یاب نہ ہوئیں اسی لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو ہجرت سے پہلے طلاق دے دی تھی۔ (ایک روایت کے مطابق طلاق کے بعد انہوں نے کسی دوسرے شخص سے شادی کرلی تھی۔) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ قتیلہ مدینہ منورہ آئیں اور حضرت اسماءؓ سے کچھ روپے مانگے۔ حضرت اسماءؓ ان کی مدد کرنا چاہتی تھیں لیکن اُن کے شرک کی وجہ سے روپے دینے میں متامل ہوئیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! میری والدہ مشرک ہیں اور وہ مجھ سے روپے مانگتی ہیں، کیا میں ان کی امداد کرسکتی ہوں اور ان کے سوال کو پورا کرسکتی ہوں؟"

حضورؐ نے فرمایا: "ہاں"۔ (یعنی اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو)

ایک اور روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ صلہ رحمی سے نہیں روکتا"۔

طبقات ابنِ سعد اور مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت اسماءؓ کی والدہ قتیلہ ان کے لیے کچھ تحائف لے کر ملنے آئیں، حضرت اسماءؓ کی غیرتِ دینی نے گوارا نہ کیا کہ اپنی مشرک ماں کے تحائف قبول کریں یا انہیں اپنے مکان میں ٹھہرائیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی معرفت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس موقع پر میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے تحائف قبول کرلو اور ان کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔

حضور ﷺ سے اجازت ملنے پر انہوں نے والدہ کو اپنے مکان میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور ان کے تحفے قبول کرلیے۔

وہ کمال درجے کی عابدہ تھیں

حضرت اسماءؓ کمال درجے کی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کے تقدس کا عام شہرہ ہوگیا تھا اور طرح طرح کے مریض ان کے پاس دعائے خیر کرانے آتے تھے۔ اگر کوئی بخار کا مریض ان کے پاس آتا تو اس کے لیے دعا کرتیں اور پھر اس

Marfat.com

کے سینے پر پانی چھڑکتیں۔ اللہ تعالیٰ اسے شفا دے دیتا۔ فرمایا کرتی تھیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بخارِ نارِ جہنم کی گرمی ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کرو"۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں تھا جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ جبہ مبارک حضرت اسماءؓ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اسے سر آنکھوں پر رکھا اور جب تک زندہ رہیں اسے اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ اگر کبھی گھر میں کوئی علیل ہو جاتا تو اس جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی مریض کو پلا دیتی تھیں۔ اس کی برکت سے بیمار کو شفا ہو جاتی تھی۔ خود حضرت اسماء کو کبھی دردِ سر ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ میں پکڑ کر کہتیں۔ "الٰہی اگرچہ میں بہت خطا کار ہوں لیکن تیری رحمت اور فضل بے پایاں ہے"۔ اللہ تعالیٰ انہیں آرام دے دیتا۔

آپؓ کی زندگی کی یادگار نماز

ایک مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ متعدد صحابیات جن میں حضرت اسماءؓ بھی شامل تھیں، آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے نماز کو کئی گھنٹے طول دیا۔ حضرت اسماء کی طبیعت کچھ کمزور تھی، تھک کر چور چور ہو گئیں لیکن بڑے استقلال سے کھڑی رہیں۔ جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر پڑیں۔ چہرے اور سر پر پانی چھڑکا گیا تو ہوش میں آئیں۔ صحیح بخاری میں خود حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ:

"ایک دفعہ سورج گرہن لگا تو میں عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گئی۔ وہاں دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور عائشہؓ بھی نماز میں مشغول تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا، لوگوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا سبحان اللہ! میں نے پوچھا، کیا یہ خدائی نشان ہے؟ انہوں نے اشارے سے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ میں بھی نماز

Marfat.com

کے لیے کھڑی ہوگئی۔ (نماز اتنی طویل ہوئی کہ تھکاوٹ کے مارے) مجھے غش آ گیا اور بعد میں اپنے سر پر میں نے پانی ڈالا۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا، میں نے ابھی جو کچھ دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ دوزخ اور جنت بھی میرے مشاہدے میں آئے۔ مجھے بتایا گیا کہ تم لوگ قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاؤ گے جیسا کہ فتنۂ دجال کے موقع پر تمہاری آزمائش ہوگی۔ فرشتے تم میں سے ہر ایک کی طرف آئیں گے اور (میری صورت دکھا کر) پوچھیں گے، کیا تم ان کو جانتے ہو؟ مومن جواب دے گا، یہ محمد رسول اللہ ہیں جو ہماری طرف واضح حق اور ہدایت کے ساتھ آئے۔ ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی متابعت کی۔ پس فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب چین کی نیند سو جاؤ کیونکہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم مومن ہو۔ اس کے برعکس ایک منافق یا شک رکھنے والا آدمی جواب دے گا کہ مجھے معلوم نہیں لیکن میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا اور میں نے بھی (ان کے دیکھا دیکھی) اسی طرح کہہ دیا (پس وہ فرشتوں کے عتاب کی زد میں آ جائے گا)۔''

حضرت اسماءؓ نے اپنی زندگی میں کئی حج کیے۔ صحیحین میں ہے کہ انہوں نے پہلا حج سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اور اس کی ذرا ذرا تفصیل ان کو یاد تھی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ایک دفعہ حج کے لیے گئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھی۔ چاند ڈوبنے کے بعد رمی کے لئے گئیں اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ غلام نے جو ساتھ تھا کہا، آپ نے بڑی جلدی کی ہے۔ فرمایا، حضور ﷺ نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے۔ جب حجون سے گزرتیں تو فرماتیں کہ ہم رسول اللہ کے زمانے میں یہاں ٹھہرے تھے۔ اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا۔ ہم نے اور عائشہؓ اور زبیرؓ نے عمرہ کیا تھا۔

آپؓ یرموک کے میدان میں

حضرت اسماءؓ بہت نڈر اور شجاع تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے

Marfat.com

وصال کے بعد وہ اپنے شوہر اور فرزند کے ساتھ شام کے میدانِ جہاد میں تشریف لے گئیں اور کئی دوسری خواتین کی طرح یرموک کی ہولناک لڑائی میں جنگی خدمات انجام دیں۔

حضرت سعید ؓ بن عاص کے دورِ امارت میں مدینہ منورہ میں بہت بدامنی پھیل گئی اور کثرت سے چوریاں ہونے لگیں۔ اس زمانے میں حضرت اسماءؓ اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا، آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ تو جواب دیا، اگر کوئی چور یا ڈاکو میرے گھر آئے گا تو اس خنجر سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

آپؓ کی خداداد قوتِ حافظہ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا قوی حافظہ عطا کیا تھا اور وہ کبھی کبھی اپنے بچپن اور جوانی کے واقعات بڑی صحت کے ساتھ بیان کیا کرتی تھیں۔ "واقعۂ فیل" تاریخ کا مشہور واقعہ ہے اور اس کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی آیا ہے۔ اس واقعہ میں یمن کے حبشی حاکم ابرہہ نے ایک جرار لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ پر فوج کشی کی تھی اس کے لشکر میں "محمود" نامی ایک دیو پیکر ہاتھی اور چند دوسرے (سات، آٹھ یا بروایتے بارہ) ہاتھی بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لشکر پر ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو "اصحابِ فیل" پر کنکریاں برسانے لگے اور آن کی آن میں ان کو کھائے ہوئے بھوسے (عصفِ ماکول) کی مانند کر کے رکھ دیا۔ خدا کی قدرت، اس لشکر میں سے دو فیل بان (ایک مہاوت اور ایک چرکٹا یعنی ہاتھی کے لیے چارہ لانے والا) کسی طرح بچ گئے لیکن ان کی زندگی موت سے بھی بدتر تھی۔ کیونکہ وہ اندھے اور لنجے ہو گئے تھے۔ قیاس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نشانِ عبرت بنانے کے لیے زندہ چھوڑ دیا۔ حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ میں نے ان دونوں لنجے فیل بانوں کو اساف اور نائلہ (بتوں) کے پاس بیٹھے دیکھا ہے کہ بھیک مانگا کرتے تھے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ کے چچازاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل العدوی القرشی ان مستقیم الفطرت انسانوں میں تھے جو کفر و شرک کے ظلمت کدہ (جاہلی عرب) میں توحید کے علمبردار تھے۔ انہیں حضور ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل کسی نے بلادِ لخم میں قتل کر ڈالا تھا۔ ایک مرتبہ ان کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور حضور ﷺ ان

Marfat.com

کے عقیدۂ توحید اور محاسنِ اخلاق کے مداح تھے۔ حضرت سعید بن میتبؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ﷺ، زیدؓ کے فرزند حضرت سعیدؓ (جو اصحابِ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! زیدؓ کے خیالات کا آپ کو علم ہے کیا ہم ان کے لیے دعائے مغفرت کریں"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ زیدؓ بن عمرو کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم کرے ان کی وفات دینِ ابراہیمؑ پر ہوئی"۔

ایک اور روایت میں زیدؓ کے بارے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن تنہا ایک اُمت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔

حضرت اسماءؓ نے لڑکپن میں زید کو دیکھا تھا اور ان کے محاسنِ اخلاق کا اچھی طرح مشاہدہ کیا تھا، صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا، کعبہ کی دیوار کا سہارا لیے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے، اے گروہِ قریش او اللہ میرے سوا تم میں سے کوئی دینِ ابراہیمؑ پر نہیں ہے۔ وہ موؤدہ کو جلا لیتے تھے (یعنی زندہ رکھتے تھے) جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو مارنا چاہتا تھا تو وہ کہتے تھے اسے مت قتل کرو میں اس کا بار اٹھاؤں گا۔ یہ کہہ کر لے جاتے تھے۔ جب جوان ہو جاتی تھی، اس کے باپ سے کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو اس کو لے جا سکتے ہو ورنہ میرے پاس رہنے دو میں اس کے اخراجات برداشت کروں گا۔

آپؓ کی ازدواجی زندگی میں ابتلاء

طویل عرصہ کی ازدواجی زندگی کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا یعنی حضرت زبیرؓ بن العوام نے انہیں طلاق دے دی۔ مؤرخین نے طلاق کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں لیکن اصل سبب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ قیاس

Marfat.com

غالب یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے درمیان خانگی معاملات میں اختلاف کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہوگئی۔ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں کچھ درشتی تھی۔ ایک دن کسی بات پر غصہ میں آگئے اور حضرت اسماءؓ کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ان کے بڑے فرزند عبداللہؓ اتفاق سے گھر میں موجود تھے۔ حضرت اسماءؓ نے ان کی مدد چاہی۔ حضرت زبیرؓ نے عبداللہؓ کو دخل اندازی سے منع کیا اور کہا کہ اگر تم نے اپنی ماں کی حمایت کی تو اسے طلاق ہے۔ حضرت عبداللہؓ کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے والدہ کو تشدد کا شکار ہوتا دیکھیں۔ آگے بڑھے اور ان کا بازو حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہوگئی اور حضرت اسماء مستقل طور پر فرزندِ اکبر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ رہنے لگیں۔ وہ اپنی والدہ کے بے حد خدمت گزار تھے اور زندگی کے آخری سانس تک ان کے کفیل رہے۔

حضرت اسماءؓ بڑی فراخ حوصلہ اور نیک دل خاتون تھیں۔ حضرت زبیرؓ سے علیحدگی کے بعد بھی وہ انہیں ہمیشہ عزت واحترام سے یاد کرتی تھیں اور ان کی خوبیوں کی مدح وتوصیف کیا کرتی تھیں۔

۳۶ھ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے درمیان ''جنگ جمل'' کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ اس جنگ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پُرجوش حامیوں میں تھے لیکن جب لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے انہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یاد دلایا تو وہ میدانِ جنگ سے کنارہ کش ہوکر پلٹ پڑے۔ واپسی کے سفر میں وادیٔ سباع میں پہنچے اور نماز پڑھتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے تو ایک شخص عمرو بن جرموز نے انہیں شہید کردیا۔ حضرت اسماءؓ کو ان کی شہادت کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے اس موقع پر یہ اشعار کہے:

''ابن جرموز نے لڑائی کے دن ایک بلند ہمت شہسوار سے دغا کی جب کہ وہ نہتا اور بے سروسامان تھا۔

Marfat.com

اے عمرو! اگر تو اپنے ارادے سے زبیرؓ کو مطلع کر دیتا تو تُو ان کو ایک نڈر
اور بے خوف شخص پاتا۔
خدا تجھے غارت کرے تو نے ایک مسلمان کو (ناحق) قتل کیا۔ خدا کا عذاب
تجھ پر ضرور نازل ہوگا۔

یہ اشعار درّ المنثور میں حضرت اسماءؓ سے منسوب کیے گئے ہیں لیکن علامہ ابنِ اثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہ اشعار حضرت زبیرؓ کی ایک دوسری بیوی حضرت عاتکہؓ بنتِ زید بن عمرو بن نفیل نے کہے تھے جو شعر و شاعری میں کافی درک رکھتی تھیں۔ اس کے برعکس حضرت اسماءؓ کے شعر و شاعری میں درک رکھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بہرصورت اس بات پر اہلِ سیَر کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیرؓ کی شہادت پر حضرت اسماءؓ نے سخت غم واندوہ کا اظہار کیا۔

آپؓ فرزند دلبند کے امتحان میں کیسے سرخرو ہوئیں!

حضرت اسماءؓ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تاریخ اسلام میں بڑی اہم شخصیت کے مالک ہیں۔ امام حسینؓ کی المناک شہادت کے بعد انہوں نے بنی امیہ کی قاہر طاقت کا جس استقامت اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن زبیر کو امام حسینؓ کے رفقاء جیسے چند ساتھی مل جاتے تو وہ بنی امیہ کی سلطنت کا تختہ الٹ کر رکھ دیتے اور خلافت راشدہ کا نقشہ قائم کر دیتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ اس موقع پر حضرت اسماءؓ نے جس حق پرستی، بے خوفی، صبر و رضا اور جرأتِ ایمانی کا ثبوت دیا وہ ان کی کتابِ زندگی کا ایک تابناک ورق ہے۔ ۳۰ھ یا ۳۱ھ سے حضرت اسماءؓ شوہر کے علیحدگی کے بعد مستقل طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس رہتی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ ان کی بے حد تعظیم اور خدمت کرتے تھے اور اپنی شہادت ۷۳ھ تک انہوں نے مسلسل اپنی ضعیف العمر ماں کی اطاعت اور رضا جوئی کو اپنی زندگی کا شعار بنائے رکھا حضرت اسماءؓ بھی اپنے سعادت مند فرزند کے لیے ہر وقت دعا گو رہتی تھیں۔ یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ علم و فضل، زہد و اتقاء، حق گوئی، شجاعت اور بے خوفی کا ایک مثالی پیکر بنے۔ امام حسینؓ کی

Marfat.com

طرح انہوں نے بھی مرتے دم تک یزید کی بیعت نہ کی اور پھر اس کی موت کے بعد بھی اس کے جانشینوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ ۶۶ ہجری میں عراق اور حجاز وغیرہ کے لوگوں نے انہیں متفقہ طور پر اپنا خلیفہ منتخب کیا۔ ۷۳ ہجری تک انہوں نے مکہ معظمہ میں اپنا علمِ خلافت بلند رکھا۔ ان چھ سالوں میں انہیں بیک وقت دو محاذوں پر لڑنا پڑا۔ ایک طرف مختار بن ابی عبید ثقفی کی زبردست جماعت تھی اور دوسری طرف بنو اُمیہ کی قاہر قوت۔ وہ بڑے عزم اور حوصلہ کے ساتھ ان دونوں محاذوں پر لڑتے رہے۔ جب عبدالملک بن مروان مسندِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے ایک آزمودہ کار جرنیل حجاج بن یوسف ثقفی کو مقرر کیا۔

حجاج بن یوسف اور حضرت ابن زبیرؓ کی جنگ

حجاج بن یوسف نے ایک زبردست فوج کے ساتھ یکم ذی الحجہ ۷۲ ہجری کو مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بے مثال استقامت دکھائی اور چھ ماہ تک اموی فوج کو مکہ معظمہ پر قابض نہ ہونے دیا۔ حجاج نے محاصرے میں اتنی سختی برتی کہ مکہ میں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے بیت اللہ کی عزت و حرمت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور جبل بوقبیس پر منجنیق نصب کر کے اس سے کعبۃ اللہ پر لگاتار پتھر برسائے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پتھروں کی بارش میں بھی اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے کہ کبوتر ان کے کندھوں اور سر پر آ آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ محاصرے کی شدت اور خوراک کی قلت سے تنگ آ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اکثر ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج بن یوسف سے جا ملے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزندوں نے بھی بے وفائی کی اور حجاج کے پاس جا کر امان کے طالب ہوئے۔ لیکن اس بہتر سال کے بوڑھے شیر نے بنو اُمیہ کے اقتدار کو تسلیم نہ کرنے کا حلف اٹھا رکھا تھا۔ اثنائے محاصرہ میں ایک دن حضرت اسماءؓ کی مزاج پرسی کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ کچھ علیل تھیں۔ گفتگو کے دوران میں حضرت عبداللہؓ کے منہ سے نکل گیا۔ "اماں جان، موت میں بڑی راحت ہے" بولیں "شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے (کہ ضعیف العمری کے دکھوں سے نجات پا جاؤں) لیکن بیٹے

Marfat.com

میں تمہارا انجام دیکھ کر مرنا چاہتی ہوں تا کہ اگر تمہیں شہادت نصیب ہو تو اپنے ہاتھوں سے تمہارا کفن دفن کروں اور اگر تم فتح پاؤ تو میرا دل ٹھنڈا ہو"۔

عظیم بیٹے کا عظیم ماں سے مشورہ

اس واقعہ کے دس دن بعد جب گنتی کے صرف چند ساتھی رہ گئے تو وہ آخری بار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"اماں جان! میرے ساتھیوں نے بے وفائی کی ہے اب سوائے چند جاں نثاروں کے کوئی بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر ہتھیار ڈال دوں تو ہو سکتا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو امان مل جائے"۔

ماں کا بیٹے کو جواب

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا:

"اے میرے فرزند! اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر رتبۂ شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت برداشت نہ کرو۔ اور اگر یہ تمہارا کھکھیڑ دنیا طلبی کے لیے تھا تو تم سے بُرا کوئی شخص نہیں جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا"۔

ایک اور روایت میں حضرت اسماءؓ سے یہ الفاظ منسوب ہیں:

"بیٹا! قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کرنا جس میں تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے۔ خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کی جائے"۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"اماں جان میں حق و صداقت کے لیے لڑا اور حق و صداقت کے لیے ساتھیوں کو لڑایا۔ اب آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں"۔

Marfat.com

حضرت اسماءؓ نے فرمایا:

"بیٹا! اگر تم حق پر ہو تو حالات کی ناموافقت اور ساتھیوں کی بے وفائی کے سبب دشمنوں سے دب جانا شریفوں اور دینداروں کا شیوہ نہیں"۔

ابنِ زبیرؓ نے عرض کیا:

"اماں جان! میں موت سے نہیں ڈرتا، صرف یہ خیال ہے کہ میری موت کے بعد دشمن میری لاش کا مُثلہ کریں گے اور صلیب پر لٹکائیں گے جس سے آپ کو رنج ہوگا"۔

جب بکری ذبح کر ڈالی جائے......!

صدیق اکبرؓ کی جلیل القدر بیٹی نے فرمایا:

"بیٹے جب بکری ذبح کر ڈالی جائے تو پھر اس کی کھال کھینچی جائے یا اس کے جسم کے ٹکڑے کیے جائیں، اسے کیا پروا؟ تم اللہ پر بھروسا کر کے اپنا کام کیے جاؤ، راہِ حق میں تلواروں سے قیمہ ہونا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ موت کے خوف سے غلامی کی ذلت کبھی قبول نہ کرنا"۔

اپنی عظیم ماں کے حوصلہ افزاء کلمات سن کر ابن زبیرؓ پر رقت طاری ہوگئی اور فرطِ محبت وعقیدت سے انہوں نے اپنی والدہ کا سر چوم لیا۔ پھر عرض کیا:

"اماں جان! میرا بھی یہی ارادہ تھا کہ راہِ حق میں مردانہ وار لڑ کر جان دے دوں لیکن آپ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا تا کہ میرے مرنے کے بعد آپ رنج وغم نہ کریں۔ الحمد للہ کہ میں نے آپ کو اپنے سے بڑھ کر ثابت قدم اور راضی برضا پایا۔ آپ کی باتوں نے میرا ایمان تازہ کر دیا ہے۔ آج میں ضرور قتل ہو جاؤں گا مجھے یقین ہے کہ میرے قتل کے بعد بھی آپ صبر و شکر سے کام لیں گی۔ خدا کی قسم میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آج تک میں نے جو کچھ کیا وہ سب حق کو سر بلند کرنے کے لیے تھا۔ میں نے کبھی برائی کو پسند نہیں کیا۔ کسی مسلمان پر ظلم نہیں کیا۔ کبھی بدعہدی نہیں کی۔ کبھی امانت میں

Marfat.com

خیانت نہیں کی۔ اپنے عمّال کا کڑا محاسبہ کیا اور اپنی حدودِ خلافت میں جہاں تک بن پڑا، عدل جاری کیا۔ لوگوں سے خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل کرائی اور اعمالِ بد سے انہیں روکا۔ بخدا میں دین کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ اللہ کی رضا کے سوا مجھے کوئی شے مطلوب نہیں"۔

پھر آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا:

"الٰہی! میں نے یہ باتیں فخر کی راہ سے نہیں کہیں بلکہ صرف اپنی والدہ محترمہ کی تسکین اور اطمینان کے لیے کہی ہیں"۔

حضرت اسماءؓ نے انہیں دعا دی اور فرمایا:

"بیٹے تم اللہ کی راہ میں جان دو، میں انشاء اللہ صابر و شاکر رہوں گی، اب آگے آؤ تا کہ آخری بار تمہیں پیار کرلوں":

ماں اور بیٹے کی آخری ملاقات

حضرت عبداللہ آگے بڑھے، ضعیف العمر ماں نے اپنے لختِ جگر کو گلے لگایا اور ان کا منہ سر چوما۔ اس وقت حضرت عبداللہ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ حضرت اسماءؓ کا ہاتھ ان کی زرہ پر پڑا تو پوچھا، "بیٹے یہ تمہارے جسم پر کیا ہے؟" عرض کیا "زرہ ہے تا کہ دشمن کے حربوں سے بچاؤ ہو"۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا:

"بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہونے کے لیے نکلتے ہو اور ان عارضی چیزوں کا سہارا لیتے ہو"۔

حضرت عبداللہؓ نے اسی وقت زرہ اتار پھینکی، سر پر سفید رومال باندھ لیا اور ماں سے کہا: "اماں جان اب میرے جسم پر معمولی لباس ہے"۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا: "بیٹا اب میں خوش ہوں، جاؤ اللہ کے راستے میں لڑو اور اس کے ہاں اسی لباس میں جاؤ"۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہؓ نے تلوار سونت لی اور رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس

Marfat.com

گئے، کافی دیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے آخر زخموں سے چُور چُور ہو کر صدیق اکبرؓ کا یہ اولوالعزم نواسہ اور حضرت اسماءؓ کا لختِ جگر اپنے مولائے حقیقی سے جاملا۔

آپؓ نے حجاج بن یوسف کے دانت کھٹے کر دیئے

ابنِ زبیرؓ کی شہادت کی خبر سن کر حجاج بن یوسف کو بڑی مسرت ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ ابن زبیرؓ کی لاش کو مقامِ حجون میں سولی پر لٹکا دیا جائے۔ حضرت اسماءؓ کو حجاج کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ خدا تجھے غارت کرے، تو نے میرے لختِ جگر کی لاش کو دار پر کیوں لٹکایا؟

حجاج نے جواب میں کہلا بھیجا: ”میں لوگوں کو ابنِ زبیرؓ کے انجام سے عبرت دلانا چاہتا ہوں“۔

حضرت اسماءؓ نے اسے پھر پیغام بھیجا کہ میرے بچے کی لاش میرے حوالے کر دو تا کہ میں اس کی تجہیز و تکفین کر سکوں۔

سنگ دل حجاج نے صاف انکار کر دیا۔

ابن زبیرؓ کی شہادت کے ایک دو دن بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مقامِ حجون سے گزر ہوا، ان کی لاش سولی پر لٹکتے دیکھ کر سخت رنجیدہ ہوئے اور اس کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا:

> ”اے ابوخبیب السلام علیک! میں نے تم کو اس (سیاست) میں پڑنے سے منع کیا تھا۔ تم نمازیں پڑھاتے تھے۔ روزے رکھتے تھے اور صلہ رحمی کرتے تھے“۔

سوار کے اُترنے کا وقت......!

شہادت کے تیسرے دن حضرت اسماءؓ ایک کنیز کے سہارے مقامِ حجون تشریف لے گئیں۔ اتفاق سے اس وقت حجاج بھی وہاں گشت کر رہا تھا۔ حضرت اسماءؓ کو لوگوں نے حجاج کی موجودگی کی اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

''کیا اس سوار کے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا؟''

حجاج نے کہا: ''وہ ملحد تھا اس کی یہی سزا تھی''۔

حضرت اسماءؓ تڑپ اٹھیں، فرمایا:

''خدا کی قسم وہ ملحد نہ تھا، بلکہ نماز گزار، روزہ دار اور متقی تھا''۔

حجاج نے جھلا کر کہا: ''بڑھیا یہاں سے چلی جاؤ، تمہاری عقل سٹھیا گئی ہے''۔

حضرت اسماءؓ نے بڑی بے باکی سے جواب دیا:

''میری عقل نہیں سٹھیا گئی۔ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم (سفاک) پیدا ہو گا، سو کذاب (یعنی مختار بن ابو عبید ثقفی) کو تو ہم نے دیکھ لیا اور ظالم (سفاک) تو ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حجاج نے سنا کہ ابن عمرؓ نے ابن زبیرؓ کی لاش کے نیچے کھڑے ہو کر ان کی تعریف کی ہے تو اس نے لاش کو اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں پھینکوا دیا اور حضرت اسماءؓ کو بلا بھیجا۔ انہوں نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔

حجاج نے کہلا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ چوٹی پکڑ کر گھسٹواؤں گا۔

حضرت اسماءؓ نے جواب میں کہلا بھیجا:

''خدا کی قسم، اس وقت تک نہ آؤں گی جب تک تو چوٹی پکڑ کر نہ گھسٹوائے گا''۔

حجاج اب مجبور ہو کر خود حضرت اسماءؓ کے پاس پہنچا اور دلآزارانہ لہجے میں کہنے لگا: ''اے ذات النطاقین، سچ کہنا خدا کے دشمن کا انجام کیسا ہوا؟''

حضرت اسماءؓ نے فرمایا:

''ہاں تو نے میرے فرزند کی دنیا خراب کی لیکن اس نے تیری آخرت برباد کر دی ہے۔ میں نے سنا ہے تو میرے بیٹے کو طنزاً ابنِ ذات النطاقین

Marfat.com

کہتا تھا تو خدا کی قسم میں ذات النطاقین ہوں، میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کا توشہ دان اپنے نطاق سے باندھا تھا لیکن میں نے خود حضور ﷺ سے سنا ہے کہ بنی ثقیف میں ایک کذاب اور ایک سفاک ہوگا۔ کذاب کو ہم نے دیکھ لیا۔ سفاک کا دیکھنا باقی تھا، سو وہ تو ہے"۔

حجاج حضرت اسماءؓ کی بے باکانہ گفتگو سن کر سکتے میں آ گیا اور کان دبا کر وہاں سے چل دیا۔

شبلی نعمانیؒ کا منظوم خراجِ تحسین

شبلی نعمانیؒ نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کا واقعۂ شہادت اور حضرت اسماءؓ کی جرأتِ ایمانی اور صبر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابنِ زبیرؓ — سب نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابنِ مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ — جس کی تقدیر میں تھا مرغانِ حرم کا شکار
حرمِ کعبہ میں محصور ہوئے ابنِ زبیرؓ — فوج بے دین نے کیا کعبۂ ملت کا حصار
دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد — بارشِ سنگ سے اٹھتا تھا جو اُڑ اُڑ کے غبار
تھا جو سامانِ رسد چار طرف سے مسدود — ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا ایک کنجِ مزار
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا — ماں کی خدمت میں گئے ابنِ زبیرؓ آخر کار
جا کے عرض کی کہ اے اختِ حریمِ نبوی — نظر آتے نہیں اب حرمتِ دیں کے آثار
آپ فرمایئے اب آپ کا ارشاد ہے کیا — کہ میں ہوں آپ کا اک بندۂ فرماں بردار
صلح کر لوں؟ کہ چلا جاؤں حرم سے باہر — یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار
بولیں وہ پردہ نشینِ حرمِ سرِّ عفاف — حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے مستوجبِ عار
یہ زمیں ہے وہی قرباں گہِ اسمٰعیلؑ — فدیۂ نفس ہے خود دینِ خلیلؑ کا شعار
ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے کہ آدابِ نیاز — آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار

Marfat.com

پہلے ہی حملہ میں دشمن کی الٹ دیں فوجیں جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم ایک پتھر نے کیا آ کے سر و رخ کو فگار
خون ٹپکا جو قدم پہ تو کہا از رہِ فخر یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم خون ٹپکے گا قدم پہ ہر بار
زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے لیکن کب تک آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار
لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاق سے اک دن جو ادھر جا نکلیں دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

لاش کا حصول اور تجہیز و تکفین

حضرت اسماءؓ جب حجاج بن یوسف کی طرف سے مایوس ہو گئیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان کے لختِ جگر کی لاش ان کے حوالے نہیں کرے گا تو انہوں نے کسی ذریعہ سے عبدالملک کو دمشق پیغام بھجوایا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابنِ زبیر ؓ کے بھائی عروہ بن زبیر ؓ محاصرۂ مکہ کے دوران میں آخر وقت تک ان کے ساتھ تھے۔ جب عبداللہ بن زبیر ؓ شہید ہو گئے اور حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکوا دی تو وہ مکہ سے پوشیدہ طور پر عبدالملک کے پاس دمشق پہنچے۔ وہ عروہؒ سے بڑی محبت اور تکریم سے پیش آیا اور تخت پر اپنے پاس جگہ دی۔ عروہؒ نے اسے مکہ کے سارے حالات بتائے اور اس سے درخواست کی کہ حجاج کو ابنِ زبیر ؓ کی لاش حضرت اسماءؓ کے حوالے کرنے کا حکم بھیجے۔ عبدالملک نے اسی وقت حجاج کو ایک غضب آلود خط لکھا جس میں اس کی حرکت پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت ابن زبیر ؓ کی لاش فوراً حضرت اسماءؓ کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ عبدالملک کا خط پہنچنے پر حجاج نے ابنِ زبیر ؓ کی لاش حضرت اسماءؓ کے حوالے کر دی۔

Marfat.com

ابن ابی ملیکہ" ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماءؓ کو ابن زبیرؓ کی لاش ان کے حوالے کیے جانے کی بشارت دی انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اسے غسل دو۔ لاش کا جوڑ جوڑ الگ ہو چکا تھا۔ ہم ایک ایک حصہ بدن کو غسل دے کر کفن میں لپیٹتے جاتے تھے۔ جب سارے اعضاء کا غسل ہو چکا تو حضرت اسماءؓ نے اپنے لخت جگر کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر ہم نے جنازہ پڑھ کر ابن زبیرؓ کو مقام حجون میں سپرد خاک کر دیا۔ اس سے پہلے حضرت اسماء فرمایا کرتی تھیں کہ الٰہی مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میں اپنے فرزند کا جثہ کفنا دفنا کر مطمئن نہ ہو جاؤں۔

آپؓ کی وفات اور عجائبات

اس واقعہ کے سات دن (یا بعض روایتوں کے مطابق بیس دن یا سو دن) کے بعد حضرت اسماءؓ نے بھی پیک اجل کو لبیک کہا۔ وفات کے وقت ان کی عمر سو برس کے لگ بھگ تھی لیکن سارے دانت سلامت تھے اور ہوش و حواس بالکل درست تھے۔ قد دراز اور جسم فربہ تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اخیر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ اس لیے عبداللہ بن زبیرؓ کا واقعہ شہادت بچشم خود نہیں دیکھا بلکہ ٹٹول ٹٹول کر یا پوچھ پوچھ کر ہر کیفیت سے آگاہ ہوتی تھیں۔

چند دیگر معلومات

حضرت زبیرؓ سے حضرت اسماءؓ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا کی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں: عبداللہؓ، عروہؒ، منذرؒ، مہاجرؒ، عاصمؒ، خدیجہ الکبریٰؒ، ام الحسن اور عائشہؒ۔

ان میں سے حضرت عبداللہؓ اور عروہؒ نے تاریخ میں لازوال شہرت حاصل کی۔ حضرت اسماء علم و فضل کے اعتبار سے بھی بڑا اونچا درجہ رکھتی تھیں۔ ان سے چھپن احادیث مروی ہیں۔ راویوں میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، عروہ بن زبیرؒ، ابوبکر عباد و عامر پسران عبداللہ بن زبیرؒ، عبداللہ بن عروہؒ، عبداللہ بن کیسانؒ، فاطمہ بنت منذر بن زبیرؒ، محمدؒ بن

Marfat.com

منکدر، ابن ابی ملیکہؒ، وہب بن کیسانؒ، مطلب بن خطبؒ، ابونوفل ابن ابوعقربؒ، مسلم معریؒ، صفیہ بنتِ شیبہؒ اور عبادہ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ شامل ہیں۔

حضرت اسماءؓ نے اپنی طویل زندگی میں زمانے کے بے شمار نشیب وفراز دیکھے۔ وہ تاریخِ اسلام کی ان معدودے چند ہستیوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی دیکھا اور پورا دورِ رسالت اور خلفائے راشدین کا عہدِ باسعادت بھی دیکھا۔ اپنے عظیم المرتبت فرزند کا دورِ عروج بھی دیکھا اور ان کی المناک شہادت کا منظر بھی دیکھا۔ ان پر بارہا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے لیکن انہوں نے ہر موقع پر بے پناہ عزم واستقلال اور جرأتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ وہ تاریخِ اسلام کی ایک مہتم بالشان شخصیت ہیں اور ان کا درخشندہ وتابندہ کردار مسلمانوں کے لیے تا ابد مشعل راہ بنا رہے گا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مفصل حالات معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔
البدایہ والنہایہ۔ اسد الغابہ۔ صفوۃ الصفوہ۔ تہذیب التہذیب۔ اعلام النساء۔
تاریخ اسلام علامہ ذہبی۔ الاستیعاب ابن عبدالبر۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ۔
سیر اعلام النبلاء۔ قلائد الجمان۔

Marfat.com

حضرت اروی رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور کنیت ام طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھی۔ حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی عمیر بن وہب سے ہوئی۔

آپ کی اسلام سے محبت

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز کیا تو جن پاک نفوس نے اس دعوت کے قبول کرنے میں نتائج وعواقب سے بے پرواہ ہوکر اولیت کا شرف حاصل کیا ان میں حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی وہاں جا کر مشرف باسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے گھر تشریف لائے۔ اپنی ماں سے فرمایا:

"اماں جان میں اپنے بھائی (ماموں زاد) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لے آیا ہوں۔ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔"

حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابھی قبول اسلام نہیں کیا تھا لیکن بڑے خلوص سے اپنے فرزند سے کہا:

"بیٹے تمہارا بھائی آج مخالفتوں کے طوفان میں گھرا ہوا ہے۔ بے کس اور مظلوم ہے اور واقعی تمہاری امداد کا مستحق ہے۔ اے کاش کہ آج مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو اپنے یتیم بھتیجے کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچاتی۔"

Marfat.com

آپؓ کا قبول اسلام

طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اماں تو پھر آپ اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتیں ماموں حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر چکے ہیں۔ اب کونسی چیز آپ کو قبول حق سے مانع ہے۔

حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "مجھے دوسری بہنوں کا انتظار ہے کہ وہ کیا کرتی ہیں۔"

حضرت طلیبؓ نے کہا اماں اب انتظار کا وقت نہیں۔ "میرے ساتھ بھائی کے پاس چلو اور دولت اسلام سے بہرہ یاب ہو جاؤ۔"

حضرت اروی رضی اللہ عنہا مزید عذر نہ کر سکیں۔ اسی وقت اپنے بیٹے کے ساتھ جا کر اسلام قبول کر لیا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مصائب اور مشکلات سے دوچار تھے۔ کفار مکہ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھا رہے تھے حضرت ارویؓ اپنے بھتیجے کی تکالیف پر بہت کڑھتی تھیں۔ لیکن عورت تھیں۔ عملی طور پر تو کفار کا مقابلہ کرنے سے معذور تھیں البتہ اپنے بیٹے طلیب ؓ کو ہر وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے پر آمادہ کرتی رہتیں۔ حضرت طلیب ؓ پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار تھے۔ ماں کی تائید سے ان کا حوصلہ بہت بلند ہو گیا۔ اور انہوں نے اپنی زندگی ہادیٔ برحق کی حفاظت اور خدمت اسلام کے لیے وقف کر دی۔

زندگی کا بہترین وقت......

ایک دن طلیبؓ کے ماموں ابولہب نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور انہیں حبس بیجا میں رکھا حضرت طلیبؓ کو بہت غیرت آئی اور اپنے ماموں کو خوب پیٹا۔ بہت سے مشرکین انہیں لپٹ گئے اور ابولہب کو چھڑا لیا۔ اب مشرکین نے طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باندھ دیا۔ چونکہ بڑے معزز خاندان کے فرد تھے۔ کچھ دیر بعد چھوڑ دیا۔ ابولہب نے ان کے خلاف اپنی بہن سے شکایت کی۔ حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا "طلیب رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کی زندگی کا بہترین وقت وہی ہے جب وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے۔“

ایک دن عوف بن حرہ سہمی نے حضرت طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ حضرت طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش غضب میں اس کو اونٹ کے گلے سے مار کر زخمی کر دیا۔ عوف نے حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا:

”طلیبؓ نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی اور اس کے خون اور اس کے مال کی غمخواری کی“

خوشی کا اظہار

ایک دفعہ حضرت طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ ابو ہاب بن غریر دارمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے پر آمادہ ہے۔ طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار سے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے اظہار خوشنودی کیا۔

سن وفات اور دیگر حالات معلوم نہیں۔

نوٹ:۔ بعض مورخین کے نزدیک گو حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھتیجے کی خیر خواہ تھیں لیکن ان کا اسلام لانا محقق نہیں ہے۔ ابن سعد ابن القیم اور بعض دوسرے مورخین کے نزدیک حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یقینی طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔

Marfat.com

عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

سردارِ قریش ابوسفیان کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے آتے ہوئے حجاز کی سرزمین کے قریب پہنچتا تو جاسوسوں کے ذریعہ راستے کی خبریں معلوم کیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ڈر کی وجہ سے راہ میں جو بھی سوار ملتا اس سے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ غزوۂ بدر سے چند روز پہلے جب ابوسفیان ملک شام سے تجارتی قافلے کے ساتھ واپس مکہ آرہا تھا تو اسے خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو لے کر اس کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے ایک شخص ملا تھا جس نے اسے بتلایا کہ آنحضرت ﷺ شروع ہی میں اس کے قافلے کا راستہ روکنا چاہتے تھے اور یہ کہ اب اس نے آنحضرت ﷺ کو راہ میں اس قافلے کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے چھوڑا ہے۔

یہ سن کر ابوسفیان بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے ایک شخص ضمضم ابن عمرو غفاری سے اجرت پر معاملہ کر کے اس کو مکہ جانے کے لئے تیار کیا۔ اس شخص سے ابوسفیان نے بیس مثقال پر معاملہ کیا تھا۔ (ضمضم کے اسلام کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے کہ آیا اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ البتہ جو ضمضم صحابہ میں شمار ہیں وہ ضمضم ابن عمر خزاعی ہیں)

غرض ابوسفیان نے ضمضم سے کہا کہ وہ مکہ جائے اور اپنے اونٹ کے کان کاٹ دے، کجاوہ اُلٹا کرے اور اپنی قمیض کا اگلا اور پچھلا دامن پھاڑے اور اس حالت میں مکہ داخل ہو۔ وہاں وہ قریش کو جنگ پر چلنے کے لئے تیار کرے اور ان کو بتلائے کہ محمد ﷺ

Marfat.com

ان کے قافلے پر اپنے صحابہ کے ساتھ حملہ کر رہے ہیں۔

عاتکہ کا خواب

چنانچہ ضمضم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا۔ ادھر ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے آنحضرت ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا۔ (اس عاتکہ کے اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے) اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا جس سے یہ سخت گھبرائی اس نے اپنے بھائی عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آدمی بھیج کر انہیں بلایا اور ان سے کہا:

"بھائی! خدا کی قسم میں نے رات ایک نہایت وحشت ناک خواب دیکھا ہے اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ شاید تمہاری قوم پر کوئی بڑی تباہی اور مصیبت آنے والی ہے اس لئے جو کچھ میں بتلاؤں اس کو پوشیدہ رکھنا۔"

خواب سنانے سے پہلے عباس سے رازداری کا عہد:

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ عاتکہ نے حضرت عباس سے کہا:

"جب تک تم مجھ سے یہ عہد نہیں کرو گے کہ تم اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کرو گے اس وقت تک میں تمہیں نہیں بتلاؤں گی کیونکہ اگر ان لوگوں نے یعنی قریشی مشرکوں نے یہ بات سن لی تو وہ ہمیں پریشان کریں گے اور ہمیں برا بھلا کہیں گے۔"

چنانچہ حضرت عباسؓ نے اس سے عہد کیا اور پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا ہے؟ عاتکہ نے کہا؟

"میں نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آرہا ہے یہاں تک کہ وہ ابطح میں آکر رکا۔ یعنی جو محصب اور مکہ کے درمیان میں ہے۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے پوری آواز سے پکار پکار کر کہا، لوگو! اے آل غدر تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں میں چلنے کو تیار ہو جاؤ۔"

Marfat.com

علامہ سہیلیؒ نے آل غدر یعنی غین کے پیش کے ساتھ لکھا ہے یعنی اگر تم لوگ مدد کو نہیں آتے تو تم غدار ہو۔ غرض اس کے بعد عاتکہ نے آگے بیان کرتے ہوئے کہا:

''پھر میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اب وہ آنے والا وہاں سے چل کر مسجد یعنی حرم میں داخل ہوا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ ابھی لوگ اس کے گرد جمع ہو رہے تھے کہ وہ شخص اچانک اپنے اونٹ سمیت کعبہ کی چھت پر نظر آیا اور وہاں سے وہ پوری طاقت سے پکارا اس کے بعد وہ شخص ابو قبیس پہاڑ پر نظر آیا اور وہ وہاں سے بھی اسی طرح پکارا پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر لڑھکایا جو وہاں سے لڑھکتے لڑھکتے جب پہاڑ کے دامن تک پہنچا تو اچانک ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور پھر مکہ کے گھروں میں سے کوئی گھر اور مکان ایسا نہ رہا جس میں اس کے ٹکڑے نہ پہنچے ہوں۔''

خواب سن کر حضرت عباسؓ نے عاتکہ سے کہا:

''خدا کی قسم یہ بہت عجیب خواب ہے۔ تم خود بھی اس کو پوشیدہ رکھو اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔''

مکہ میں اس خواب کا چرچا:

اس کے بعد عباس ﷺ یہاں سے نکلے تو راستے میں ان کو ولید ابن عتبہ ملا یہ ان کا دوست تھا۔ عباس نے خواب ان سے بیان کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ کسی سے نہیں کہے گا۔ ولید نے جا کر یہ ساری بات اپنے بیٹے عتبہ ابن ولید سے بتا دی اور اس طرح خواب ایک دوسرے تک پہنچنے لگا اور یہ بات سارے مکہ میں عام ہو گئی۔

بنی ہاشم پر ابو جہل کی جھلاہٹ

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ اگلے دن میں صبح کو طواف کرنے گیا تو میں نے دیکھا کہ حرم میں ابو جہل ابن ہشام قریشیوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا اسی خواب کے متعلق

Marfat.com

باتیں کر رہا تھا۔ جوں ہی اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ ابوالفضل جب تم طواف سے فارغ ہو ذرا میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں طواف کر کے اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا،

''ابوالفضل! تم میں اس نبیہ کا ظہور کب ہوا ہے؟''

میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا کہ عاتکہ کے خواب کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ میں نے کہا اس نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا۔ اس پر وہ بولا:

''اے عبدالمطلب کی اولاد! تم اس سے زیادہ آخر اور کیا چاہتے ہو۔ تمہارے خاندان کے مرد تو نبی ہوتے ہی تھے کہ اب عورتیں بھی نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کرنے لگیں''

تین دن تعبیر کا انتظار

پھر ابوجہل بولا، عاتکہ کہتی ہے کہ اس خواب میں اس آنے والے شخص کو یہ کہتے سنا کہ تین دن کے اندر اندر جنگ کو چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اب ہم تین دن تک انتظار کریں گے۔ اگر جو کچھ عاتکہ کہہ رہی ہے سچ ہے تو تین دن بعد یہ واقعہ ثابت ہو جائے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور اس طرح کی کوئی بات پیش نہ آئی تو ہم تمہارے خلاف ایک تحریر لکھ کر لٹکا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اس کے سوا اس سے کچھ نہیں کہا کہ عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا اور اس واقعہ سے انکار کرتا رہا۔

ایک روایت ہے کہ عباس نے ابوجہل سے کہا،

''او بزدل عیب دار ہیجڑے! کیا تو یہ بات کہہ رہا ہے؟ جھوٹا تو خود اور تیرا سارا گھرانا ہے!''

اس پر وہاں جو دوسرے لوگ جمع تھے انہوں نے حضرت عباس سے کہا:

''اے ابوالفضل! تم ہرگز بے عقل اور سٹھیائے ہوئے نہیں ہو''

اس راز کے کھولنے پر حضرت عباس کو ان کی بہن عاتکہ نے سخت اذیتیں

Marfat.com

پہنچائیں۔ عباس ؓ کہتے ہیں کہ شام کو بنی عبدالمطلب کی ساری ہی عورتیں ایک ایک کر کے میرے پاس آئیں اور ہر ایک (ابوجہل کی بکواس پر غصے کی وجہ سے مجھے ملامت کرتے ہوئے) یہ کہتی تھی،

"تم نے آخر اس خبیث فاسق کی یہ بات کیسے برداشت کر لی کہ وہ تمہارے خاندان کے مردوں کی عیب جوئی کرتا رہا اور پھر اس نے عورتوں کو بھی نہیں بخشا بلکہ ان کے متعلق بھی زبان درازی کی اور تم سنتے رہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم میں غیرت ہی نہیں ہے جو تم یہ باتیں سن کر آ گئے۔"

میں نے کہا:

"یقیناً میں اس سے لڑوں گا اور اگر اس نے دوبارہ ایسی بات کہی تو میں اس سے خونریزی کروں گا۔"

تعبیر خواب کا ظہور

آخر عاتکہ کے خواب کا تیسرا دن آ گیا۔ میں سخت غصے میں تھا کہ اس وقت میں نے اس معاملہ کو کیوں ٹال دیا اور چاہتا تھا کہ پھر کوئی بہانہ مل جائے۔ چنانچہ میں اسی حالت میں حرم میں داخل ہوا جہاں میں نے اس کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ خدا کی قسم میں اس ارادہ سے اس کی طرف بڑھا کہ اس سے الجھوں تا کہ وہ وہی بات ایک بار پھر کہہ دے اور میں اس پر حملہ کروں۔ مگر اسی وقت میں نے دیکھا کہ وہ ڈرتا ہوا حرم کے دروازے کی طرف جھپٹا۔ میں سوچنے لگا کہ اس کم بخت پر خدا کی لعنت ہو شاید یہ مجھ سے ڈر کر بھاگ رہا ہے مگر فوراً ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک ایسی آواز سن کر خوفزدہ ہو رہا تھا جو میں اب تک نہیں سن سکا تھا۔ وہ ضمضم ابن عمرو غفاری کی آواز سن رہا تھا جو وادی مکہ کے بیچ میں کھڑا ہوا پکار رہا تھا۔ وہ اپنے اونٹ پر کھڑا تھا جس کے ناک کان کٹے ہوئے تھے اور اس نے اپنی قمیض پھاڑ رکھی تھی۔ اس حالت میں وہ چیخ چیخ کر فریاد کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

Marfat.com

"اے گروہ قریش اپنے تجارتی قافلے کی خبر لو۔ تمہارا جو مال و دولت ابوسفیان لئے آرہا تھا اس پر محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ حملہ کر دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے (تم اس کو نہیں پاسکو گے)"

ایک روایت کے لفظ یوں ہیں۔ "اگر محمد ﷺ اس مال و دولت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تم ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاؤ گے۔ مدد۔ مدد۔!"

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آواز سن کر میری توجہ ابوجہل کی طرف سے ہٹ گئی اور اس معاملہ کی وجہ سے اس کی توجہ بھی میری طرف سے ہٹ گئی۔ اب لوگوں نے جلدی جلدی جنگ کی تیاری شروع کی۔ وہ سب بے حد گھبرائے ہوئے تھے اور عاتکہ کے خواب کی وجہ سے سخت خوفزدہ ہو رہے تھے۔

............ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے کہا:

"کیا محمد ﷺ اور ان کے ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تجارتی قافلہ بھی ابن حضرمی کے قافلے کی طرح ثابت ہوگا۔ خدا کی قسم ان کو پتہ چل جائے گا کہ یہ ایسا نہیں ہے۔"

اس تجارتی قافلے میں تمام قریشیوں کا مال لگا ہوا تھا اور قریش میں سے یا تو وہ لوگ تھے جو اس قافلے میں خود گئے تھے اور یا تو وہ تھے کہ انہوں نے مال دوسرے کے سپرد کر کے اس کو بھیجا ہوا تھا۔

مکہ میں جنگی تیاریاں

......(اسی وجہ سے وہ لوگ بڑی مستعدی کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور) مالی طور پر مضبوط لوگوں نے کمزور اور غریب لوگوں کی مدد کر کے ان کو چلنے پر آمادہ کیا۔ بڑے بڑے قریشی سردار لوگوں کو کوچ کرنے کے لئے اکسانے میں لگ گئے۔ سہیل ابن عمرو نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا:

"اے آل غالب! کیا تم اس کو برداشت کر لو گے کہ محمد ﷺ اور ان کے

Marfat.com

یثرب کے بے دین ساتھی تمہارے مال و دولت پر قبضہ کرلیں۔ (لہٰذا جنگ کے لئے نکلنے کے سلسلہ میں) تم میں سے جس کو مال کی ضرورت ہو تو میرا مال حاضر ہے اور جس کو کھانے کی ضرورت ہو تو میرا رزق حاضر ہے۔"

ابولہب کا خوف اور جنگ سے پہلوتہی

......اس طرح قریشی سرداروں میں سے سوائے ابولہب کے کوئی ایسا نہیں رہا جو جنگ کو جانے کے لئے تیار نہ ہو گیا ہو۔ مگر ابولہب عاتکہ کے خواب کی وجہ سے بے حد ڈرا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا: "عاتکہ کا خواب بالکل سچا خواب ہے اور اسی طرح ظاہر ہوگا۔"

ابولہب کا جنگی قائم مقام

ابولہب نے خود جانے کے بجائے عاص ابن ہشام ابن مغیرہ سے چار ہزار درہم میں معاملہ کیا کہ اس کی طرف سے وہ جنگ میں چلا جائے۔ ابولہب کے چار ہزار درہم عاص پر قرض تھے۔ ابولہب نے اسی رقم کے بدلے میں اس سے معاملہ کرلیا تھا۔ ابولہب نے اس سے کہا کہ تم جنگ کے لئے چلے جاؤ اور اس کے بدلے میں میرا قرض جو تمہارے ذمے ہے وہ میں چھوڑتا ہوں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عاص کے ذمہ ابولہب کے قرض کی یہ رقم سود کی رقم تھی۔ عاص نے اپنے غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے ابولہب سے روپیہ قرض لیا تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ابولہب نے چار ہزار کے سود در سود پر اس سے معاملہ کیا تھا۔ علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ ابولہب اور یہ دونوں جوا کھیلا کرتے تھے۔ اس جنگ کے موقعہ پر ابولہب نے اس بات پر عاص کے ساتھ جوا کھیلا کہ اگر عاص ہار جائے تو وہ ابولہب کی فرمانبرداری اور اطاعت کیا کرے چنانچہ جوئے میں ابولہب جیت گیا۔ اب ابولہب نے اس پر تقاضہ کر کے اس کو تنگ کرنا شروع کیا۔ پھر عاص نے دوبارہ وہی جوا لگایا مگر اس دفعہ بھی ابولہب جیت گیا چنانچہ اس نے عاص کو اپنی جگہ جنگ بدر میں بھیج دیا۔ اس عاص ابن ہشام کو اسی غزوہ بدر میں حضرت عمر فاروقؓ نے قتل کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عاتکہؓ کا مرثیہ

آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار دیکھیے:

''اے میری دونوں آنکھو، جب تک زمانے کی درازی قائم ہے روؤ اور جی کھول کر آنسو بہاؤ جس میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔

اے میری آنکھ! اچھی طرح اشکبار ہو مرتے دم تک اتنے دولاب اشک بہا جس میں کمی واقع نہ ہو۔

اے میری آنکھ! اشکبار ہو اور کوشش کر کے اشکبار رہو، ان کے لیے جو برگزیدہ تھے۔ نور لے کے آئے تھے ان کے علاوہ خلق اللہ میں سے اور کسی پر نہ رو۔

ایسا رونا کہ سیلاب آ جائیں کیونکہ عدل و خیر والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

موت سے میں بچتی تھی، ڈرا کرتی تھی اور تقدیر میں جو لکھا جا چکا ہے اس سے خوفزدہ تھی۔

کہ اس روشن ذات کو میں کھو نہ بیٹھوں جس کے وسیع اخلاق فخر کے لائق ہیں۔

ہر قسم کے عیب و امراض و برے اخلاق اور مکر و فریب سے اس کا دامن پاک ہے......

اب اس حاجت مند کے کون کام آئے گا جو ہر طرف سے نکالا جاتا ہو، اُسے دھکے دیے جاتے ہوں پابہ زنجیر ہو اور لوہے کی بندش کا گلہ کر رہا ہو،

اب ہر شام و سحر اللہ کی وحی کس پر آیا کرے گی جو ہمارے ہی درمیان رہ جایا کرتی تھی۔

اے فضیلتوں والے فیاض سردار! تجھ پر ہمارے پروردگار کی رحمت وسلام۔

Marfat.com

ہو، تیرے بدلے ان سب کو موت کیوں نہ آئی جو لعنتی ہیں، بدخلق ہیں، اصل و نسل کے کمینے ہیں۔"

اپنی بہن اروی رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر مرثیہ کہا، اوپر درج ترجمہ پر نگاہ دوڑائیں تو واضح ہوگا کہ آپ ایمان لے آئی تھیں۔ حضرت اروی رضی اللہ عنہا کے کہے مرثیے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا، ان سے ان کا بھی مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا وہ حضرات جو اِن دونوں خواتین کے ایمان نہ لانے کے قائل ہیں انہیں اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔

Marfat.com

حضرت ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا

ابتدائی تعارف

رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بہن تھیں۔

زبیر بن عبدالمطلب بن ھاشم، بنی ھاشم کے شاعر تھے...... ان کی عاتکہ بنت ابی وھب المخزومیة سے صرف دو بیٹیاں تھیں...... ضباعۃ اوران کی بہن اُمّ الحکم۔

اور جب زبیر کا انتقال ہوگیا تو شاعر کا منصب ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب نے سنبھال لیا۔

قریش کے وفد کی حضور ﷺ کے پاس آمد

اور جب اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، قریش کا وفد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا چیز مانع ہے کہ تم اسلام لا کر ساری عرب قوم کے سردار بن جاؤ گے؟

تو وہ لوگ بولے: اے محمد! ہم تمہاری باتیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں، اور ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

اور پھر ابوجہل نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے اور رسول ﷺ کے درمیان تان کر بولا: اے محمد: تمہاری دعوت کیلئے ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

میں تم لوگوں کو دو نیکیوں کی دعوت دیتا ہوں کہ: ''تم لوگ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

تو قریش کے لوگ نفرت سے اپنی پیٹھ پھیر کے چلے گئے اور کہنے لگے:

اجعل الآلهة الٰهاً واحدًا ان هذا لشیء عجاب. (ص:٥)

''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے''۔

اور سفیان بن حرب قریش کے سرداروں کو مخاطب کر کے بولے:

امشوا واصبروا علٰی اٰلهتكم ان هٰذا لشیءٌ یُّراد ○ ما سمعنا بهٰذا فی الملة الأخرة ج. (صٓ: ٦،٧)

اور جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اترے اور بولے:

اے محمد! اللہ عزوجل نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ:

یہ لوگ یہی دعویٰ کرتے ہیں نا...... کہ آپ کی بات ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ان کے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے کان بہرے ہیں اس لئے وہ آپ کی بات سن نہیں سکتے...... اگر ایسا ہے تو پھر جب آپ نے قرآن میں اپنے رب کا ذکر کیا اُن کے سامنے کیا تو وہ لوگ کیسے پیٹھ پھیر کر چلے گئے؟ لیکن وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ سنتے ہیں مگر اپنی نفرت کی وجہ سے اس سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

ضباعہؓ کا قبولِ اسلام

اور اگلے روز انہی میں سے ستر آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور بولے: اے محمد! ہم پر اسلام پیش کرو۔

اور جب ابوالقاسم ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا...... وہ سب کے سب اسلام لے آئے...... تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا:

''الحمد للہ...... کل تو تم لوگ یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ تم لوگوں کے دلوں پر پردے

Marfat.com

پڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم جو دعوت تمہیں دیتے ہیں وہ تمہارے ڈھکے ہوئے دلوں تک نہیں پہنچتی اور آج تم لوگ مسلمان ہو گئے ہو؟

تو لوگ بولے: اے اللہ کے رسول! کل ہم نے جھوٹ بولا تھا...... اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے...... لیکن اللہ عزوجل سچے ہیں اور بندے جھوٹے ہیں اور غنی ہیں اور ہم فقیر ہیں۔

ادھر ضباعۃ بنت الزبیر بن عبدالمطلب اور ان کے شوہر مقداد بن عمرو نے بھی کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

ایک دن آپ ﷺ کی ابوجہل سے ملاقات ہوئی تو وہ بولا ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے...... بلکہ جو کچھ تم لیکر آئے ہو اسے جھٹلاتے ہیں۔

تو باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فانھم لایکذبونک ولکن الظالمین بایٰتِ اللہ یجحدون O

(انعام: ۳۳)

”یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے قریش کے لوگو: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا اور کسی کی عبادت کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

تو وہ لوگ بولے: اے محمد...... کیا تم یہ دعویٰ نہیں کرتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور اللہ کے بندوں میں نیک اور صالح بندے تھے...... تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا لوگ ان کی بھی عبادت بھی کرتے تھے؟

تو اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون O

(الزخرف ۵۲)

”اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔“

Marfat.com

ضباعہؓ کی روایات

ضباعہ الزبیر کہتی ہیں:

سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کرنے والے سات تھے: رسول اللہ ﷺ، ابو بکرؓ، عمار بن یاسر اور ان کی والدہ سمیہ، صہیب رومی، بلال بن رباح اور مقداد بن عمرو۔ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ فرمائی جب کہ ابو بکرؓ کی حفاظت ان کی قوم کے ذریعہ فرمائی...... اور رہے باقی لوگ تو ان کو مشرکین نے لیجا کر...... لوہے کے ذرہ پہنا کر سورج کے نیچے پگھلنے کے لیے چھوڑ دیا۔

مقداد بن عمرو نے بھی اپنے حصے کا عذاب بھگتا...... مگر ایمان کی حلاوت چکھنے کے بعد وہ کفر کی طرف دوبارہ نہیں لوٹے۔

ضباعہ بنت الزبیر کہتی ہیں: فرمایا رسول ﷺ نے:

ہر نبی کو سات شرفاء، وزراء اور رفیق ملے...... اور مجھے چودہ عطا کیے گئے:

حمزہ، جعفر، ابو بکر، عمر، علی، حسن، حسین، عبداللہ بن مسعود، سلمان، عمار، حذیفہ، ابوذر، بلال اور مقداد۔

حضرت مقداد بن عمروؓ کے کارنامے

مقداد بن عمرو کھلم کھلا مدینہ کی طرف ہجرت نہ کر سکے تو قریش کے مشرکین کے ساتھ وہ اور عتبہ بن غزوان آئے راستے میں انہیں عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے ساتھی ملے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہجری سال کے آٹھویں مہینے کے شروع میں رابغ کے علاقے ودان کیلئے روانہ کیا تھا...... فریقین کے درمیان تیروں کا تبادلہ شروع ہو گیا مگر تلواریں نہیں تانی گئیں اور نہ ہی لڑائی کیلئے صف بندی ہوئی سب سے پہلے تیر پھینکنے والے سعد بن ابی وقاصؓ تھے ان کا تیر اسلام میں پھینکا جانے والا پہلا تیر تھا پھر اس کے بعد دونوں فریق اپنے اپنے راستے پر چل دیئے اور جنگ بند ہو گئی...... مشرکین کو یہ گمان ہوا کہ مسلمان تک کوئی مدد آپہنچی ہے اس لئے وہ ڈر کے مارے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے...... مگر

Marfat.com

مسلمانوں نے اُن کا پیچھا نہیں کیا اور مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا اور عبیدہ بن الحارث کی جماعت سے جا ملے۔

مقداد بن عمرو ایک نہایت بہادر شہ سوار تھے...... اور سب سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنا گھوڑا دوڑانے والے بھی وہی تھے...... اور جنگ بدر کے موقع پر ان کی بہادری کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔

جب مسلمانوں نے وادیٔ ذفران میں پڑاؤ کیا تو مقداد بن عمرو کو خبر ملی کہ قبیلہ قریش اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ نکل پڑا ہے اور راستے میں ہے...... اور ان کو وہ قافلہ روکنا تھا...... تو وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بولے: کہ قبیلہ قریش کے لوگ اپنی مکمل تیاریوں کے ساتھ مکہ سے نکل پڑے ہیں...... تو تم لوگ کیا کہتے ہو؟ کیا تمہیں تجارتی قافلہ زیادہ عزیز ہے یا اُس میں شامل لوگ؟ کیونکہ رسول ﷺ اپنے ساتھ جنگ کیلئے نکلنے والوں سے مال غنیمت اور جنگ کے درمیان انتخاب کرواتے تھے۔

تو ان کے کچھ ساتھی بولے:

کہ ہمیں دشمن کی ملاقات سے زیادہ تجارتی قافلہ عزیز ہے...... اور کچھ اور آوازیں بلند ہوئیں...... آپ نے ہم سے جنگ اور لڑائی کا ذکر کیا ہوتا تو ہم تیاری کر کے آتے ہم تو تجارتی قافلے کے لئے نکلے تھے آپ ﷺ دشمن کو چھوڑیں اور قافلے کو دیکھیں۔

یہ بات سن کر آپ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا...... اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی:

كما اخرجك ربك من بيتك بالحق وانّ فريقا من المومنين لكرهون ○ يجادلونك في الحق بعد ماتبيّن كانّما يساقون الى الموت وهم ينظرون ○ واذ يعدكم الله احدى الطّآئفتين انّها لكم وتودّون انّ غير ذات الشّوكة تكون لكم ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين ○ ليحقّ الحقّ ويبطل الباطل ولو كره المجرمون ○

(الانفال: ۵ تا ۸)

Marfat.com

(ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیے تھا) کس طرح تمہارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا اور (اس وقت) مؤمنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی۔ وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب خدا تم سے وعدہ کرتا تھا کہ ابوسفیان اور ابوجہل کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا (مسخر) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہی وہ تمہارے ہاتھ آجائے اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (کر پھینک) دے۔ تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے۔ گو مشرک ناخوش ہی ہوں۔"

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت مقدادؓ کا مشورہ

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور لوگوں سے کچھ کہا اور خوب کہا...... پھر حضرت عمرؓ اٹھے اور لوگوں سے کچھ کہا اور خوب کہا...... پھر مقداد بن عمروؓ اٹھے اور بولے: ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے لئے خوشخبری ہے کہ قسم خدا کی ہم آپ سے ایسا کچھ نہیں کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔

فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون O (المائدہ: ۲۴)

"(اگر لڑنا ہی ضرور ہے) تو تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو۔ ہم یہیں بیٹھے بیٹھے رہیں گے۔"

بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کے رب جل جلالہٗ جنگ کیلئے نکلیں ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے...... قسم اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا...... اگر آپ ہمیں برک الغماد (یمن کا ایک علاقہ ہے)...... تک بھی لے کر چلے تو ہم آپ کے ساتھ ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ آپ کی فتح ہو جائے۔

Marfat.com

حضرت مقدادؓ کے لئے حضورﷺ کی دعا

یہ بات سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا...... اور مقداد بن عمروؓ کے اس پر جوش بیان پر آپ ﷺ کے دہن مبارک سے ان کے لیے دعا نکلی۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں۔

میں نے مقداد کا وہ انداز دیکھا...... کہ اس کا ساتھی بننا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔

جنگ بدر کے روز صرف تین مسلمان گھڑ سوار تھے...... مقداد بن عمرو، مرثد بن ابی مرثد اور زبیر بن عوامؓ...... جبکہ رسول اللہ ﷺ کے باقی صحابہ یا تو پیدل تھے یا اونٹوں پر سوار تھے۔ اور اس معرکہ میں مقداد بن عمرو نے بڑا اہم کردار ادا کیا اور بڑی بے جگری سے لڑے...... اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کیا۔

اور جب جنگ ختم ہوگئی...... تو آپ ﷺ کے صحابہ تین ٹکڑیوں میں بٹ گئے ایک ٹکڑی تو آپ ﷺ کے خیمے کے پاس رہی اور دوسری ٹکڑی مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئی اور تیسری ٹکڑی نے دشمن کا پیچھا کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کیا...... اور مقداد بن عمرو نے دشمنِ خدا نضر بن حارث کو اسیر بنالیا۔

جب آپ ﷺ نے اس کی گردن اڑانی چاہی تو مقداد بن عمرو بولے:

یہ میرا قیدی ہے یا رسول اللہ!

یعنی مقداد بن عمروؓ کو اس کا فدیہ چاہیے تھا مگر ابوالقاسم ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم اغن المقداد من فضلک:

اے میرے اللہ...... مقداد کو اپنے فضل سے مالا مال کردے۔

ایسی دعا جو دنیا بھر کے خزانوں سے زیادہ افضل اور بہتر تھی...... اور پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اشارہ کیا: اور فرمایا:

اے علی...... اٹھو اور اس کی گردن اڑا دو۔

Marfat.com

تو حضرت علیؓ اُٹھے اور نضر بن حارث کی گردن تن سے الگ کر دی۔

حضرت ضباعہؓ کی ایک اور روایت

ضباعہ بنت الزبیر کہتی ہیں کہ......

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اللہ عزوجل نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیا اور مجھے بتایا کہ وہ بھی اُن سے محبت کرتا ہے: "علی، مقداد، ابوذر اور سلمان"۔

مقداد بن عمروؓ ایک طویل القامت شخص تھے گھنے بال تھے روشن آنکھیں تھیں اور ان کی بھنویں ملی ہوئی تھیں۔

ضباعہؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت

اور پھر ضباعہ بنت الزبیرؓ نے بھی مدینہ کیلئے ہجرت کر لی۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مقداد بن عمروؓ کو کسی ریاست کا والی بنا کر بھیجا......

جب وہ واپس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: امیر بننا کیسا لگا؟ تو مقداد بن عمروؓ پوری سچائی سے گویا ہوئے:

یا رسول اللہ! آپ نے مجھے ایسا موقع دیا کہ میں اپنے آپ کو سب لوگوں سے بلند بالا سمجھنے لگا اور لوگوں کو اپنا ماتحت...... قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا...... کہ آج کے بعد میں کسی بھی دو آدمیوں پر حاکم نہیں بنوں گا۔

اور مقداد بن عمروؓ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنتے تھے...... فوراً اپنی بیوی کو جا کر بتاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان السعید لمن جنب الفتن.

"خوش نصیب ہے وہ جو فتنوں سے بچ کر رہے۔"

اور پھر اپنے ساتھیوں کو بھی بتاتے تھے۔

مقداد بن عمروؓ ذہین اور حکمت والے تھے...... اور انہیں اسلام سے بہت لگا تھا...... اور اس سے زیادہ تعلق اور محبت رسول اللہ کی ذات سے تھا...... اسی لیے جب بھی

Marfat.com

مدینہ میں کوئی ہنگامی صورتحال پیدا ہوتی تھی...... تو مقداد بن عمروؓ پلک جھپکتے میں...... اپنے گھوڑے پر سوار...... تیر وتلوار سے لیس...... رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر موجود ہوتے تھے......

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کا حکم

اسلام کی محبت نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا تھا...... وہ اس کے دشمنوں اور منافقین سے ہی نہیں بلکہ اُس کے حامیوں کی غلطیوں سے بھی اُس کی حفاظت کرتے تھے۔
ایک روز مقدادؓ اپنی بیوی ضباعۃ بنت الزبیر کو رسول اللہ ﷺ کے گھر لیکر گئے...... تو انہوں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا:

فاذا دخلتم بیوتًا فسلِّموا علیٰ انفسکم تحیۃً مِّن عند اللّٰہ مبارکۃً طیبۃً. (نور: ۶۱)

"اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کیا کرو (یہ) خدا کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔"

تو ضباعۃ اپنے شوہر سے کہنے لگیں:
میں کیا کہوں؟
تو مقداد بن عمروؓ بولے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اذا دخلتم بیوتًا فسلِّموا علی اھلھا واذکروا اسم اللّٰہ فان احدکم اذا سلم حین یدخل بیتہ اسم اللّٰہ تعالیٰ علیٰ طعامہ یقول الشیطان لاصحابہ: لا مبیت لکم ھاھنا ولا عشاء واذالم یسلم احدکم اذا دخل ولم یذکر اسم اللّٰہ علی طعامہ قال الشیطان لاصحابہ ادرکتم المبیت والعشاء"

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اور اللہ کا نام لو...... کیونکہ تم میں سے جب کوئی بھی اپنے گھر میں

Marfat.com

داخل ہوتے ہوئے سلام کرتا ہے اور اپنے کھانے پر اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: تم لوگوں کا یہاں پر نہ کھانا ہے نہ بسیرا...... جبکہ تم میں سے کوئی اگر بغیر سلام کیئے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اپنے کھانے پر اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: تمہیں یہاں پر کھانا بھی مل گیا اور رات بسر کرنے کی جگہ بھی۔"

تو ضباعۃ بنت الزبیر کہنے لگیں:

ہر گھر میں داخل ہوتے ہوئے یہ کرنا چاہیے؟

تو مقداد بن عمروؓ بولے: ہر گھر میں داخل ہوتے ہوئے یہ کرنا چاہیے...... اور اگر کسی گھر میں مسلمان مکین ہو تو یہ کہے...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... اور اگر گھر میں کوئی نہیں رہتا ہو تو کہے: سلامتی ہو ہم پر اللہ کے نیک بندوں پر۔ اور گھر میں غیر مسلم رہتا ہے تو کہے...... سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت پائی۔

حج کی نیت کس طرح کی جائے!

ضباعۃ بنت الزبیر کے یہاں مقداد کے دو بچوں کی ولادت ہوئی، عبداللہ اور کریمۃ۔

اور جب رسول اللہ ﷺ نے حج وداع کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا تو ضباعۃ بنت لزبیر آئیں اور بولیں: یارسول اللہ ﷺ میں حج کرنا چاہتی ہوں تو کیا نیت کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں:

ضباعۃ بنت الزبیر بولیں: کیسے کہوں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہو:

لبیک اللھم لبیک وتحللی من الارض حیث حبست.

"تلبیہ کہو اور حلال ہو جانا (احرام اتار دینا) جہاں روک دی جاؤ۔"

ضباعہ سفر حج میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں

اور ضباعۃ بنت الزبیر اور ان کے شوہر مقداد بن عمروؓ رسول اللہ ﷺ کیساتھ حج کے

Marfat.com

لئے روانہ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے حج وداع کے موقع پر ایک سوال کیا اور فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟
تو ضباعۃ بنت الزبیر کہتی ہیں: ہم نے کہا: کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

تو آپ ﷺ خاموش رہے یہاںتک کہ مسلمان یہ سمجھے کہ آپ ﷺ اس کو کوئی اور نام دیں گے لیکن آپ ﷺ نے پھر سوال کیا: کیا یہ ذی الحج نہیں؟

تو مسلمان بولے؟ بالکل ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے پھر دریافت کیا: یہ کون سا شہر ہے؟

ضباعۃ بنت الزبیر کہتی ہیں: ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔
آپ ﷺ خاموش رہے یہاںتک کہ مسلمانوں کو گمان ہوا کہ آپ اُسے کوئی اور نام دیں گے......

پھر آپ ﷺ گویا ہوئے اور فرمایا: کیا بلد حرام نہیں؟"

تو لوگ بولے: بالکل ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟

ضباعۃ بنت الزبیر کہتی ہیں: پھر آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ لوگ کہ مسلمانوں کو گمان ہوا کہ آپ ﷺ اُسے کوئی اور نام دیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟

تو لوگ بولے: بالکل ہے۔

جمرہ اُولیٰ کے پاس ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کہ کون سا جہاد افضل ہے؟

تو آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔

اور وہ آدمی جمرہ ثانیہ کے نزدیک پھر آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور سوال کیا:
اے اللہ کے نبی کون سا جہاد افضل ہے؟

Marfat.com

تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا:

سوال کرنے والا کہاں ہے؟

وہ آدمی بولا: میں یہاں ہوں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔''

حضرت مقداد ؓ کی انصاف پسندی

ایک مرتبہ، مقداد بن عمروؓ ایک فوجی دستے کے ساتھ نکلے..... تو دشمنوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کا محاصرہ کر لیا..... تو دستے کے امیر نے حکم صادر کیا کہ کوئی بھی اپنے جانور کو چرنے کے لیے نہ چھوڑے..... مگر مسلمانوں میں سے ایک شخص کا کانوں تک یہ حکم نہ پہنچ سکا تو اس نے اپنا جانور چرنے کے لیے چھوڑ دیا..... جس پر دستے کے امیر نے اُسے بلا بھیجا اور خوب مارا اسے اتنی زیادہ سزا دی جس کا وہ مستحق نہیں تھا تو وہ آدمی بڑا غمگین اور مایوس ہو کر وہاں سے واپس آیا..... جب وہ مقداد بن عمروؓ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اسے روک کر پوچھا: اے فلاں تمہیں کیا ہوا؟ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ تو وہ آدمی بولا: امیر نے حکم دیا تھا کہ کوئی بھی اپنے جانور کو چرنے کے لیے نہ چھوڑے..... اور میں نے لاعلمی کی وجہ سے ایسا کر دیا تو انہوں نے مجھے مارا۔

یہ سن کر عمروؓ نے اپنی تلوار تانی اور اس آدمی کو لیکر دستے کے امیر کے پاس پہنچے اور بولے: کہ اب تم اس کا بدلہ چکاؤ۔ اور جب اس آدمی نے دستے کے امیر سے اپنا بدلہ لے لیا تو اسے معاف کر دیا..... لیکن مقداد بن عمروؓ اس واقعہ سے متاثر ہوئے اور بڑے اعزاز کے ساتھ بولے: قسم سے: میں جب مروں گا تو اس حال میں کہ اسلام اپنی قوت اور عروج کی بلندی پر ہوگا۔

قابلِ رشک ہیں یہ آنکھیں.......!

ایک روز جب مقداد بن عمرو ؓ کے ساتھی ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی وہاں سے گزرا اور بولا: قابل رشک ہیں یہ آنکھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے

Marfat.com

دیدار کی سعادت حاصل کی...... قسم خدا کی ہماری بھی یہ تمنا تھی کہ کاش ہم بھی وہ دیکھ سکتے جو تم نے دیکھا۔

تو مقداد بن عمروؓ نے جواب دیا: آخر تم لوگ ایسی چیز کی تمنا کیوں کرتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے تم سے چھپا کر رکھی...... تم میں سے کسی کو کیا معلوم...... کہ اگر وہ اس وقت وہاں ہوتا تو کس حال میں ہوتا؟ کیونکہ قسم خدا کی حضور ﷺ کے دور میں ایسے لوگ گذرے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل جہنم میں جھونکا ہے تم خدا کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جس نے تمہیں ان لوگوں جیسی مصیبت اور آزمائش سے بچایا...... اور اپنے رب اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا بنایا.. ؟؟

آخر کون نہیں چاہتا ہوگا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دیدار رے اور ان کے چشمۂ فیض سے اپنی پیاس بجھائے جو ان کے مبارک ہونٹوں سے پھوٹتا تھا؟

مقداد کی خواہش پوری ہوگئی

لیکن مقداد بن عمروؓ کی بصیرت اور حکمت ایک دھوکہ کو بے نقاب کرتی ہے...... کیونکہ یہ جو تمنا کر رہا ہے کہ کاش وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوتا...... ہوسکتا ہے کہ وہ جہنم کا پروانہ یافتہ ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کے شہہ زور سوار مقداد بن عمروؓ کی خواہش پوری ہوئی کہ جب ان کا انتقال ہوا اس وقت اسلام اپنی سربلندی پر تھا...... اور اس پہلے ہی عمرو بن عاصؓ نے مصر فتح کیا تھا۔

ان کی وفات کے بعد ان کی نعش مدینہ منورہ منتقل کر دی گئی۔

Marfat.com

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا

ابتدائی تعارف

فاختہ نام اورام ہانی کنیت تھی۔

رسول کریم ﷺ کی بنت عم اور حضرت طیار رضی اللہ عنہ اور حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

ان کی ماں جلیل القدر صحابیہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد اور باپ سرپرست رسول اللہ ﷺ جناب ابو طالب تھے۔ گویا خالص ہاشمی النسل تھیں۔ دادھیال آفتاب تو ننھیال ماہتاب تھا۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا کی شادی ہبیرہ بن عمرو مخزومی سے ہوئی۔

قبول اسلام

۲۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو جب رسول کریم ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ام ہانی نے اسی دن اسلام قبول کرلیا۔ جب ان شوہر ہبیرہ نجران کی طرف بھاگ گئے اور یہ شعر کہے:

"تیری عمر کی قسم میں نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے بزدلی سے پیٹھ نہیں پھیری، نہ قتل کے خوف سے، مگر میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو تیر اور تلوار سے کام لینا کافی نہ دیکھا جب تک اپنی جائے قیام

Marfat.com

تنگ نہ دیکھی ٹھہرا رہا۔ پھر لوٹ آیا جس طرح شیر اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔"

حضور علیہ السلام کی خوشی

حضور ﷺ فتح مکہ کے دن ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے قبول اسلام سے خوش ہوئے اور ان کے مکان میں غسل فرمایا اور نماز پڑھی۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان میں دو مشرکوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ سرور عالم ﷺ نے بھی انہیں پناہ دیدی۔

اسی زمانے میں ایک دن حضور ﷺ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے وہاں شربت نوش فرمایا اور اس میں کچھ حضرت ام ہانی کو عطا فرمایا۔ وہ روزہ سے تھیں۔ لیکن اس شربت کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر پی گئیں۔ حضور ﷺ نے ان سے روزہ توڑنے کا سبب پوچھا تو جواب دیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا جھوٹا کیسے واپس کر سکتی تھی۔"

سرور کائنات ﷺ نے ایک روز ازراہِ شفقت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا

"ام ہانی! بکری لے لو، یہ بڑی خیر و برکت والا جانور ہے۔"

حضرت ام ہانی فقہ سے بھی دلچسپی رکھتی تھیں اور وقتاً فوقتاً نبی کریم ﷺ سے مختلف مسائل دریافت کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کی طرف سے بتایا گیا وظیفہ

ایک مرتبہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ اب میں بوڑھی ہوں، چلنے پھرنے میں کمزوری محسوس کرتی ہوں، کوئی ایسا وظیفہ بتایئے جسے بیٹھے بیٹھے پڑھ سکوں۔ حضور ﷺ نے بڑی شفقت سے ایک وظیفہ بتایا۔

"ایک روایت میں اس وظیفہ کی تصریح یوں کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ام ہانی سے فرمایا کہ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ، ایک سو مرتبہ الحمد للہ، ایک سو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔"

Marfat.com

وصال مبارک

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت میں وفات پائی۔

اولاد پاک

اولاد میں عمرو، ہانی یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے چھیالیس احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے راویوں میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عبداللہ بن عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اکابر شامل ہیں۔ (تذکار صحابیات)

Marfat.com

زوجۂ صدیق اکبرؓ، والدۂ اُم المومنین سیدہ عائشہؓ

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

آپ کا ابتدائی تعارف

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ اپنی کنیت ''ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' سے ہی مشہور ہیں۔ والد کا نام عامر بن عویمر (بن عبد شمس) تھا جو بنو کنانہ کے خاندان فراس میں سے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح عبداللہ بن حارث سے ہوا اور انہیں کے ساتھ مکہ آ کر سکونت پذیر ہوئیں۔ عبداللہ کے صلب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام طفیل رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن حارث نے وفات پائی چونکہ عبداللہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حلیف بن گئے تھے اس لئے ان کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خود نکاح کر لیا۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلب سے ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو تاریخ اسلام کی نہایت درخشاں ہستیاں ہیں۔

قبول اسلام

جب سرور کائنات ﷺ نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ نے (بڑوں میں سب سے پہلے) صدائے رسالت ﷺ پر لبیک کہی۔ اور ان کے ساتھ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شرف اسلام ہو کر سابقون اولون میں شمار ہوئیں۔

آپؓ کی ہجرتِ مدینہ

ہجرت ۱۲ نبوی میں رسول کریم ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو اللہ کے بھروسہ پر دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا۔

جب مدینہ پہنچ کر کچھ اطمینان ہوا تو رسول کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اہل وعیال لانے کے لئے مکہ روانہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کے ساتھ حضرت عبداللہؓ اریقط کو دو تین اونٹ اور زادراہ دے کر مکہ بھیجا اور اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہلا بھیجا کہ اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ہمراہ مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوئیں۔ جس وقت یہ قافلہ منیٰ پہنچا۔ تو جس اونٹ پر حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں بھاگ گیا۔ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت مضطرب ہوئیں اور واویلا کرنے لگیں اللہ تعالیٰ نے رحم کیا کہ اونٹ پکڑا گیا اور حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکلیف نہ پہنچی۔ مدینہ پہنچ کر ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عزیزوں کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں اتریں جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مکان پہلے ہی سے لے رکھا تھا۔

واقعہ افک

۶ ہجری میں افک کا افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین مدینہ کی سازش سے ناپاک تہمت لگائی گئی، جس میں بعض سادہ دل مسلمان بھی شریک ہو گئے۔ اس کا مفصل ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات میں آ چکا ہے۔ واقعہ کی صورت کچھ ایسی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طبیعت مبارک بھی پُر ملال ہو گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے اپنے آقا رسول اللہ ﷺ کا ملال قیامت سے کم نہ تھا۔ دکھیا بیٹیوں کی پناہ گاہ دامان مادر ہی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ سے اجازت لے کر گرتی پڑتی اپنے والدین کے گھر تشریف لائیں یہ ایک دو منزلہ مکان تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر کی منزل میں تھے حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیچے بیٹھی تھیں۔ بیٹی کو اس حالت میں دیکھ کر پوچھا "میری بچی خیر تو ہے کیسے آئیں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واقعہ بیان کیا حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ماں تھیں دکھ تو انہیں بہت ہوا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دل رکھنے کے لئے کہا:

"بیٹی گھبراؤ نہیں، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اسے شوہر کی نظروں سے گرانے کیلئے سوتنیں حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل پر بنی ہوئی تھی۔ انہیں ماں کے جواب سے تسکین نہ ہوئی اور فرط الم سے ان کی چیخ نکل گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بچی کی چیخ سن کر بالا خانے سے نیچے اترے۔ واقعہ سنا۔ رقیق القلب تو تھے ہی خود بھی رونے لگے۔ جب ذرا قرار آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ "بیٹی تم اپنے گھر جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔"

جب وہ چلی گئیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پہنچے۔ ام المومنین رنج و غم کی شدت سے بخار میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنی گود میں لٹایا۔

نماز عصر ادا کرنے کے بعد رسول کریم ﷺ گھر تشریف لائے۔ پھر فرمایا:

"عائشہ! اگر واقعی تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو خدا سے توبہ کرو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ماں باپ کی طرف دیکھا اور کہا آپ رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہم جواب دیں۔ لیکن وہ دونوں رحمتِ دو عالم ﷺ کے سچے شیدائی تھے اپنے آقا کو پر ملال دیکھ کر اپنی بیٹی کی حمایت کیسے کر سکتے تھے۔

کہنے لگے: ”ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔“

اب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ”انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔“ (یعنی میں اپنے دکھ اور غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں)

حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ کہنا ہی تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں قطعی طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کر دی گئی تو ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دل باغ باغ ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، ”بیٹی اٹھو اور اپنے آقا ﷺ کے قدم چوم لو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا:

”اماں جان نہ میں ان کی ممنون ہوں نہ میں اپنے والدین کی۔ میں صرف اپنے اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے میری بے گناہی کی شہادت دی۔“

تین مہمان

اسی سال کے آخر میں ایک یادگار واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب صفہ میں سے تین بزرگوں کو اپنے گھر بطور مہمان لائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے وہاں کچھ زیادہ دیر ہو گئی جب گھر لوٹے تو حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ”مہمانوں کو چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے تھے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ”میں اپنے آقا مولا ﷺ کی خدمت میں تھا تم مہمانوں کو کھانا کھلا دیتیں۔“

ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ ”میں نے انہیں کھانا بھجوایا تھا لیکن ان لوگوں نے نہیں کھایا۔“ اب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کھانا لے کر گئے اور تینوں بزرگوں کے کھلایا۔ اس کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ تقریباً تین گنا کھانا برتنوں

Marfat.com

میں موجود رہا اور مہمان سیر ہو گئے۔ چنانچہ یہ سب کھانا اٹھوا کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔

وصال مبارک

حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے خود ان کو قبر میں اتارا اور فرمایا "جو شخص عورتوں میں حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھے۔"

اس کے بعد ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔

Marfat.com

حضرت اُمّ کلثوم بنت ابی بکر رحمہا اللہ

ابتدائی حالات، شرف اور فضائل

● ...... حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جلیل القدر صحابی، خلیفہ اول، رسول اللہ ﷺ کے رفیق غار، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور نبی کریم ﷺ کی سب سے چہیتی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ تھیں۔

● ...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ جلیل القدر صحابیہ ہیں جن میں اتنی خوبیاں جمع ہوگئیں تھیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تمام ہم عصر خواتین میں دکھائی نہیں دیتی تھیں۔

● ...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دادی ام الخیر سلمیٰ بنت صخر ہیں جنہیں صحابیہ ہونے اور شروع میں اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔

● ...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صدیق اکبر کی بیٹی، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ، تمام امت کی خواتین میں سے زیادہ عالمہ، فاضلہ اور فقیہ تھیں۔

● ...... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری ہمشیرہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جنہیں "ذات النطاقین" ہونے کا انتہائی منفرد اعزاز حاصل ہے۔

● ...... آپ کے بھائی عبدالرحمان، عبداللہ اور محمد جرنیل اور بہادر صحابہ کرام میں سے تھے۔

● ...... آپ کے خاوند رسول پاک ﷺ کے دلدادہ، اسلام میں سبقت کی سعادت حاصل کرنے والے، لسان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے، مخیر، سخی، سیدنا طلحہ

Marfat.com

بن عبید اللہ ہیں۔

◉ ...... یہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت تابعیہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کی والدہ حبیبہ بنت خارجہ الانصاریہ الخزرجیہ تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شادی کی۔

حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی اپنی والدہ کے بطن میں ہی تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا "بیٹا اپنی نومولود بہن کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آپ کے بارے میں وصیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رضائے الٰہی سایہ فگن تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام وہ زمین ہبہ کردی جو حضور پاک ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ کی بالائی جانب عطا کی تھی اور آپ نے اسے قابل کاشت بنایا اور اس میں درخت لگائے، نیز کھیتی باڑی کی۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی زوجہ محترمہ حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حالت حمل میں تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ مال ورثا کو لوٹا دیا جائے۔ ان کے دل میں یہ شدید خواہش کارفرما تھی کہ دنیا سے اپنے تمام معاملات صاف کر کے رخصت ہوا جائے اور اپنے اللہ سے ملاقات اس حالت میں کی جائے کہ کوئی بات ایسی نہ رہ جائے کہ جس سے اللہ کے ہاں مواخذے کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا۔

"میری بیٹی! میرے بعد تونگری اور مال ودولت کے اعتبار سے تو مجھے سب لوگوں سے زیادہ منظور نظر اور عزیز ہے اور فقر وافلاس کے اعتبار سے بھی مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز از جان ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں نے تمہیں زمین عطا کی تھی جس پر تم ہمیشہ کیلئے

Marfat.com

قابض رہنا تو نہیں چاہتیں۔ بیٹا میری دلی خواہش ہے کہ تم وہ زمین مجھے واپس کر دو تا کہ میں اسے اللہ کی کتاب قرآن پاک کی روشنی میں ورثا میں تقسیم کر دوں۔ یہ دراصل وارثوں کا مال ہے۔ یہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''میری ایک بہن اسماء تو ہیں۔ یہ دوسری بہن کون سی ہیں۔؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''مجھے القاء ہوا ہے کہ حبیبہ بنت خارجہ کے بطن میں جو ہے وہ لڑکی پیدا ہوگی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے کہا تھا ویسے ہی ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنم لیا۔

خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جزیرہ عرب، ایران اور مصر فتح ہو چکے تھے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں مسند خلافت پر رونق افروز تھے۔ آپ کی گھریلو زندگی اس قدر سادہ تھی کہ صرف اتنی چیز پر گزارہ کرتے جس سے جسم وجان کا رشتہ قائم رہے۔ غذا اور لباس میں بہت ہی تھوڑی چیز پر قناعت کرتے اور زیادہ کی حسرت اور تمنا دل میں موجود ہی نہ تھی۔ ہر کوئی مرد وزن ایسی زندگی کی تمنا وخواہش ہرگز نہیں رکھتا۔ ایسے حالات وواقعات کی روشنی میں یہ کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی خاتون کو نکاح کا پیغام دیں اور وہ صاف انکار کر دے جیسا کہ ام البنین بنت عتبہ بن ربیعہ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے نکاح کا پیغام دیا گیا تو اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ تو ایک ایسا شخص ہے جسے آخرت کی فکر نے دنیا ہی فراموش کرادی ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے وہ اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ کچھ ایسی ہی صورتحال حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیساتھ پیش آئی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پیغام نکاح

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کا پیغام ان کی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچایا۔ انہوں نے فرمایا ''ٹھیک ہے''۔ پھر اپنی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو

Marfat.com

انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگیں مجھے ضرورت نہیں میں ان سے شادی نہیں کروں گی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔ "ارے تم امیر المومنین کو ٹھکراتی ہو۔"! اس نے کہا: "ہاں وہ معاشی طور پر خشک اور بیویوں کے ساتھ سخت گیر ہیں اور میں اس طرز معیشت اور معاشرت میں نباہ نہیں کر سکتی۔"

اس موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاف انکار کرنے سے گریز فرمایا۔ انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صورتحال سے آگاہ فرمایا اور یہ معاملہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ اور فرمایا کہ آپ اس معاملے کو زیادہ خوش اسلوبی سے نپٹ سکتے ہیں، حسنِ تدبیر سے کام لیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں۔ میں اسے اچھے انداز سے نپٹا دوں گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ امیر المومنین مجھے ابھی ایک اطلاع ملی ہے اور میں خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو بچا سکوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "وہ کیا؟"

انہوں نے کہا، "مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے ام کلثوم بنت ابی بکر کو نکاح کا پیغام بھیجوایا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں کیا بات ہے؟ کیا تم مجھے اس سے منحرف کرانے کیلئے آئے ہو یا اسے مجھ سے بے رغبتی اختیار کرنے کی تدبیر لے کر آئے ہو۔

انہوں نے کہا: ان دونوں میں کوئی بات نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ ایک نو عمر ہے۔ اور امیر المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگرانی میں بڑے ناز و نعم کے ماحول میں پرورش پائی ہے۔ آپ سخت گیر ہیں اور ہم بھی آپ سے ڈرتے ہیں۔ ہم آپ کی ان عادات کو بدل نہیں سکتے۔ اگر اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی بات کو

Marfat.com

ماننے سے انکار کر دیا اور آپ نے غصے میں آ کر اس کی پٹائی کر دی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا کے ذہین شخص تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے یہ باتیں نہیں کر رہے بلکہ ضرور یہ کسی کا واسطہ ہے۔ میری اور اس کی یہ نمائندگی کر رہے ہیں۔ یہ کسی طرف سے کوئی رکاوٹ کھڑی کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا (گویا اس رکاوٹ کو وہ بھانپ گئے تھے) "کیا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے بات کی ہے۔" عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "امیر المومنین انہی کی تو میں نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں آپ کو اس سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا رشتہ طلب کریں۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسبتی تعلق رسول اللہ ﷺ سے قائم ہو جائے گا۔ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

علمِ حدیث وفقہ میں خدمات

ایک اہم بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ورثاء میں آپ کے والد ابوقحافہ، دونوں بیویاں اسماء بنت عمیس اور حبیبہ بنت خارجہ، اولاد میں عبدالرحمان، محمد، عائشہ صدیقہ، اسماء اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کی وصیت کا خوب خیال رکھا اور اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہت اچھی طرح حفاظت کی۔ جب ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جوان ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک شفیق ماں کی طرح ان کا خیال رکھا تاکہ کوئی تکلیف اور پریشانی ان کے قریب نہ آئے۔ ان کو علم و عرفان کی تلقین فرمائی اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا اور ان سے حدیث روایت کرنے کا عمدہ شرف بھی حاصل ہوا۔ انہیں حدیث رسول اللہ ﷺ کی حافظہ ہونے کا فیض حاصل ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثقہ خواتین میں سے ایک ہیں جن سے احادیث روایت کی گئیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کثیر تعداد میں اہل علم و فضل نے احادیث روایت کیں۔ جن میں مشہور و معروف جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا نام سر

Marfat.com

فہرست ہے۔ یہ عمر میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑے تھے اور یہ ان تابعات میں سے ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احادیث روایت کیں۔

حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے بیٹے ابراہیم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی نے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں طلحہ بن یحیٰ بن طلحہ، مغیرہ بن حکیم صنعانی اور جیر بن حبیب نے روایت کیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح میں، امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات کو نقل کیا ہے جسے ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں۔ "ایک رات حضرت پاک ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی۔ یہاں تک کہ رات کا کافی حصہ بیت گیا۔ اہل مسجد سو گئے۔ پھر آپ ﷺ حجرے سے نکلے، نماز ادا کی اور کہا۔ اس کا وقت ہے اگر میں اپنی امت کے لئے دشواری نہ سمجھتا تو اس کا یہی وقت مقرر کر دیتا۔

ازدواجی زندگی

حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ اور ان سے زکریا، یوسف اور عائشہ بنت طلحہ پیدا ہوئے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ایک مومنہ اور عابدہ کے روپ میں خوشگوار زندگی بسر کی۔ یہ ایک بہترین بیوی اور بچوں کے حق میں ایک بہترین ماں ثابت ہوئیں۔ لوگ کسی خاتون کی بیٹی، بیوی یا والدہ ہونے کی حیثیت سے جب تعریف کرتے ہیں تو ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر روپ میں ایک مثالی خاتون نظر آتی ہیں۔ یہ ان کا حق معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد......!

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۳۶ ہجری میں اپنے خاوند کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئیں۔ وہ اس جنگ میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہا انہیں اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے گئیں اور وہاں حج ادا کیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی عبدالرحمان بن عبداللہ ابی ربیعہ مخزومی کے ساتھ ہوئی جو مشہور و معروف شاعر عمر بن ابی ربیعہ کے چچا تھے۔ ان کے ہاں عثمان، ابراہیم، ام حمید اور اُم عثمان پیدا ہوئے۔

آپؓ کی وفات

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مدینہ منورہ میں اپنی ہمشیرہ کے زیر سایہ نہایت علمی ماحول میں اپنی زندگی گزاری۔ تاریخ کے تناظر میں یہ حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کب اور کہاں ہوئی۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ۵۸ ہجری میں ہوئی۔ یوں یہ جلیل القادر اور بلند اخلاق خاتون ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کتاب زندگی مکمل ہوئی۔ وہ ہر لحاظ سے ایک بہترین بیٹی، بہترین بیوی، بہترین ماں، بہترین شاگردہ، بہترین معلمہ اور حدیث کی نہایت عظیم المرتبت راویہ ہوئیں۔ تمام خواتین کے لئے آپ اسلامی زندگی کا ایک شاندار نمونہ ہیں۔

Marfat.com

خاتونِ اُحد

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا شرف وفضیلت

اس نصیبہ ور خاتون کا نام ''نسیبہ'' اور کنیت ام عمارہ تھی، کنیت سے ہی مشہور ہوئیں اور ایسی کہ تاریخ اسلام کے صفحات پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو کر رہ گئیں۔

غزوۂ اُحد میں آپ کی شجاعت اور عزم وہمت نے حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے زبردست خراجِ تحسین وصول کیا اور ''خاتون اُحد'' کا لقب پایا۔ اس غزوہ میں اس بلند ہمت خاتون نے ۱۲ زخم کھائے لیکن زخمی شیرنی کی طرح میدان میں ڈٹی رہی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اُحد کے دن میں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا تھا ام عمارہؓ ہی ام عمارہؓ نظر آتی تھیں''

خلیفۂ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کے فرزند حبیب رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب نے نہایت بے دردی سے شہید کیا۔ تو آپؓ نے عہد کیا کہ مسیلمہ سے اپنے لختِ جگر کا بدلہ لیں گی۔ چنانچہ اللہ نے آپ کی اس حسرت کی تکمیل یوں کرائی کہ دورانِ جنگ مسیلمہ کے باغ ''حدیقۃ الرحمان'' میں گھس کر جہاں وحشی رضی اللہ عنہ بن حرب نے مسیلمہ کو نیزے سے گھائل کیا، وہاں ام عمارہؓ کی موجودگی میں ان کے دوسرے فرزند عبداللہ کی تلوار بھی اس کے ملعون وجود میں اتری اور یوں مسیلمۂ کذاب جہنم واصل ہوا۔

Marfat.com

جناب طالب الہاشمی اپنے دلنشین انداز میں خاتونِ اُحد حضرت ام عمارہؓ کا تذکرہ فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو!

دوپٹہ کس کو ملنا چاہیے!

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ مالِ غنیمت میں بہت سے قیمتی کپڑے مرکزِ خلافت مدینہ منورہ میں موصول ہوئے۔ ان میں ایک زرکار دوپٹا بے حد قیمتی تھا۔ مالِ غنیمت تقسیم ہونے لگا تو سیدنا عمر فاروقؓ نے حاضرینِ مجلس سے پوچھا کہ اس دوپٹے کا سب سے بڑھ کر حصہ دار کون ہے؟ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ آپ یہ دوپٹا اپنے فرزند (حضرت) عبداللہ کی بیوی کو دے دیں۔

حضرت عمرؓ کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر فرمایا:

"نہیں نہیں! میں یہ دوپٹا اُمّ عمارہؓ کو دوں گا وہ اس کی سب سے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ غزوۂ اُحد کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ اُحد کے دن میں اُمّ عمارہ کو برابر اپنے دائیں اور بائیں لڑتے دیکھتا تھا"۔

یہ کہہ کر آپؓ نے وہ دوپٹا حضرت اُم عمارہؓ کے پاس بھیج دیا جو مدینہ منورہ کے ایک مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادوں کو اپنے دل میں بسائے اپنی زندگی کا آخری زمانہ گزار رہی تھیں۔ ان کی کتابِ حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت اور راہِ حق میں اپنی جان، اولاد اور مال قربان کر دینے کے جذبہ کے ابواب اتنے روشن تھے کہ فاروقِ اعظمؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے اور انہیں خاتونِ اُحد کہہ کر یاد کیا کرتے تھے۔

نام، کنیت اور حسب ونسب

حضرت اُمّ عمارہؓ کا نام "نسیبہ" تھا لیکن تاریخ میں انہوں نے اپنی کنیت ہی سے شہرت پائی۔ وہ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ سلسلۂ نسب

Marfat.com

یہ ہے:

نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پردادی سلمٰی (حضرت عبدالمطلب کی والدہ اور ہاشم بن عبد مناف کی اہلیہ) بھی خاندانِ نجار ہی سے تھیں۔ یہ خاندان یوں تو شروع ہی سے مدینہ منورہ میں معزز سمجھا جاتا تھا لیکن بعد میں حضرت عبدالمطلب کا ننہال ہونے کی بنا پر اور یوں سرورِ عالم ﷺ سے بالواسطہ قرابت داری اس کو مدینہ کا ممتاز ترین خاندان سمجھا جانے لگا۔ رسولِ اکرم ﷺ بنو نجار کو بہت عزیز جانتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا:

"اگر میں انصار کے کسی گھرانے میں شامل ہوتا تو بنو نجار میں شامل ہوتا"۔

نصف صدی بعد حضور ﷺ کی یادیں

رحمتِ عالم ﷺ جب چھ برس کے تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اپنی لونڈی ام ایمنؓ اور ننھے حضور ﷺ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں اور وہاں کم و بیش ایک ماہ تک خاندانِ بنو نجار کے ہاں مقیم رہیں۔ واپسی کے سفر میں جب ابواء کے مقام پر پہنچیں تو بیمار ہو گئیں اور وہیں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ ننھے حضور اُم ایمنؓ کے ہمراہ مکہ پہنچے۔ مدینہ منورہ میں اس زمانہ قیام کی باتیں حضور ﷺ کو ساری عمر یاد رہیں۔ سالہا سال بعد آپ ایک دفعہ بنو نجار کے محلے سے گزرے تو ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، "یہی وہ مکان ہے جہاں میں اپنی والدہ کے ہمراہ ٹھہرا تھا"۔ پھر آپ نے ایک تالاب اور ایک میدان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "یہی وہ تالاب ہے جس میں مَیں نے تیرنا سیکھا تھا اور یہی وہ میدان ہے جہاں میں ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ ہجرت کے بعد حضور ﷺ قبا سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا جو بنو نجار ہی کے رئیس تھے۔

Marfat.com

بنونجار کی سعادتیں

حضور ﷺ کے نزولِ اجلال کے وقت یوں تو انصار کا بچہ بچہ جوشِ مسرت سے بے خود ہوگیا تھا، لیکن بنونجار کے جوش وخروش اور ابتہاج ومسرت کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی۔ ان کی معصوم بچیاں دف بجابجا کر یہ گیت گا رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

''ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں.......... محمد کیا ہی اچھے ہمسایہ ہیں''

حضور ﷺ ان بچیوں کے پاس سے گزرے تو مسکرا کر ان سے فرمایا:

''بچیو! کیا تم مجھ سے الفت رکھتی ہو؟''۔

سب نے مل کر جواب دیا: ''ہاں یارسول اللہ!''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم بھی مجھ کو بہت عزیز ہو''۔

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اہلِ مدینہ نے دینی امور کی حفاظت کے لیے اپنے بارہ نقیب منتخب کیے تھے ان میں حضرت اسعدؓ بن زرارہ بنونجار کے نقیب تھے۔ ہجرت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت اسعدؓ نے وفات پائی تو بنونجار کے لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! اسعدؓ کی جگہ اب کسی اور کو بنونجار کا نقیب مقرر فرمائیں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ میرے ماموں ہو اس لیے اب بنونجار کا نقیب میں خود ہوں''۔

اُمِّ عمارہؓ کا حقیقی سرمایۂ افتخار، رسولؐ سے والہانہ محبت

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر بنونجار کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، فی الحقیقت یہ ایک عظیم سعادت تھی جو بنونجار کو حاصل ہوئی اور وہ حقیقی معنوں میں انصار کا بہترین خاندان بن

Marfat.com

گیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ اسی عظیم خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے خاندان سے تعلق رکھنا ہی بجائے خود ایک بہت بڑا شرف تھا۔ لیکن سچ پوچھئے تو حضرت اُمّ عمارہؓ کا حقیقی سرمایۂ افتخار کچھ اور تھا...... وہ تھا دینِ حق کی خاطر ہر وقت سر بکف رہنے کا جذبہ اور ہادیٔ اکرم ﷺ سے والہانہ محبت اور عقیدت جس نے ان کو اپنی جان مال اور اولاد ہر شے سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اسی عقیدت اور جذبۂ اخلاص نے ان کو اتنا بلند مرتبہ عطا کیا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ ان پر فخر کیا کرتے تھے۔

حضرت اُمّ عمارہؓ کا نکاح اور اولاد

حضرت اُمّ عمارہؓ کا پہلا نکاح زید بن عاصمؓ سے ہوا جو اُن کے چچا زاد بھائی تھے۔ زیدؓ سے ان کی دو اولادیں ہوئیں۔ عبداللہؓ اور حبیبؓ۔ ان دونوں بھائیوں نے شرف صحابیت حاصل کیا اور تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔

زیدؓ کی وفات کے بعد حضرت اُمّ عمارہؓ عربہؓ بن عمرو کے عقدِ نکاح میں آئیں، ان سے دو بچے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے۔

اُمّ عمارہؓ نے حضور ﷺ کی بیعت کی

حضرت اُمّ عمارہؓ کا شمار انصار کے سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ وہ اس زمانے میں اپنے سارے خاندان سمیت مشرف بہ اسلام ہوئیں جب بیعت عقبۂ اولیٰ کے بعد حضرت مصعبؓ بن عمیر یثرب میں اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد ۱۳ سنہ نبوت میں انہیں اُن ۷۲ مختصر نفوسِ قدسی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جنہوں نے عقبۂ کبیرہ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ حضور ﷺ یثرب تشریف لائیں تو وہ اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کے ساتھ آپ کی تائید و نصرت کریں گے۔ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ ان کے شوہر عربہؓ بن عمرو بھی بیعت عقبۂ کبیرہ میں شریک تھے۔ لیکن سیرت کی اکثر کتابوں میں بیعت عقبۂ کبیرہ کے شرکاء میں ان کا نام نہیں ملتا، البتہ حضرت اُمّ عمارہؓ کے اس بیعت میں شریک ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

ام عمارہؓ خاتونِ اُحد کیونکر بنیں؟

ہجرت نبویؐ کے تیسرے سال مسلمانوں کو اُحد کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ بھی اس میں شریک ہوئیں اور ایسی شجاعت، جانبازی اور عزم وثبات کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں ''خاتونِ اُحد'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مطابق ان کے شوہر عربہؓ بن عمرو اور دونوں بڑے فرزند عبداللہؓ اور حبیبؓ بھی غزوۂ اُحد میں ان کے ساتھ شریک تھے۔

جب تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، اُمّ عمارہؓ دوسری خواتین کے ساتھ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر مجاہدین کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں،۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مجاہدین انتشار کا شکار ہو گئے، تو اس وقت رسولِ اکرم ﷺ کے پاس گنتی کے چند سرفروش باقی رہ گئے۔ حضرت اُمّ عمارہؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھالی اور حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار بار بار یورش کر کے حضور ﷺ کی طرف بڑھتے اور اُمّ عمارہؓ انہیں دوسرے ثابت قدم مجاہدین کے ساتھ مل کر تیر اور تلوار سے روکتیں۔ یہ بڑا نازک وقت تھا۔ بڑے بڑے بہادروں کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ لیکن یہ شیر دل خاتون کوہِ استقامت بن کر میدانِ جنگ میں ڈٹی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ایک مشرک نے ان کے سر پر پہنچ کر اپنی تلوار کا وار کیا۔ اُمّ عمارہؓ نے اسے اپنی ڈھال پر روکا اور پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آ رہے۔ سرورِ عالم ﷺ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے آپ نے اُمّ عمارہؓ کے بیٹے عبداللہؓ کو پکار کر فرمایا، ''عبداللہ اپنی ماں کی مدد کرو''۔ وہ فوراً ادھر لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس مشرک کو جہنم واصل کر دیا۔ عین اس وقت ایک دوسرا مشرک تیزی سے ادھر آیا اور حضرت عبداللہؓ کا بایاں بازو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ نے اپنے ہاتھ سے عبداللہؓ کا زخم باندھا اور پھر فرمایا: ''بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑو''۔ حضورؐ نے ان کا جذبۂ جاں نثاری دیکھ کر فرمایا: ''من یطیق

Marfat.com

ما تطیقین یا اُمّ عمارہ " (اے اُمّ عمارہؓ! جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہو گی؟) اسی اثنا میں وہی مشرک جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا پلٹ کر پھر حملہ آور ہوا۔ حضور ﷺ نے اُمّ عمارہؓ سے فرمایا: "اُمّ عمارہؓ، سنبھلنا۔ یہ وہی بد بخت ہے جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا"۔ حضرت اُمّ عمارہؓ جوشِ غضب میں اس کی طرف جھپٹیں اور تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑا۔ سرورِ عالم ﷺ یہ دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا: "اُمّ عمارہؓ تو نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا"۔

اثنائے جنگ میں ایک بد بخت نے دور سے حضور ﷺ پر پتھر پھینکا جس سے آپؐ کے دو دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ شمعِ رسالتؐ کے پروانے مضطرب ہو کر ادھر متوجہ ہوئے تو ابن قمیہ نامی ایک کافر دڑاتا ہوا حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ حضور ﷺ خود پہنے ہوئے تھے۔ ابنِ قمیہ کی تلوار خود پر پڑی۔ اس کی دو کڑیاں رُخسار مبارک میں کھُب گئیں اور خون کی دھاریں پھوٹ نکلیں۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا۔ اُمّ عمارہؓ بے تاب ہو گئیں اور آگے بڑھ کر ابنِ قمیہ کو روکا۔ یہ شخص قریش کا نامی شہسوار تھا لیکن شیر دل اُمّ عمارہؓ مطلق ہراساں نہ ہوئیں اور اس پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ وہ دوہری زرہ پہنے ہوا تھا اس لیے اُمّ عمارہؓ کی تلوار اُچٹ گئی اور ابنِ قمیہ کو جوابی وار کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے ان کے کندھے پر شدید زخم آیا لیکن ابن قمیہ کو بھی وہاں ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ تیزی سے گھوڑا دوڑا کر بھاگ گیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ کے زخم سے خون کا پرنالہ بہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے زخم پر خود پٹی بندھوائی اور کئی بہادر صحابہؓ کا نام لے کر فرمایا:

"واللہ آج اُمّ عمارہؓ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی"۔

اُمّ عمارہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میرے لیے دعا فرمایئے کہ جنت میں بھی آپ کی معیت نصیب ہو"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے خشوع سے ان کے لیے دعا مانگی اور آواز بلند فرمایا:

" اللّٰھم اجعلھم رفقائی فی الجنة "

حضرت اُمِ عمارہؓ کو بڑی مسرت ہوئی اور ان کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ جاری

Marfat.com

ہو گئے:

"ما اُبالی ما اصابنی فی الدنیا ......"

"اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں"۔

لڑائی ختم ہوئی تو حضورؐ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے گئے جب تک آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن کعب مازنی کو بھیج کر حضرت اُمّ عمارہؓ کی خیریت دریافت نہ کر لی۔ حضورﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "اُحد کے دن میں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا تھا اُمّ عمارہؓ ہی اُمّ عمارہؓ نظر آتی تھیں"۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت اُمّ عمارہؓ کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے۔ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد انہوں نے بیعتِ رضوان، جنگِ خیبر، عمرۃ القضاء اور غزوۂ حنین میں بھی شرکت کی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انہیں فتح مکہ کے موقع پر بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

فرزندِ اُمّ عمارہؓ کی مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں شہادت

۱۱ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سریرآرائے خلافت ہوئے تو دفعۃً سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ مرتدین کی سرکوبی کے لیے جو معرکے پیش آئے ان میں سب سے شدید معرکہ مسیلمہ کذاب کا تھا۔ یہ شخص یمامہ علاقہ نجد کے قبیلہ بنو حنیفہ کا رئیس تھا۔ اس نے سرورِ عالم کی حیاتِ پاک کے آخری دنوں میں مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور حضورﷺ کو یہ خط بھیجا تھا۔

"مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ میں تمہاری رسالت میں شریک کیا گیا ہوں، نصف ملک میرا نصف قریش کا۔ لیکن قریش ایک زیادتی پسند قوم ہے"۔

حضورﷺ نے اس خط کا جو جواب بھیجا، اس کا مضمون یہ تھا:

Marfat.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ کا خط مسیلمہ کذاب کے نام!
جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد تجھ کو معلوم ہو کہ ملک اللہ کا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور آخرت کی بہتری پرہیز گاروں کے لیے ہے"۔

اس مکتوب مبارک کے بھیجنے کے کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ نے رحلت فرمائی۔ اب مسیلمہ کذاب کھل کھیلا۔ اس نے اپنی شعبدہ بازیوں اور ستم رانیوں کے بل پر لوگوں کو زبردستی اپنا معتقد بنانا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی مدت میں چالیس ہزار سے زیادہ جنگجو اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جو شخص اس کی نبوت سے انکار کرتا اس پر سخت ظلم کرتا۔

اسی زمانے میں ایک دن حضرت اُمّ عمارہؓ کے فرزند حبیبؓ بن زید عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ راستے میں اس ظالم کے ہاتھ پڑ گئے۔ اس نے ان سے پوچھا:

"محمدؐ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

حضرت حبیبؓ نے بلا تامل جواب دیا: "وہ خدا کے سچے رسول ہیں"۔

مسیلمہ بولا: "نہیں یہ کہو مسیلمہ اللہ کا سچا رسول ہے"۔

حضرت حبیبؓ نے اس کی بات نہایت حقارت سے ٹھکرا دی۔ مسیلمہ نے غضبناک ہو کر اپنی تلوار کے وار سے ان کا ایک ہاتھ شہید کر ڈالا اور ان سے کہا:

"اب میری بات مانو گے یا نہیں؟"

حضرت حبیبؓ نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں"۔

مسیلمہ نے اب ان کا دوسرا ہاتھ بھی شہید کر ڈالا اور بولا: "اب بھی میری رسالت تسلیم کر لو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے"۔ اس عاشق رسولؐ نے اُمّ عمارہ جیسی ماں کا دودھ پیا تھا، بولے:

"ہرگز نہیں ہرگز نہیں، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ"

اس پر مسیلمہ غضبناک ہو گیا اور اس نے ان کا ایک ایک بند کاٹنا شروع کیا، حبیب ضربوں اور زخموں کی شدت سے تڑپتے تھے تو مسیلمہ کذاب انہیں اس حال میں

Marfat.com

دیکھ کر قہقہے لگاتا تھا۔ حضرت حبیبؓ نے اس حال میں بھی تسلیم و رضا سے قدم نہ ہٹایا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت اُمّ عمارہؓ نے اپنے فرزند کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنی تو ان کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجالائیں لیکن عہد کر لیا کہ مسیلمہ سے اس ظلم کا بدلہ لے کر رہیں گی۔

ام عمارہؓ شہید فرزند کا بدلہ لیتی ہیں

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کی سرکوبی پر مامور کیا تو حضرت اُمّ عمارہؓ بھی حضرت خالدؓ کے لشکر میں شامل ہو گئیں۔ مسیلمہ نے بھی مقابلہ کی زبردست تیاری کی۔ اس نے بنو حنیفہ اور اپنے دوسرے حامیوں کی قبائلی عصبیت کو خوب بھڑکایا اور چالیس ہزار جنگجوؤں کو حضرت خالدؓ کے مقابلے پر لا کھڑا کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں اور مرتدین کی تعداد میں ایک اور چار کی نسبت تھی۔ لیکن مجاہدین اسلام دینِ حق کی خاطر اس پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج کا منہ پھیر دیا۔ اب مسیلمہ کے بیٹے شرحبیل نے اپنے قبیلے کو خطاب کر کے کہا:

"اے بنو حنیفہ، اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ آج قومی غیرت و حمیت کا دن ہے۔ اگر تم نے شکست کھائی تو تمہارے اہل و عیال پر مسلمان قبضہ کر لیں گے۔ اس لیے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لئے کٹ مرو"۔

شرحبیل کی اس تقریر نے بجلی کا کام کیا اور بنو حنیفہ اس شدت سے لڑے کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ مسلمانوں کو اب تک ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے تمام قبائل کو الگ الگ کر دیا اور اعلان کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے علم کے نیچے لڑے تاکہ پتہ چل جائے آج کون راہِ حق میں ثابت قدمی

Marfat.com

دکھاتا ہے۔ اس تدبیر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ہر قبیلے نے شجاعت اور استقامت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی اور ایسی جانبازی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج اپنے متواتر و مسلسل خوفناک حملوں کے باوجود انہیں پیچھے نہ دھکیل سکی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے تجربہ کار افسر شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت زیدؓ بن خطاب، حضرت ابوحذیفہؓ، حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت ثابتؓ بن قیس جیسے اکابر صحابہ بھی تھے۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ اب مسیلمہ کی فوج پیچھے ہٹی اور اس کے باغ (حدیقۃ الرحمٰن) میں گھس کر اندر سے پھاٹک بند کر لیا۔ حضرت براءؓ بن مالک دیوار پھاند کر باغ کے اندر کود گئے اور لڑتے بھڑتے باغ کے دروازے پر پہنچ کر پھاٹک اندر سے کھول دیا۔ اب مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت اُمّ عمارہؓ بھی شروع سے لے کر اب تک بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ لڑ رہی تھیں۔ کئی بار مسیلمہ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن ہر بار بنوحنیفہ کی آہنی دیوار راستے میں حائل ہو گئی۔ ادھر حضرت خالدؓ بھی مسیلمہ کو جہنم واصل کرنے کی فکر میں تھے لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس وقت بارہ سو کے قریب مسلمان جام شہادت نوش کر چکے تھے لیکن مرتدین اس سے کہیں زیادہ تعداد میں مارے جا چکے تھے۔ لڑائی کا رُخ پلٹنا شروع ہو گیا تھا۔ مسیلمہ نے لڑائی کا رنگ دیکھا تو اپنے مریدوں سے کہا کہ اپنا ننگ و ناموس بچانا ہے تو بچا لو۔ اسی وقت اُمّ عمارہؓ نے اسے تاک لیا اور زخم پر زخم کھاتی اور اپنی برچھی سے رستہ بناتی اس کی طرف بڑھیں۔ اس کوشش میں انہیں گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر اپنی برچھی سے اس پر حملہ کیا چاہتی تھیں کہ اتنے میں دو ہتھیار اس پر ایک ساتھ پڑے اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے جا پڑا۔ اُمّ عمارہؓ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے پہلو میں اپنے فرزند عبداللہ کو کھڑے پایا اور قریب ہی وحشیؓ کھڑے تھے۔ وحشیؓ نے اپنا حربہ مسیلمہ پر پھینکا تھا اور عبداللہؓ نے اسی وقت اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ اُمّ عمارہؓ اپنے فرزند حبیبؓ کے قاتل اور مسلمانوں کے اس بدترین دشمن کی موت پر سجدۂ شکر بجا لائیں...... امیر لشکر حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت اُمّ عمارہؓ کی فضیلت اور مرتبے سے آگاہ تھے، انہوں نے بڑی تندہی سے ان کا

Marfat.com

علاج کرایا۔ کچھ عرصہ بعد ان کے زخم مندمل ہو گئے لیکن ایک ہاتھ ہمیشہ کے لیے راہِ خدا میں داغِ جدائی دے گیا۔ جب کبھی اس واقعہ کا ذکر ہوتا تو حضرت اُمّ عمارہؓ حضرت خالدؓ بن ولید کی بہت تعریف کرتیں اور فرماتیں: ''خالدؓ نے بڑی غمخواری سے میرا علاج کرایا وہ بڑے ہمدرد اور نیک سرشت ہیں''۔

تاریخِ وفات اور چند دیگر معلومات

حضرت اُمّ عمارہؓ کے سالِ رحلت کے بارے میں تمام تاریخیں خاموش ہیں البتہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں موجود تھیں اور انہی کے دورِ خلافت میں انہوں نے وفات پائی۔

حضرت اُمّ عمارہؓ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ کی عقیدت اور محبت تھی اور وہ ہر وقت حضورﷺ پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے آمادہ رہتی تھیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور کبھی کبھار ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ مسند احمدؒ اور ''اصابہ'' میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضورﷺ حضرت اُمّ عمارہؓ کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے حضورﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم بھی کھاؤ''۔ عرض کیا: ''یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں''۔ ارشاد ہوا: ''روزہ دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تو فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں''۔ پھر آپؐ نے حضرت اُمّ عمارہؓ کے سامنے کھانا کھایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی کبھی کبھی حضرت اُمّ عمارہؓ کے گھر ان کی خبر گیری کے لیے جایا کرتے تھے۔

حضرت اُمّ عمارہؓ نے چند احادیث بھی روایت کی ہیں جو اُمّ سعدؓ، حارث بن عبداللہؓ، عبادؓ بن تمیم بن زیدؓ، لیلیٰؓ (کنیز) اور عکرمہؒ سے مروی ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا

تاریخی تعارف

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ فرما ہوئے تو اہلِ مدینہ (اوس اور خزرج) میں سے جو لوگ عقبہ کی بیعت سے محروم رہ گئے تھے جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت اور بیعت کی سعادت حاصل کرنے لگے۔ اسی زمانے میں ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ جاں نثاروں کے درمیان رونق افروز تھے کہ خواتین کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان میں سے ایک خاتون نے آگے بڑھ کر یوں عرض کیا:

انی رسول من وراء لی من جماعة نساء المسلمين كلّهن يقلن بقولي وعلى مثل رأيي. ان الله تعالىٰ بعثك الى الرجال والنساء فامنّا بك واتبعناك ونحن معاشر النساء مقصورات مخدرات قواعد بيوت ومواضع شهوات الرجال وحاملات اولادهم وان الرجال فُضّلوا بالجمعات وشهود الجنائز والجهاد واذا خرجوا للجهاد حفظنا لهم اموالهم وربّينا اولادهم افنشاركهم فى الاجر يا رسول الله؟ فالتفت رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه الى اصحابه فقال هل سمعتم مقالة

Marfat.com

امراۃٍ احسن سؤالًا عن دینها من هذا فقالوا بلٰی واللّٰه یا رسول اللّٰه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انصرفی یا اسماء واعلمی من وراکِ من النساء ان حسن تبعّل احداکنّ لزوجها وطلبها المرضاته یعدل کل ما ذکرت للرّجال فانصرفت اسماء وهی تهلّل وتکبر استبشارًا بما قال لها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

(استیعاب وترغیب منذری بروایت بزار وطبرانی)

"یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں تمام مسلمانوں کی عورتوں سے ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ سب کا قول اور رائے وہی ہے جو میری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مردوں اور عورتوں کے لئے رسول کر کے بھیجا ہے۔ سو ہم آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپ کی اتباع کرتی ہیں اور ہم عورتوں کی قوم چار دیواری میں پردہ نشین رہتی ہیں۔ مرد ہم سے اپنی جائز خواہش پوری کرتے ہیں۔ ان کی اولاد کو ہم پیٹوں میں اٹھاتی ہیں اور مرد لوگ جمعہ، جماعت، جنازہ، جہاد کو جاتے ہیں تو پیچھے ہم ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں، ان کی اولاد کو پالتی ہیں۔ کیا ہم ان حالات کے ماتحت ان کے ساتھ اجر میں شریک ہوں گی؟

اس پر حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی طرف توجہ فرمائی اور پوچھا کیا تم لوگوں نے اس عورت کا کلام جس میں دین کے بارے میں ایسا بہتر سوال کیا گیا ہے سنا ہے؟ سب نے کہا، ہاں! اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے اسماء! تم واپس جاؤ اور تمام عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے خاوند کی اچھی طرح خدمت کرنا اور اس کو راضی رکھنا مردوں کے ان تمام کمالات کے برابر ہے۔ پس وہ عورت تہلیل و تکبیر کہتی ہوئی خوشی بخوشی واپس چلی گئی۔"

Marfat.com

یہ خاتون جن کی فصیح البیانی اور حسنِ تقریر کا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف واستحسان فرمایا، حضرت اسماءؓ بنتِ یزید انصاریہ تھیں۔

سلسلۂ نسب

حضرت اسماءؓ بنتِ یزید کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق اوس کے خاندان بنو عبدالاشہل سے تھا جو اوس کا شریف ترین گھرانا تھا اور سارے قبیلے کی سیادتِ عمومی اس میں وراثتاً چلی آتی تھی...... سید الاوس صدیقِ انصار حضرت سعدؓ بن معاذ بھی اسی خاندان سے تھے، حضرت اسماءؓ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

"اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔"

ان کا نسب امراء القیس پر حضرت سعدؓ بن معاذ سے اور رافع پر جلیل القدر صحابی حضرت اُسیدؓ بن حضیر الکتائب اشہلی سے مل جاتا تھا۔ حضرت سعدؓ رشتہ میں ان کے چچا ہوتے تھے اور حضرت اُسیدؓ بھتیجے۔

قبولِ اسلام

عام روایتوں میں ہے کہ حضرت اسماءؓ بنتِ یزید نے ہجرتِ نبویؐ کے بعد اسلام قبول کیا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہو گئی تھیں۔ کیونکہ تمام اہلِ سیر اس بات پر متفق ہیں کہ بیعتِ عقبہ کبیرہ سے پہلے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں سید الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ اور بنو عبدالاشہل کے دوسرے سردار حضرت اُسیدؓ بن حضیر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے تھے اور ان دونوں کے اثر و رسوخ کی بدولت سوائے ایک آدھ آدمی کے سارا قبیلہ عبدالاشہل ایک دن میں مسلمان ہو گیا تھا۔

قیاس غالب یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ بنتِ یزید بھی اسی وقت سعادت اندوزِ اسلام ہو گئیں۔ اوپر جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ ہجرتِ نبویؐ کے چند دن بعد پیش آیا۔ حضرت اسماءؓ

Marfat.com

کی تقریر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہی دولتِ ایمان سے بہرہ یاب ہو چکی تھیں۔

خاندان کے دیگر افراد کی کیفیت

ایک روایت میں حضرت اسماءؓ کے والد یزید بن سکن کو صحابی بتایا گیا ہے لیکن عام طور پر کتب سیر ان کے بارے میں خاموش ہیں، اس لیے ان کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یزید کے حقیقی بھائی (حضرت اسماءؓ کے چچا) حضرت زیاد بن سکن اور ان (یزید) کے بھتیجے حضرت عمارہؓ بن زیادؓ نہایت مخلص اور قدیم الاسلام صحابی تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماءؓ کی بہن اُمّ بجید حواؓ بنت یزید بن سکن بھی ان کے ساتھ مشرف بہ ایمان ہو گئی تھیں۔ وہ ان چند صحابیات میں سے ہیں جو بیعتِ رضوان میں شریک ہوئیں۔

بیعتِ رسول کا واقعہ

مسندِ احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت اسماءؓ کے ساتھ ان کی خالہ بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ انہوں نے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔ حضور ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو پوچھا: ''ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟'' بولیں ''نہیں''۔
حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم کو پسند ہے کہ آخرت کے دن خدا ان کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے''۔

حضرت اسماءؓ نے اپنی خالہ سے کہا: ''خالہ ان کو اتار دو''۔

انہوں نے سارے زیور اتار کر پھینک دیئے۔

پھر حضرت اسماءؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر ہم زیور نہ پہنیں تو شوہر کی نظروں سے گر جائیں گی''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر چاندی کے زیورات بنواؤ اور ان پر زعفران مل دو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے''۔

اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے دوسری خواتین کے ہمراہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی بیعت کرنی چاہی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اپنا دست مبارک بڑھایئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا، میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا البتہ تم ان باتوں کا اقرار کرو تو بیعت ہو جائے گی۔

۱۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔

۲۔ چوری نہ کرو گی۔

۳۔ کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ گی۔

۴۔ زنا سے بچو گی۔

۵۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ گی۔

۶۔ اچھی باتوں سے انکار نہ کرو گی۔

حضرت اسماءؓ اور ان کی ساتھی خواتین نے صدقِ دل سے ان باتوں کا اقرار کیا اور اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

دلہنِ رسول ﷺ کو سجانے سنوارنے کا اعزاز

شوال ۱ ہجری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی ہوئی تو حضرت اسماءؓ نے چند دوسری خواتین کے ہمراہ انہیں سنوارا اور پھر حجلے میں بٹھا کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ حضور تشریف لائے، کسی نے دودھ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے تھوڑا سا نوش فرما کر باقی حضرت عائشہؓ کو دے دیا۔ انہوں نے شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ حضرت اسماءؓ نے پیار سے ڈانٹا کہ رسول اللہ ﷺ جو دیتے ہیں لے لو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بھی کچھ دودھ پی لیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ انصار کی عورتیں (جن میں حضرت اسماءؓ بھی تھیں) دلہن کو لینے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر آئیں۔ حضرت اُمّ رومانؓ نے حضرت عائشہؓ کا منہ دھلا کر بال سنوار دیئے۔ پھر ان کو اس کمرے میں لے گئیں جہاں انصار کی عورتیں دلہن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ حضرت عائشہؓ اندر داخل ہوئیں تو انصاری خواتین نے یہ کہہ کر استقبال کیا:

Marfat.com

علی الخیر والبرکۃ وعلی خیر طائر......

یعنی تمہارا آنا بخیر و بابرکت اور فالِ نیک ہو۔

خود حضرت اسماءؓ بنتِ یزید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں بھی وہاں موجود تھی، حضور ﷺ نے پیالہ سے تھوڑا سا دودھ پی کر حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھا دیا، وہ شرمانے لگیں۔ میں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز عطا فرما رہے ہیں اسے واپس نہ کرو''۔

انہوں نے شرماتے شرماتے دودھ لے لیا اور ایک گھونٹ پی کر رکھ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی سہیلیوں کو دو۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس وقت ہم کو بھوک نہیں۔ آپؐ نے فرمایا، جھوٹ نہ بولو۔ آدمی کا ایک ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

اسماءؓ کے اقربا کا جہاد میں کردار

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماءؓ بنتِ یزید اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سہیلی تھیں۔ حضرت اسماءؓ اور ان کے تمام اعزہ واقارب اللہ اور اللہ کے رسول سے والہانہ محبت کرتے تھے اور دینِ حق کی خاطر وہ اپنی جان اور مال ہر شے قربان کرنے کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے...... ۲ ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا تو سارے بنوعبدالاشہل اس میں جانبازانہ شریک ہوئے۔ ان میں حضرت اسماءؓ کے کئی قریبی عزیز بھی تھے۔ غزوۂ اُحد میں بھی یہی کیفیت تھی۔ اس لڑائی میں حضرت اسماءؓ کے چچا حضرت زیاد بن سکن اور ابنِ عم حضرت عمارہؓ بن زیادؓ نے اس شان سے اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیں کہ دوسرے صحابہ کرامؓ ان پر رشک کیا کرتے تھے۔

چچازاد بھائی کی قابلِ رشک قربانی

میدانِ اُحد میں مشرکین نے شمعِ رسالت کو بجھانے کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا۔ یہ ناپاک مقصد پورا کرنے کے لیے وہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار نرغہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سخت نازک صورتِ حال پیدا ہوگئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جوان دشمنوں

Marfat.com

کو دفع کرے اور راہِ حق میں اپنی جان فروخت کرے؟'' معاً پانچ انصاری جانباز آگے بڑھے اور مردانہ وار لڑ کر اپنی جانیں رحمت عالم ﷺ پر قربان کر دیں۔ ان جانبازوں میں ایک حضرت زیادؓ بن سکن تھے۔ زیادؓ کے فرزند عمارہؓ بھی نہایت ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے، ان کے جسم پر تیرہ زخم لگ چکے تھے۔ لیکن پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔ آخر چودھویں زخم کے ساتھ طاقت جواب دے گئی اور گر پڑے۔ لوگوں نے سمجھا شہید ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، عمارہؓ کی لاش کو میرے پاس لاؤ۔

لوگ فوراً اُن کی طرف دوڑے، دیکھا کہ ابھی سانس چل رہی ہے۔ اٹھا کر حضور ﷺ کے روبرو رکھ دیا۔ بولنے کی سکت نہ تھی لیکن ان کی بے نور ہوتی ہوئی آنکھیں زبان حال سے کہہ رہی تھیں: ''یا رسول اللہ! یہ تو صرف ایک جان تھی اگر ہزار جانیں بھی ہوتیں تو آپ پر نثار کر دیتا۔

گر نثارِ قدمِ یارِ گرامی نہ کنم
گوہرِ جاں بچہ کارے دگرم

چنانچہ انہوں نے اپنے رخسار سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں سے لگا دیئے اور اسی حالت میں پیکِ اجل کو لبیک کہا، ان کی شہادت اس شعر کا مصداق تھی:

منم و ہمیں تمنا کہ بوقتِ جاں سپردن
برخِ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

یہی خاندان تھا جس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پلی بڑھیں اور سنِ کہولت کو پہنچیں۔

دجال کا ذکر سن کر رو پڑیں

حضرت اسماءؓ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی عقیدت اور محبت تھی۔ اکثر

Marfat.com

دربارِ رسالت میں حاضر ہوتی تھیں اور اکتسابِ فیض کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے حضور ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا۔ بڑی متاثر ہوئیں اور رونے لگیں۔ حضور ﷺ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد دوبارہ تشریف لائے تو حضرت اسماءؓ کی شدتِ گریہ سے بدستور ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: "اسماءؓ اتنا کیوں روتی ہو؟" عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے تو اتنی بھوک بھی برداشت نہیں ہوتی کہ لونڈی اطمینان سے آٹا گوندھ کر روٹی پکا لے، دجال کے عہد میں جو قحط پڑے گا ہم ایمان پر کیسے ثابت قدم رہیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "اس وقت اللہ کے ذکر کی کثرت بھوک سے بچائے گی"۔

پھر انہیں دلاسا دیا کہ گریہ وزاری کی ضرورت نہیں ہے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہو جاؤں گا۔ اگر دجال کا ظہور میرے بعد ہوا تو ہر مسلمان کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔

کیفیتِ وحی کا ایک مشاہدہ

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار تھامے کھڑی تھیں کہ حضورؐ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ اونٹنی اس وقت بوجھ تلے دبی جاتی تھی، میں ڈرنے لگی کہ کہیں اس کی ٹانگیں نہ ٹوٹ جائیں۔

ایک دفعہ کچھ دوسری خواتین کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"شاید ایسا ہوتا ہو کہ مرد یا عورت باہمی تعلقات کی باتوں کو دوسرے آدمیوں تک پہنچاتے ہوں"

اور عورتیں تو خاموش رہیں، حضرت اسماءؓ نے عرض کیا:

"جی ہاں، یا رسول اللہ! بعض مرد اور عورتیں ایسا کرتی ہیں"۔

آپؐ نے فرمایا:

"ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اس قسم کے آدمی کی مثال شیطان کی سی ہے جو

Marfat.com

کسی شیطان عورت سے سب کے سامنے اختلاط میں مشغول ہو"۔

اسماءؓ نے لکڑی کی چوب سے ۹ کافروں کو جہنم رسید کیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یرموک کی ہولناک لڑائی پیش آئی تو شوقِ جہاد نے حضرت اسماءؓ کو گھر نہ بیٹھنے دیا۔ وہ اپنے اہل خاندان کے ہمراہ اس لڑائی میں شریک ہوئیں اور بڑی ثابت قدمی سے دادِ شجاعت دی۔ ایک موقع پر عیسائی مسلمانوں کو دباتے دباتے عورتوں کے خیموں تک آ پہنچے، حضرت اسماءؓ اور دوسری دخترانِ اسلام خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر دشمنوں پر پل پڑیں اور ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ اہلِ سِیَر نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں حضرت اسماءؓ نے تنہا اپنی لکڑی سے نو رومیوں کو جہنم واصل کیا۔

حضرت اسماءؓ کو مہمانوں کی خدمت کرنے میں بڑی راحت ملتی تھی۔ ایک مرتبہ مشہور تابعی شہر بن حوشبؒ ان کے گھر آئے، ان کے سامنے بڑی شفقت سے کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھانے سے عذر کیا۔ حضرت اسماءؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سنا کر فرمایا: "اب تو تمہیں کوئی عذر نہیں؟" انہوں نے کہا: "اماں اب ایسی غلطی نہ کروں گا"۔

وہ عقل اور دین، دونوں سے مالا مال تھیں

حضرت اسماءؓ نے جنگ یرموک (۱۵ھ) کے کئی سال بعد وفات پائی۔ ان سے چند حدیثیں بھی مروی ہیں۔ اولاد وغیرہ کی تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے الاستیعاب میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ...... وہ عقل اور دین دونوں سے بہرہ ور تھیں

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

"میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذاتِ لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے، اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل ورسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ۔ خوب سمجھ لو کہ جہادِ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥ (آل عمران: ع ۲۰)

(اے مسلمانو! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ مراد کو پہنچو)

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو تم خاص آتش دانِ جنگ میں گھس پڑنا اور راہِ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا۔ ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے"۔

چاروں نونہالوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"اے مادرِ محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورا اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی"۔

Marfat.com

۴ شہیدوں کی ماں، عظیم مجاہدہ، ارثی العرب

حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا

بوڑھی ماں کا ۴ نوجوان مجاہد بیٹوں سے تاریخی خطاب

سیدنا حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جنگ قادسیہ کا شمار عراقِ عرب کی سرزمین پر لڑی جانے والی نہایت خونریز اور فیصلہ کن جنگوں میں ہوتا ہے۔ اس لڑائی میں سلطنتِ ایران نے اپنے دولاکھ آزمودہ کار جنگجو اور تین سو جنگی ہاتھی مسلمانوں کے مقابل لا کھڑے کیے۔ دوسری طرف مجاہدینِ اسلام کی کل تعداد صرف تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ ان میں سے بعض مجاہدین کے ساتھ ان کے اہل وعیال بھی جہاد میں حصہ لینے کے لیے قادسیہ آئے تھے۔ اس موقع پر ایک ضعیف العمر خاتون بھی جذبۂ جہاد سے سرشار اپنے چار نوجوان فرزندوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھیں۔ شب کے ابتدائی حصے میں جب ہر مجاہد آنے والی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا اس خاتون نے چاروں فرزندوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے یوں خطاب کیا:

"میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذاتِ لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے، اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل ورسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ۔ خوب سمجھ لو کہ

Marfat.com

جہادِ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران: ع ۲۰)

(اے مسلمانو! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ مراد کو پہنچو)

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو تم خاص آتش دانِ جنگ میں گھس پڑنا اور راہِ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا۔ ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے"۔

چاروں نونہالوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"اے مادرِ محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورا اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی"۔

چاروں بیٹے ماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہیں

صبح جب معرکۂ کارزار گرم ہوا تو ان خاتون کے چاروں فرزند اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے، رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے ایک ساتھ میدانِ جنگ میں کود پڑے۔

بزرگ خاتون، جن کے چہرے پر عجیب قسم کا جلال تھا، اپنے فرزندوں کو میدانِ رزم میں بھیج کر بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض پیرا ہوئیں:

"الٰہی میری متاعِ عزیز یہی کچھ تھی، اب تیرے سپرد ہے"۔

Marfat.com

اپنی ماں کی تقریر سن کر ان نوجوانوں کے دلوں میں رات ہی سے شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اب جو لڑائی کا موقع ملا تو ایسی وارفتگی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اٹھی۔ جس طرف جھک پڑتے تھے غنیم کے پرّے کے پرّے صاف ہو جاتے تھے۔ آخر دشمن کے سینکڑوں جنگجوؤں نے انہیں اپنے نرغہ میں لے لیا۔ اس حالت میں بھی یہ سرفروش مطلق ہراساں نہ ہوئے اور دشمن کے بیسیوں سپاہیوں کو خاک و خون میں لوٹا کر خود بھی رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

چار بیٹوں کے قتل پر ماں کا اظہارِ تشکر

جب ان خاتون نے اپنے بچوں کی شہادت کی خبر سنی تو نالہ و فریاد کرنے کے بجائے بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئیں اور ان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو گئے:

> "اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے فرزندوں کے قتل سے مشرف کیا۔ باری تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا"۔

یہ ضعیف العمر خاتون جنہوں نے تسلیم و رضا اور صبر و تحمل کا ایسا مظاہرہ کیا کہ چشمِ فلک نے کبھی اس کی نظیر نہ دیکھی تھی، عرب کی عظیم مرثیہ گو حضرت خنساءؓ بنت عمرو تھیں۔

سیدہ خنساءؓ کا خاندانی پس منظر

حضرت خنساءؓ (الخنساء) کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق نجد کے قبیلہ بنو سُلیم سے تھا جو بنو قیس بن عیلان کی ایک شاخ تھا۔ یہ قبیلہ اپنی شرافتِ نفس، جُود و سخا اور شجاعت و ہمت کی بنا پر قبائلِ عرب میں امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

> "بلاشبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ گاہ قیس بن عیلان ہے"۔

Marfat.com

حضرت خنساءؓ کا اصل نام تماضر تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

تماضر ''خنساءؓ'' کیسے بنیں؟

تماضر بنت عمرو (بن الحارث) بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس بن بہثہ بن سُلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔

تماضر چونکہ بہت چست، ہوشیار اور خوبرو تھیں اس لیے خنساءؓ کے لقب سے مشہور ہوئیں جس کے معنی ہرنی کے ہیں۔

عرب کی مشہور مرثیہ گو شاعرہ

مؤرخین نے حضرت خنساءؓ کے سالِ ولادت کی تصریح نہیں کی۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرتِ نبویؐ سے تقریباً پچاس برس پہلے پیدا ہوئیں۔ ان کا والد عمرو بنو سلیم کا رئیس تھا اور اپنی وجاہت اور ثروت کی بنا پر بڑے اثر ورسوخ کا مالک تھا۔ اس نے اپنی اولاد (خنساءؓ اور ان کے بھائیوں معاویہ وصخر) کی پرورش بڑے ناز ونعم سے کی۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو کر اعلیٰ خصائل کے مالک ہوئے۔ مبدأ فیاض نے خنساءؓ کی فطرت میں ہی شعر وسخن کا ذوق ودیعت کیا تھا۔ چنانچہ وہ صغرسنی میں کبھی کبھی دو چار شعر موزوں کرلیا کرتی تھیں۔ رفتہ رفتہ شعور کی پختگی کے ساتھ ان کی شعری صلاحیتیں بھی ترقی کرتی گئیں۔ یہاں تک کہ آگے چل کر وہ ایک شہرہ آفاق مرثیہ گو شاعرہ کے مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ حضرت خنساءؓ کے عنفوانِ شباب کو پہنچنے سے پہلے ان کے شفیق باپ کا انتقال ہوگیا۔ خنساءؓ کے لیے یہ ایک جانکاہ صدمہ تھا لیکن ان کے دونوں بھائیوں معاویہ اور صخر نے ایسی محبت اور دلسوزی کے ساتھ ان کی سرپرستی کی کہ وہ باپ کا غم بھول گئیں۔ اب ان کی محبت اور عقیدت کا مرجع دونوں بھائی تھے وہ ان سے ٹوٹ کر محبت کرتی تھیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں۔ اسی زمانے میں بنو ہوازن کے مشہور شہسوار، شاعر اور رئیس دُرید بن الصمۃ نے خنساء کو ان کے بھائی معاویہ کے ذریعے شادی کا پیغام دیا۔ خنساءؓ نے بعض وجوہ کی بنا پر یہ پیغام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دُرید ایک معمر شخص تھا اور اس کی شکل وصورت

Marfat.com

بھی کچھ ایسی پسندیدہ نہیں تھی اس لیے خنساءؓ نے اسے دیکھ کرنا پسند کیا اور اس کے خلاف کچھ اشعار بھی کہے جن میں دُرید اور اس کے قبیلے کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا۔

آپؓ کی ازدواجی زندگی اور اولاد

اس کے بعد اپنے قبیلے کے ایک نوجوان عبدالعزّٰی (یا بروایت ابن قتیبہ، رواحہ بن عبدالعزّٰی) سے شادی کی۔ اس سے حضرت خنساءؓ کا ایک بیٹا ابوشجرہ عبداللہ پیدا ہوا۔ عبدالعزّٰی نے جلد ہی وفات پائی۔ اس کے بعد خنساءؓ نے بنوسُلیم ہی کے ایک دوسرے شخص مرداس بن ابی عامر سے نکاح کر لیا۔ اس سے ان کے تین بیٹے عمرو، زید اور معاویہ (یا بقول ابنِ حزم ہبیرہ، جزعہ اور معاویہ) پیدا ہوئے اور ان کے بعد ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئی۔ مرداس ایک بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھا۔ اس نے اپنے کچھ ساتھیوں کی مدد سے ایک چشمے سے متصل دلدلی زمین کو قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کی۔ وہاں کی مرطوب آب و ہوا نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور وہ بخار میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔

اس کے بعد خنساءؓ نے اپنی ساری زندگی بیوگی کی حالت میں کاٹ دی۔ ان کے بھائیوں معاویہ اور صخر نے بیوہ بہن کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور وہ دل جمعی کے ساتھ اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت میں مصروف رہیں۔ اس زمانے میں وہ اپنا ذوقِ شعر و سخن بھی پورا کرتی رہتی تھیں۔ لیکن ان کا دائرۂ شہرت محدود ہی رہا۔ جس واقعے نے ان کی زندگی کا رُخ بدل دیا اور ان کے اشعار میں غضب کی تاثیر پیدا کر دی وہ ان کے دونوں مربی بھائیوں کا یکے بعد دیگرے انتقال تھا۔ مؤرخین نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ خنساءؓ کے بھائی معاویہ کا عکاظ کے میلے میں بنومرہ کے ایک شخص ہاشم بن حرملہ سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس نے ہاشم سے بدلہ لینے کے لیے اپنے اٹھارہ ساتھیوں کے ہمراہ قبیلہ مُرّہ پر دھاوا بول دیا۔ لڑائی کے دوران میں وہ ہاشم کے بھائی درید کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

اس کے بعد صخر نے اپنے بھائی (معاویہ) کے قتل کا انتقام لینے کی قسم کھائی۔ چنانچہ اس نے موقع پر دُرید کو قتل کر دیا اور اس کے ایک سُلیمی ساتھی نے دُرید کے بھائی ہاشم

Marfat.com

بن حرملہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن اس پر بھی صخر کی آتشِ انتقام سرد نہ ہوئی اور وہ بنو مرہ پر برابر حملے کرتا رہا۔ اس کشمکش کے دوران میں بنو مرّہ کے حلیف بنو اسد کے ایک شخص ثقعس نے صخر کو شدید زخمی کر دیا اور وہ کئی ماہ تک اپنے خیمے میں نیم جان پڑا رہا۔ حضرت خنساءؓ نے بڑی تندہی سے اپنے محبوب بھائی کی تیمارداری کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔ صخر بڑا شجاع، عاقل اور خوب صورت جوان تھا۔ حضرت خنساءؓ کو اس کی موت پر شدید صدمہ پہنچا۔ ان کے دل و دماغ میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی جس نے نہایت دردناک اور فصیح و بلیغ مرثیوں کی شکل اختیار کر لی۔ انہوں نے صخر کے فراق میں ایسے دلسوز اور جانگداز مرثیے کہے کہ جو سنتا اشک بار ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ ان مرثیوں نے انہیں سارے عرب میں مشہور کر دیا اور نہ صرف عام لوگ بلکہ ان کی ہم عصر عرب شعراء بھی ان کی قادر الکلامی اور استادی کا لوہا مان گئے تھے۔

مقتول بھائی کی یاد میں غمزدہ اشعار

انہوں نے صخر کی یاد میں جو مرثیے کہے ان کے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اے میری آنکھو! خوب آنسو بہاؤ اور ہرگز نہ رکو کیا تم صخر جیسے سخی پر نہیں روؤ گی؟ کیا تم اس شخص پر نہ روؤ گی جو نہایت جری اور جوانِ رعنا تھا۔

کیا تم اس سردار پر نہیں روؤ گی جو سرو قد تھا اور جس کا پرتلہ بڑا لمبا تھا۔

جو کمسنی ہی میں اپنے قبیلہ کا سردار بن گیا۔

قوم نے اس کی طرف اپنے ہاتھ دراز کیے تو اس نے بھی اپنے ہاتھ دراز کر لیے۔

اور ان بلندیوں پر پہنچ گیا جو لوگوں کے ہاتھوں سے بھی بلند تھیں۔

اور اسی عزت و عظمت کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

بزرگی اس کے گھر کا راستہ دکھاتی ہے۔

اگر شرافت اور عزت کا ذکر آئے تو دیکھو گے کہ

Marfat.com

صخر نے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے۔
صخر کی بڑے بڑے لوگ اقتدا کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے۔
جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔
اس مرثیہ کے آخری شعر

وَإِنَّ صَخْـرًا لَتَـأْتَـمُّ الْهُدَاةُ بِـهٖ
كَـأَنَّـهٗ عَـلَـمٌ فِـىْ رَأْسِـهٖ نَـارٌ

کی تاثیر کا تو یہ عالم تھا کہ جو سنتا تھا دانتوں تلے انگلیاں داب لیتا تھا۔

دُرّ منثور میں ہے کہ حضرت خنساءؓ صخر کی قبر پر صبح و شام جا کر اس قسم کے دردناک اشعار پڑھا کرتیں اور زار و زار رویا کرتیں۔

سورج جب نکلتا ہے تو وہ مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے اور اسی طرح ہر غروبِ آفتاب کے وقت بھی مجھے اس کی یاد آتی ہے۔
اگر میرے اردگرد اپنے مرے ہوؤں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتی۔
اے صخر! اگر تو نے اب میری آنکھوں کو رلایا ہے تو (کیا ہوا اس سے پہلے) ایک لمبے عرصے تک تم مجھے ہنساتے بھی تو رہے ہو۔
تم زندہ تھے تو تمہارے طفیل میں آفات و حوادث کو دفع کر لیتی تھی افسوس کہ اب کون اس بڑی مصیبت کو دور کرے گا۔
بعض مقتولوں پر رونا اچھا نہیں لگتا لیکن تجھ پر رونا بے حد قابلِ ستائش ہے۔

جب وہ شہرت کے بامِ عروج پر تھیں

زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب ربیع الاول سے ذیقعدہ تک مختلف مقامات پر بڑی دھوم دھام سے میلے لگایا کرتے تھے۔ بازارِ عکاظ کا میلہ ان میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس میلے میں عرب قبائل کے تمام رؤسا اور ہر قسم کے اربابِ ہنر و کمال شامل ہوتے۔ قبائل

Marfat.com

کے نئے سردار چنے جاتے اور باہمی تنازعات کے فیصلے کیے جاتے۔ غرض یہ میلہ نہایت اہم اور مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ عرب کے کونے کونے سے ہر چھوٹا بڑا شاعر اس میں شریک ہوتا اور لوگوں کو اپنا کلام سناتا۔ حضرت خنساءؓ بھی بازارِ عکاظ کے اس اجتماع میں ہر سال شریک ہوتیں۔ جب ان کی آمد آمد ہوتی تو لوگ اس طرف ٹوٹ پڑتے اور ان کے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال کر مرثیے سنانے کے لئے اصرار کرتے۔ جب وہ اپنے کسی مرثیہ کے چند اشعار پڑھتیں تو سامعین فرطِ رنج والم سے دھاڑیں مار مار کر روتے اور یہ سامعین کون ہوتے تھے؟ نہایت سنگدل اور خوفناک بدوی جنگجو، جن کے لیے قتل وغارت محض ایک کھیل تھا۔ خنساءؓ کے اشعار سن کر ان کے دل پگھل جاتے اور سیلِ اشک ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتا۔ یہ سیلِ اشک ان میں جذبۂ انسانیت پیدا کرنے کا باعث بنتا۔

خنساءؓ کا فن نابغہ کی نظر میں

خنساءؓ کو اپنی زبان کے صرف ونحو پر کمال درجہ کا عبور تھا وہ اگرچہ تمام اصنافِ سخن میں یدِطولیٰ اور مہارتِ تامہ رکھتی تھیں لیکن مرثیہ گوئی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ بازار عکاظ میں ان کے خیمہ کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوتے تھے:

الخنساء ...... ارثی العرب (یعنی عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو خنساء)

بازارِ عکاظ میں عرب کا عظیم ترین شاعر نابغہ ذبیانی بھی آیا کرتا تھا۔ اس کے لیے سرخ رنگ کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا جو سارے میلے میں منفرد ہوتا تھا۔ اس لیے کہ وہ اپنے دور کے شاعروں میں مُسلّم الثبوت استاد مانا جاتا تھا اور بڑے بڑے نامی شعراء اسے اپنے اشعار سنانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ جب خنساءؓ پہلی مرتبہ بازارِ عکاظ میں آئیں اور اپنے اشعار نابغہ کو سنائے تو وہ بے اختیار پکار اٹھا:

''واقعی تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہے اگر میں اس سے پہلے ابوبصیر (اعشیٰ) کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھ کو اس زمانے کے تمام شعراء پر فضیلت دیتا اور کہہ

Marfat.com

دیتا کہ تو جن وانس میں سب سے افضل ترین شاعرہ ہے"۔

خنساءؓ کو دیگر شعراءِ عرب کا خراجِ تحسین

رفتہ رفتہ خنساءؓ کی شاعرانہ عظمت کا چرچا تمام عرب میں پھیل گیا اور نہ صرف ان کے ہم عصر بلکہ بعد کے فحول شعرائے عرب نے بھی ان کی عظمت کا اعتراف کیا۔ حضرت خنساءؓ کے شعر کہنے کا اسلوب سادہ لیکن نہایت دلکش اور اثر انگیز ہے۔ فی الحقیقت فخریہ شعر کہنے اور مرثیہ میں تو مشکل ہی سے کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ علامہ ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ:

"تمام علمائے شعر و سخن اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی عورت شعر گوئی میں خنساءؓ کے برابر نہیں ہوئی نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد"۔ (اسد الغابہ)

لیلائے اخیلیہ کو اپنے دور کی سب سے بڑی عرب شاعرہ مانا گیا ہے لیکن ابن قتیبہ کے نزدیک اس کو خنساءؓ پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ وہ اپنی کتاب طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں:

"لیلائے اخیلیہ عورتوں میں سب سے بڑی شاعرہ ہے جس پر کسی کو تفوق حاصل نہیں سوائے خنساءؓ کے"۔

بنو اُمیہ کے دور کے مشہور شاعر جریر (متوفی ۱۱۰ھ) سے ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا، سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر خنساء نہ ہوتی تو میں ہی سب سے بڑا شاعر تھا۔

بشار بن برد نہ صرف خود ایک بہت بڑا شاعر تھا بلکہ کمال درجے کا سخن فہم بھی تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جب میں عورتوں کے اشعار دیکھتا ہوں تو ان میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور پاتا ہوں۔ ایک دفعہ لوگوں نے اس سے پوچھا، کیا خنساءؓ کے اشعار بھی خامی سے پاک نہیں؟ اس نے جواب دیا:

"وہ تو مردوں سے بھی بڑھ گئی ہے"۔

Marfat.com

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ عہدِ بنی اُمیہ کا مشہور شاعر اخطل جو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کی بدولت نابغہ ذبیانی کا ہم رتبہ شمار ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں گیا اور ایک مدحیہ قصیدہ پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ عبدالملک ایک صاحبِ علم اور سخن فہم شخص تھا اس نے جواب دیا: ''اگر تم مجھے شیر اور سانپ سے تشبیہ دینا چاہتے ہو تو میں تمہارے شعر نہیں سنوں گا ہاں اگر تم خنساءؓ کے کلام جیسے اشعار پیش کرنا چاہتے ہو تو کرو''۔

خنساءؓ اسلام کے دامن میں

حضرت خنساءؓ کا آغازِ پیری تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ رسالت طلوع ہوا اور عرب کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے جگمگانے لگا۔ لیکن وائے بدبختی کہ اہلِ مکہ میں سے اکثر نے اس نورِ ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں اور حق کے چراغ کو پھونکوں سے بجھانے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ چراغ جسے خود اللہ تعالیٰ نے روشن کیا تھا ان سے کیا بجھنا تھا البتہ اپنے کرتوتوں کے باعث وہ عارضی طور پر اس کی برکات و انوار سے محروم ہو گئے۔ دوسری طرف تین سو میل دور اہلِ یثرب کی قسمت میں یہ سعادتِ عظمیٰ لکھی ہوئی تھی کہ انہوں نے اس متاعِ بے بہا کے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے اور اپنی جانوں اور مالوں کو مکہ کے دُرِّ یتیمؐ کے قدموں میں لا ڈالا۔ چنانچہ جب یثرب حضور ﷺ کے نزولِ اجلال کے بعد مدینۃ النبیؐ بن گیا تو اسلام کو ایک مرکز میسر آ گیا اور پیغامِ حق آہستہ آہستہ عرب کے تمام اطراف و اکناف میں پھیلنے لگا۔ حضرت خنساءؓ کے کانوں میں بھی اس پیغام کی بھنک پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ یہ پیغام سنتے ہی دل و دماغ کی دنیا بدل گئی۔ اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کو ساتھ لیا، منزلوں پر منزلیں مارتی مدینہ منورہ پہنچیں اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کی دولتِ لازوال سے مالا مال ہو گئیں۔

علامہ ابنِ اثیرؒ اور حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس موقع پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنتے رہے۔ وہ سناتی جاتی تھیں اور حضور ﷺ

Marfat.com

فرماتے جاتے تھے، ”شاباش اے خنساءؓ “۔

قبولِ اسلام کے بعد وہ اپنے قبیلہ میں واپس تشریف لے گئیں اور لوگوں کو پیغام رسالت پہنچا کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ زبان میں بڑی تاثیر تھی چنانچہ بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ آئیں اور رحمتِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضانِ نبویؐ سے مقدور بھر بہرہ یاب ہوتیں۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب

اسلام لانے کے بعد بھی حضرت خنساءؓ کے دل سے اپنے محبوب بھائیوں بالخصوص صخر کی یاد محو نہ ہو سکی۔ وہ ایامِ جاہلیت کے دستور کے مطابق صخر کے سوگ میں ہمیشہ اپنے سر پر بالوں کا ایک گچھا (یا سربند) باندھے رہتی تھیں۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت خنساءؓ کعبہ کا طواف کر رہی ہیں اور سر پر سوگ کی علامت کے طور پر سربند باندھ رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ اسلام اس قسم کے سوگ کی اجازت نہیں دیتا۔ انہوں نے عرض کیا:

”امیر المومنین! کسی عورت پر غم والم کا ایسا پہاڑ نہ ٹوٹا ہو گا میں اسے کیسے برداشت کروں؟“

حضرت عمرؓ نے انہیں دلاسا دیتے ہوئے فرمایا:

”اس دنیا میں لوگوں کو اس سے بھی بڑے مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ذرا ان کے دلوں میں جھانک کر تو دیکھو۔ جس چیز کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اس کو اختیار کرنا معصیت ہے“۔

اس کے بعد حضرت خنساءؓ نے سوگ کی علامت ترک کر دی لیکن صخر کو بھلانا ان کے بس کی بات نہ تھی اس کی یاد میں ان کا رونا دھونا برابر جاری رہا لیکن اب اس نے دوسری صورت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد وہ اس قسم کے شعر پڑھا کرتی تھیں:

Marfat.com

کنت ابکی لہ من الثار

وانا الیوم ابکی لہ من النار

(یعنی پہلے تو میں صخر کو بدلہ لینے کی خاطر رویا کرتی تھی اور اب اس لیے روتی ہوں کہ وہ (قتل ہو گیا اور اسلام نہ لا سکا) اور اب جہنم کی آگ میں جلتا ہو گا)

حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت خنساءؓ کبھی کبھی اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، ان کے سر پر ہمیشہ بالوں کا ایک گچھا بندھا ہوتا جو عرب میں انتہائے غم کا مظہر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس طرح کا سر بند باندھ کر سوگ منانا اسلام میں منع ہے۔ حضرت خنساءؓ نے جواب دیا:

اُمّ المومنین یہ سر بند باندھنے کی ایک خاص وجہ ہے۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

حضرت خنساءؓ نے کہا:

''اُم المومنین! میرا خاوند انتہائی فضول خرچ اور قمار باز تھا۔ اس نے اپنا تمام زر و مال جوئے میں ہار دیا اور ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ جب میرے بھائی صخر کو میری حالت کا پتہ چلا تو اس نے اپنے تمام مال کا بہترین نصف مجھے دے دیا۔ جب میرے شوہر نے اسے بھی ضائع کر دیا تو میرے بھائی نے اپنے بقایا کا بہترین نصف پھر مجھے دے دیا۔ صخر کی بیوی اس پر معترض ہوئی کہ تم اپنے مال کا بہترین حصہ اپنی بہن کو دیتے ہو اور اس کا شوہر اسے قمار بازی میں تلف کر دیتا ہے، یہ سلسلہ آخر کب تک چلے گا۔

میرے بھائی نے جواب دیا، خدا کی قسم میں اپنی بہن کو اپنے مال کا بدترین حصہ نہیں دوں گا۔ وہ پاک دامن ہے اور میرے لیے یہ کافی ہے کہ میں اس کے ننگ و عار کا لحاظ رکھوں۔ اگر میں مر جاؤں گا تو وہ اپنی اوڑھنی

Marfat.com

میرے غم میں چاک کر ڈالے گی اور میرے سوگ میں اپنے سر پر بالوں کا سربند باندھے گی"

چنانچہ میں یہ سربند اپنے شجاع اور سخی بھائی کی یاد میں باندھتی ہوں۔

بہرصورت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عائشہؓ کی تنبیہ کے بعد انہوں نے یہ سربند باندھنا چھوڑ دیا اور رضائے الٰہی پر شاکر ہو گئیں۔

حضرت خنساءؓ کی زندگی کا سب سے تابناک واقعہ وہ ہے جس میں وہ اپنے چاروں بیٹوں کو ساتھ لے کر جنگ قادسیہ میں شریک ہوئیں۔ اس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ یہ چاروں بچے ان کا عصائے پیری تھے (بالخصوص بعض اہل سیر نے اس بیان کے پیش نظر کہ شدتِ غم اور کثرتِ الم سے روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں) لیکن جب ان چاروں کی شہادت کی خبر سنی تو جزع فزع کے بجائے ان کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے "الحمد للّٰہ الذی شرفنی بقتلھم"......اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ان کے (راہِ خدا میں) قتل ہونے کا شرف بخشا۔ یہ الفاظ ان کے ایمانِ محکم اور صبر و رضا پر دال ہیں۔

چند مفید معلومات

حضرت خنساءؓ کے یہ بچے جنگِ قادسیہ سے پہلے کئی دوسری لڑائیوں میں بھی دادِ شجاعت دے چکے تھے اور حکومت کی طرف سے ہر ایک کے نام دو سو درہم سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وظیفہ حضرت خنساءؓ کے نام منتقل کر دیا۔

اسلام کی اس جلیل القدر خاتون نے ایک روایت کے مطابق جنگِ قادسیہ کے ساتھ آٹھ سال بعد ۲۴ھ میں وفات پائی اور ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں کسی بادیہ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر الصحابیات میں لکھا ہے کہ حضرت خنساءؓ کا ضخیم دیوان مع شرح ۱۸۸۸ء میں بیروت سے چھپا۔ اس میں حضرت خنساءؓ کے علاوہ ساٹھ دوسری

Marfat.com

خواتین کے کہے ہوئے مرثیے بھی شامل ہیں۔۱۸۸۹ء میں اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا اور دوبارہ طبع کیا گیا۔

مولانا محمد نعیم ندوی صدیقی (اعظم گڑھ) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت خنساءؓ کے دیوان کی شرح ایک عیسائی ''الاب لویس الیسوعی'' نے انیس الجلساء کے نام سے لکھی تھی۔ یہ شرح مطبع کاتولیکیہ بیروت سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔ اسے دیوانِ خنساءؓ کے ۶ قدیمی قلمی نسخوں سے پوری صحت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے شروع میں ایک مبسوط اور وقیع مقدمہ بھی ہے جو بجائے خود ایک خاصے کی چیز ہے۔ (ماہنامہ فاران کراچی۔ جولائی ۱۹۶۰ء)

اگرچہ حضرت خنساءؓ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے لیکن ان کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آخر جن کے حُسنِ کلام کی خود سید المرسلین، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف وتحسین فرمائی ہو ان کی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت میں شک بھی کیا ہو سکتا ہے؟ اور پھر حضرت خنساءؓ نے راہِ حق میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی شہادت پر جس بے مثال صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اس نے بلاشبہ ان کے نام کو جریدۂ عالم پر دوام کا مستحق بنا دیا۔ ملتِ اسلامیہ اگر تا ابد ان پر ناز کرتی رہے تو وہ بجا طور پر اس کی مستحق ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(تذکار صحابیات، طالب ہاشمیؒ)

Marfat.com

عمۂ رسول اللہ ﷺ

حضرت لبابہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

آپؓ کے اعزازات

صحابیات میں سے حضرت لبابہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا نہایت ہی خوش قسمت خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ بڑی فضیلتوں سے نوازا ہے۔

(۱) آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد ایمان لانے والی دوسری خاتون ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بہنوئی ہیں اور آپ حضور علیہ السلام کی سالی ہیں کیونکہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی سگی بہن ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں ہیں۔

(۳) آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چچی بھی لگتی ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آپ اہلیہ محترمہ ہیں۔

(۴) آپ اہلِ اسلام کے سپہ سالارِ اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ بھی لگتی ہیں۔

حضرت لبابہؓ کے چھ صاحبزادے

اللہ تعالیٰ نے حضرت لبابہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے چھ بیٹے

Marfat.com

عطا کیے تھے۔

(۱) حضرت فضل (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عبید اللہ (۴) حضرت قثم (۵) حضرت عبدالرحمٰن (۶) حضرت معبد رضی اللہ عنہم ان چھ میں سے اوّل الذکر چار بیٹے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور آخری دو صغار صحابۂ کرام میں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب بیٹوں کو بڑا مرتبہ و مقام عطا فرمایا تھا۔

ہلالی فرماتے ہیں:

ما ولدت نجيبة من فحل كستّة من بطن اُم الفضل اكرم بها من كهلة و كهل. (القند فی ذکر علماء سمرقند ص ۵۲۹)

''کسی شریف زادی نے اپنے شوہر سے چھ بیٹے ایسے نہیں جنے جیسے کہ اُم الفضل (حضرت لبابہؓ) کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے، یہ کیا ہی خوب ادھیڑ عمر کے میاں بیوی ہیں۔''

چھ بیٹوں کے انتقال کا عجیب معاملہ

یہ بات عجیب اتفاقات میں سے ہے کہ حضرت لبابہ رضی اللہ عنہا کے ان چھ بیٹوں میں سے ہر ایک کا انتقال نہایت ہی دور دراز علاقہ میں ہوا۔ قتبی کہتے ہیں مفسر قرآن ابوصالح فرماتے ہیں۔

ما رأينا بنی اُمّ قط ابعدَ قبورًا من بنی العباس لِاُمّ الفضل، مات الفضل بالشام، ومات عبدالله بالطائف، ومات عبيد الله بالمدينة ومات قثم، بسمر قند، وقتل معبد با فريقية.

(القند فی ذکر علماء سمرقند ص ۵۲۹)

''ہم نے قطعاً نہیں دیکھا کہ کسی ماں کے بیٹوں کی قبریں اس قدر دُور دُور بنی ہوں، جتنی کہ حضرت عباس ﷺ کے اُن بیٹوں کی قبریں جو ان کی اہلیہ اُم الفضل رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئے چنانچہ حضرت فضلؓ ملک شام

Marfat.com

میں شہید ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں فوت ہوئے حضرت عبیداللہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے، حضرت قثمؓ سمرقند (ازبکستان) میں فوت ہوئے (حضرت عبدالرحمٰن اور) حضرت معبدؓ افریقہ میں شہید ہوئے۔"

حضرت فضل رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی وفات ملک شام میں ہوئی، رہا یہ کہ کب ہوئی اور کیسے ہوئی اس میں اختلاف ہے۔

ایک قول کے مطابق آپ معرکہ مرج الصفر میں شہید ہوئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ معرکہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ یہ دونوں معرکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ۱۳ھ میں پیش آئے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی، چوتھا قول یہ ہے کہ آپ ۱۵ھ میں یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال طائف میں ۶۸ھ یا ۷۰ھ میں ہوا۔

حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال اکثر مؤرخین کے قول کے مطابق مدینہ طیبہ میں یزید کے دور میں ہوا۔

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما ۵۶ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سعیدؒ کے ساتھ سمرقند تشریف لے گئے، وہیں سمرقند میں جو اب ریاست ازبکستان کا شہر ہے آپ کی وفات ہوئی۔ سمرقند میں آپ کا روضۂ مبارک شاہ زندہ کے نام سے معروف اور زیارت گاہِ عام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں اپنے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی، راستے سے ایک طرف کو ہو کر اونٹ سے اترے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے، اس کے بعد اٹھے اور

---

[1] یہ چاروں اقوال اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۳ سے لیے گئے ہیں۔

Marfat.com

اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمانے لگے۔

واستعینوا بالصّبر والصّلٰوۃ وانّھا لکبیرۃ الّا علی الخاشعین. (اسد الغابہ ج۴ ص ۱۹۸)

"اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ بے شک نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے اُن پر کچھ دشوار نہیں۔"

حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت معبد رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے افریقہ تشریف لے گئے تھے، یہ جہاد ۲۷ھ میں تیونس میں ہوا تھا، اسی میں دونوں بھائی شہید ہوئے۔

Marfat.com

حضرت خولہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا

مدینہ منورہ کی رہنے والی تھیں اور خزرج کے خاندان بنونجار سے تھیں۔ ان کا نکاح زمانہ جاہلیت میں عمِ رسول حضرت حمزہؓ سے ہوا۔ اس لحاظ سے حضور ﷺ کی چچی تھیں۔ حضرت حمزہؓ نے ۶ بعد بعثت میں اسلام قبول کیا، خیال یہ ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہی شرف ایمان سے بہرہ ور ہوئیں اور پھر چند سال بعد ان کے ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں۔

غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے حضرت نعمانؓ بن عجلان انصاری سے نکاح کر لیا اور عرصہ تک زندہ رہیں۔ ان کو حضور ﷺ سے بڑی محبت اور عقیدت تھی اور آپ کو بھی ان پر بڑا ناز اور اعتماد تھا۔ ابنِ ماجہؒ نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کسی اعرابی سے قرض لیا، ایک دن وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور بڑی سختی سے اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس کو ڈانٹا کہ تو جانتا نہیں، کس سے بات کر رہا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ میں تو اپنا حق طلب کر رہا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا، یہ شخص اپنے مطالبے میں سچا ہے، اس لیے تمہیں اس کی حمایت کرنی چاہئے تھی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت خولہؓ بنت قیس کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو اس شخص کا قرضہ ادا کرنے کے لئے مجھے ادھار دے دو، جب ہمارے پاس کھجوریں آ جائیں گی میں تمہارا قرضہ لوٹا دوں گا۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کا پیغام ملا تو انہوں نے کسی تامل کے بغیر کہا:

"میرے ماں باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، حضور ﷺ کو جس قدر کھجوریں درکار

Marfat.com

ہیں بخوشی لے لیں۔" چنانچہ حضور ﷺ نے ان سے بقدرِ ضرورت کھجوریں لے کر اس اعرابی کا قرضہ ادا کر دیا اور اس کو کھانا کھلایا۔ جب وہ رخصت ہوا تو آپ کو دعائیں دے رہا تھا۔

مسندِ بزّار میں خود حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "حضور ﷺ پر بنی ساعدہ کے کسی آدمی کی ساٹھ صاع (پانچ من دس سیر) کھجوریں قرض تھیں۔ اس نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ آپ کی طرف سے قرض ادا کر دیں۔ انہوں نے فوراً اپنی کھجوریں پیش کیں لیکن اس ساعدی نے انہیں لینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ ان کھجوروں سے گھٹیا تھیں جو اس نے حضور ﷺ کو قرض دی تھیں۔ انصاری نے اس سے کہا، کیا تو حضور ﷺ کے پاس واپس جا رہا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون آدمی حق پسند ہے؟ حضور ﷺ نے سنا تو آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا، ساعدی نے سچ کہا، مجھ سے زیادہ انصاف کرنے کا کون حق دار ہے، اللہ اس امت کو باقی نہیں رکھتا جس میں ان کا کمزور اس کے قوی سے اپنا حق کسی دقت کے بغیر نہ لے سکے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ (حضرت خولہؓ) سے فرمایا، اے خولہ! تم اس کو کھانا کھلاؤ اور اس کا قرضہ ادا کر دو، میں نے حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی۔"

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خولہؓ بنتِ قیس خاصی آسودہ حال تھیں، اور حضور ﷺ کسی تکلف کے بغیر ان سے قرض لے لیا کرتے تھے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت حمزہؓ کے ایک صاحبزادے عمارہ پیدا ہوئے۔ انہی کے نام کی نسبت سے حضرت حمزہؓ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔ عمارہ لاولد فوت ہوئے، اس طرح ان سے حضرت حمزہؓ کی نسل نہیں چلی۔

حضرت خولہؓ بنتِ قیس کے مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔ (تذکارِ صحابیات)

Marfat.com

حضرت عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا

فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے عمارہ آپ کے پیچھے پیچھے ہولیں۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام دادی کے نام پر تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام امامہ تھا اور ایک قول کے مطابق امۃ اللہ نام تھا۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ان کا نام امامہ تھا۔ ان کی والدہ سلمٰی بنت عمیس تھیں۔

غرض یہ امامہ یا عمارہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے آپ کو چچا چچا کہتے ہوئی دوڑیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ حضرت ابو رافع کے ساتھ آئی تھیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلے اور حضرت فاطمہؓ کے پاس لا کر بولے کہ لو یہ تمہارے کی بیٹی ہے۔

جب مسلمان یہاں سے چل کر مدینہ پہنچے تو عمارہ کے متعلق حضرت علی اور ان کے بھائی جعفر اور زید ابن حارثہ کے درمیان جھگڑا ہونے لگا یعنی ان تینوں میں سے ہر ایک ان کو لینا چاہتا تھا اور خود کو ان کا حقدار سمجھتا تھا، چنانچہ حضرت زید نے کہا:

"اس پر سب سے زیادہ حق میرا ہے کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ اور میں ہی اس کا سرپرست اور ولی ہوں!"

انہوں نے عمارہ کو اپنی بھتیجی اس لئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے اور اخوت کے رشتے قائم فرمائے تھے تو حضرت زید کو حضرت حمزہ کا بھائی بنایا تھا یعنی حضرت حمزہ کو زید ابن حارثہ کا سرپرست بنایا تھا۔

دوسری طرف حضرت علی ؓ بھی اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے، انہوں نے کہا:

Marfat.com

"اس کا سب سے بڑا حقدار میں ہوں کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں ہی اس کو مکے سے لے کر آیا ہوں!"

ادھر حضرت جعفر بھی اس بچی کو لینے کے لئے اتنے ہی بیتاب تھے انہوں نے کہا:

"اس پر سب سے زیادہ حق میرا ہے کیونکہ ایک تو یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور دوسرے اس کی خالہ میری بیوی ہے۔!"

بچی کی خالہ سے مراد حضرت اسماء بنت عمیس ہیں جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

چنانچہ ان تینوں کا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تو) آپ نے اس بچی کے متعلق حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے ہی درجہ میں ہے۔

علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں، کتاب امتاع میں یہ ہے کہ اس لڑکی عمارہ بنت حمزہ کے متعلق حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تھی۔ یہ بچی مکے میں اپنی ماں حضرت سلمٰی بنت عمیس کے ساتھ رہتی تھی۔ حضرت علی ؓ ان کی بے کسی پر بہت آزردہ ہوئے تھے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

"ہم اپنے چچا کی بیٹی کو ان مشرکوں کے بیچ میں آخر کس پر اور کیوں چھوڑیں!"

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ فرمادیا تو وہ خوشی کے مارے ایک ٹانگ پر اچھل اچھل کر آنحضرت ﷺ کے گرد کودنے لگے، آپ نے ان کی یہ حرکت دیکھ کر پوچھا جعفر یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! نجاشی جب کسی شخص سے بہت زیادہ خوش ہوتا تھا تو اس کے گرد ایک ٹانگ پر اچھلنے کودنے لگتا تھا۔!"

بعد میں ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لڑکی عمارہ یا اُمامہ سے نکاح کر لینے کا مشورہ دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس کے والد حضرت حمزہ ؓ تو میرے رضاعی بھائی تھے۔

Marfat.com

حضرت اَروٰی بنتِ کُریز رضی اللہ عنہا

ان کا تعلق خاندان بنو عبد شمس سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

اروٰی بنتِ کُریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

حضرت اروٰی کی والدہ اُمِّ حکیم البیضاء بنتِ عبد المطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے وہ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حضرت اروٰیؓ پہلے عفان بن ابی العاص (بن اُمیہ بن عبد شمس) کے ساتھ بیاہی گئیں۔ ان کی صُلب سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی آمنہ متولد ہوئیں۔ جب عفان نے اس سرائے فانی سے منہ موڑا تو حضرت اروٰیؓ عقبہ بن ابی معیط کے نکاح میں آئیں۔ اُسی کی صُلب سے اُمِّ کلثوم پیدا ہوئیں جو مشہور صحابیات میں سے ہیں۔

عقبہ بن ابی معیط قریش کے ممتاز آدمیوں میں سے تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو وہ آپ کا جانی دشمن بن گیا اور آپ کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن حضرت اروٰیؓ کو اللہ تعالیٰ نے قبولِ حق کی توفیق دی اور وہ ہجرت سے پہلے ہی سعادت اندوزِ اسلام ہو گئیں۔ علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ:

"اروٰیؓ اسلام لائیں اور اپنی لڑکی اُمِّ کلثومؓ بنتِ عقبہ کے بعد ہجرت کی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور ہمیشہ مدینہ میں رہیں۔ اپنے فرزند عثمانؓ بن عفان کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔"

بعض رواتیوں کے مطابق حضرت اروٰی رضی اللہ عنہا نے بعثت کے ابتدائی تین سالوں کے اندر اسلام قبول کیا۔ ان کے فرزند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی زمانے میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت اروٰی رضی اللہ عنہا کے اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں۔

Marfat.com

حضرت سُعدیٰ بنتِ کُریز رضی اللہ عنہا

یہ حضرت اروٰی بنتِ کُریز کی بہن تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں کہانت سے شغف تھا اور اس میں بڑی ماہر تھیں۔ شعروشاعری میں بھی خاصی درک رکھتی تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ اور بعض دوسرے اہلِ سِیَر نے اپنی کتابوں میں ان کے متعدد اشعار نقل کیے ہیں۔ ان کے قبولِ اسلام کے زمانے کے بارے میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت حق کی ابتداء ہی میں شرف ایمان سے بہرہ ور ہو گئی تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے اپنے بھانجے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اسلام کی طرف راغب کیا تھا اور ان سے مخاطب ہو کر برملا یہ اشعار کہے تھے:

عُثْمَانُ یَا عُثْمَانُ یَا عُثْمَانُ
لَکَ الْجَمَالُ وَلَکَ الشَّانُ
ھٰذَا نَبِیٌّ مَّعَهُ الْبُرْهَانُ
اَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدَّیَانُ
وَجَاءَهُ التَّنْزِیْلُ وَالْفُرْقَانُ
فَاتَّبِعْهُ لَا یَغُرَّنَّکَ الْاَوْثَانُ

(یعنی) "عثمان، اے عثمان، اے عثمان! تم صاحبِ جمال اور صاحبِ شان ہو، یہ نبی صاحبِ برہان ہیں، وہ رسولِ برحق ہیں، ان پر قرآن

Marfat.com

نازل ہوا ہے، ان کا اتباع کرو اور بتوں کے فریب میں نہ آؤ۔"

یہ اشعار سنانے کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا، بھانجے بے شک محمد بن عبداللہ ﷺ خدا کے رسول ہیں، قرآن ان پر نازل ہوا ہے اور وہ خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کا چراغ ہی فی الحقیقت چراغ ہے اور ان کا دین ذریعۂ فلاح ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خالہ کی باتوں سے بہت متاثر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: "خدا کی قسم جو کچھ تمہاری خالہ نے کہا وہ سچ ہے۔" اس کے فوراً ہی بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت سُعدیٰ رضی اللہ عنہا کے مزید حالات نہیں ملتے لیکن ان کے قبولِ اسلام اور شرفِ صحابیت پر بیشتر اہلِ سِیَر کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

حضرت اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا

یہ خادمِ رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں

اللہ اللہ، قدرت کی کرشمہ سازیوں کی شان بھی عجیب ہے۔ ایک طرف قریش مکہ کی حرماں نصیبی دیکھیے کہ رحمتِ حق ان کے گھر میں نازل ہوئی، لیکن انہوں نے اُسے خود اپنے ہاتھوں سے گنوا دیا، دوسری طرف تین سو میل دور شہر یثرب کے باشندوں کی خوش بختی دیکھئے کہ مہیب خطرات کے علی الرغم وہ اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھے، والہانہ ذوق و شوق کے ساتھ رحمتِ مجسم ﷺ کا دامنِ اقدس تھام لیا اور آپؐ کے سامنے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بعثت کے تیرہویں سال سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارضِ مکہ کو الوداع کہہ کر یثرب میں نزولِ اجلال فرمایا، تو دو ہزار سالہ اس قدیم شہر پر بہارِ تازہ آ گئی۔ وہ یثرب سے "مدینۃ النبیؐ" بن گیا۔ اور اس کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ انوارِ رسالت سے جگمگانے لگا۔ اسی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک باوقار خاتون دس سال کے ایک کمسن بچے کے ہمراہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ بڑے ادب سے حضور ﷺ کو سلام کیا اور پھر یوں عرض پیرا ہوئیں:

"یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، یہ میرا فرزند اَنس ہے، میری دلی تمنا ہے کہ یہ آپ کی خدمت کیا کرے۔ اس کو اپنے خادموں میں

Marfat.com

شامل فرمالیں اور اس کے لیے دعا کریں''۔

حضور ﷺ نے خاتون کے جذبۂ اخلاص کی تحسین فرمائی، بچے کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور پھر ان کے لیے دعائے خیر و برکت مانگی۔ یہ خاتون جنہوں نے اپنے محبوب لختِ جگر کو فخرِ موجودات ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دینے کا عظیم شرف حاصل کیا اور جن کے جذبۂ اخلاص نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرور کیا، حضرت اُمِّ سُلیمؓ انصاریہ تھیں۔

ابتدائی تعارف اور سلسلۂ نسب

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا اصل نام رَملہ یا سَہلہ اور بعض کے نزدیک رمیثہ تھا۔ غمیصا اور رمیصا لقب اور اُمِّ سلیمؓ کنیت تھی۔ بعض اہلِ سیر نے ان کی ایک اور کنیت، اُمِّ انس بھی لکھی ہے، لیکن اس کو زیادہ شہرت حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت اُمِّ سلیمؓ قبیلہ خزرج کی نہایت معزز شاخ عدی بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

اُمِّ سلیمؓ بنت ملحان بن خالد بن جرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ماں کا نام ملیکہ (بنت مالک بن عدی) تھا۔ وہ بھی بنو نجار سے تھیں۔

یہ رسول ﷺ کی خالہ بھی تھیں

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت اُمِّ سلیمؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ مشہور تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اُمِّ سلیمؓ کو اس لیے حضور ﷺ کی خالہ کہا جاتا تھا کہ آپ کی دادی سلمٰی (حضرت عبدالمطلب کی والدہ) کا تعلق بھی بنو نجار سے تھا اور حضرت اُمِّ سلیمؓ، سلمٰی کے بھائی کی پوتی تھیں۔ اسی نسبت سے وہ اور ان کی بہن اُمِّ حرام حضور ﷺ کی خالہ مشہور ہوگئی تھیں۔ اگرچہ یہ رشتہ دور کا تھا، لیکن سرورِ عالم ﷺ کے نزدیک اس کی بڑی قدر و قیمت تھی اور آپؐ وقتاً فوقتاً حضرت اُمِّ سلیمؓ کے گھر کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک اور اعزاز

حضرت اُمّ سلیمؓ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت صالح فطرت سے نوازا تھا۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ میں جب چند سعید الفطرت یثربی حضور ﷺ کی بیعت سے سعادت اندوز ہو کر مدینہ واپس گئے اور وہاں جا کر اسلام کا چرچا کیا، تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے دینِ حق قبول کرنے میں ایک لمحے کا توقف بھی نہ کیا۔ چنانچہ ان کا شمار انصار کے سابقون الاوّلون میں ہوتا ہے۔

خاوند کی بد نصیبی

حضرت اُمّ سلیمؓ کی پہلی شادی اپنے ابنِ عم ملک بن نضر (بن ضمضم بن زید) سے ہوئی۔ حضرت انسؓ بن مالک جن کا شمار اساطینِ اُمت میں ہوتا ہے، انہی سے پیدا ہوئے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے جب اسلام قبول کیا، حضرت انسؓ کا دورِ طفلی تھا۔ ماں نے بیٹے کو بھی اپنے رنگ میں رنگنا چاہا، وہ انہیں کلمہ پڑھاتی تھیں اور شعائرِ اسلامی سکھاتی تھیں۔ ان کے خاوند مالک بن نضر بد قسمتی سے نہ صرف اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے بلکہ حضرت اُمّ سلیمؓ کے قبولِ اسلام پر بھی بہت خفا ہوئے اور انہیں اپنے فرزند انسؓ کو کلمہ پڑھانے سے منع کیا۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو کسی ترغیب یا تخویف سے اُتر جاتا۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نہایت سختی سے اسلام پر قائم رہیں اور ننھے انسؓ کو بھی اسی رنگ میں رنگتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میاں بیوی میں سخت کشیدگی پیدا ہو گئی۔ مالک بن نضر ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے (ایک روایت کے مطابق کسی دشمن نے انہیں قتل کر ڈالا) یہ بیعتِ عقبہ کبیرہ (۱۳ نبوت) سے پہلے کا واقعہ ہے۔

دوسری شادی کا واقعہ

حضرت اُمّ سلیمؓ اب بیوہ تھیں اور ان کا لاڈلا یتیم۔ کچھ مدت بعد ہر طرف سے نکاح کے پیغام آنے لگے، لیکن انہوں نے ہر ایک کے جواب میں یہی کہا کہ جب تک میرا بچہ مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہ ہو جائے، میں کسی سے نکاح

Marfat.com

نہیں کر سکتی۔

جب حضرت انسؓ نے ذرا ہوش سنبھالا، تو اُن کے قبیلے کے ایک شخص ابوطلحہ سہل نے حضرت امّ سلیمؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔

ابوطلحہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور لکڑی کے ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے پہلے شوہر سے اس کے شرک کی وجہ سے علیحدگی گوارا کی تھی، اب انہیں یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ ایک دوسرے مشرک سے نکاح کر لیں، صاف انکار کر دیا اور کہا:

"میں تو خدائے واحد اور اس کے سچے رسولؐ پر ایمان لائی ہوں۔ افسوس ہے تم پر کہ جس خدا کو پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے (یعنی لکڑی کا بت ہے) جو زمین سے اُگا ہے اور اس کو فلاں حبشی نے گھڑ کر تیار کیا ہے۔ میں خدائے واحد کی پرستار اور تم خود ساختہ بتوں کے پجاری، جو کسی کو نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ بھلا میرا تمہارا میل کیسے ہو سکتا ہے؟"

یہ باتیں کچھ ایسے دل نشین انداز میں کہی گئیں کہ ابوطلحہ کے دل میں اتر گئیں، کچھ دن غور کرتے رہے اور پھر حضرت اُمّ سلیمؓ کے پاس آ کر کہا:

"مجھ پر حق واضح ہو گیا ہے اور اب میں تمہارا دین قبول کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

عجیب و غریب مہر، عجیب و غریب نکاح

حضرت ابوطلحہؓ کی مالی حیثیت اس وقت بہت معمولی تھی، لیکن اُمّ سلیمؓ کو ان کے اسلام قبول کر لینے سے اتنی خوشی ہوئی کہ بے ساختہ کہا:

"فانی اتزوّجک ولا اخذ منک صداقاً غیرہٗ"

"پھر میں تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی"۔

اُس کے بعد اپنے بیٹے انسؓ سے فرمایا: "اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو"۔

Marfat.com

حضرت انسؓ نے اپنی والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے پڑھا دیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے عجیب وغریب مہر پر ہوا۔ یہ روایت ابنِ سعد کاتب الواقدی کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اصابہ میں اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔ لیکن بہت سی دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کے قبولِ اسلام کے وقت حضرت انسؓ کی عمر نو برس کے لگ بھگ تھی۔ ایک نابالغ بچے کا نکاح پڑھانا کچھ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے نکاح کسی دوسرے صاحب نے پڑھایا ہو اور حضرت انس ﷺ مجلسِ نکاح میں موجود ہوں (واللہ اعلم)۔ حضرت ثابتؓ کہا کرتے تھے کہ میں نے کسی عورت کا مہر اُمّ سلیمؓ سے افضل نہیں سنا۔

ابوطلحہ ﷺ کی خوش نصیبی

قبولِ اسلام کے بعد ابوطلحہؓ اپنے جوشِ ایمان، حُبِّ رسولؐ اور جذبۂ ایثار کی بدولت بڑے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوئے۔ نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہونے کے چند ماہ بعد حضرت ابوطلحہؓ کو انصار کے ان پچھتر مردانِ حق میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی جو ۱۳ نبوت میں مکہ جا کر رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور آپ کو اس عہد کے ساتھ مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی کہ وہ اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کریں گے۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت لیلۃ العقبہ، بیعت عقبہ ثانیہ، اور بیعت عقبہ کبیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت اُمّ سلیمؓ، ان کے شوہر اور فرزند کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ حضور ﷺ کا ورودِ مدینہ ان کے لیے یومِ عید تھا۔ ہجرت کے ابتدائی ایام میں ہی حضرت اُمّ سلیمؓ نے اپنے لختِ جگر حضرت انس ﷺ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دینے کا شرف حاصل کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ سلیمؓ کے ایماء پر حضرت ابوطلحہؓ، حضرت انسؓ کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ انس ﷺ کو اپنی غلامی میں لیجیے،

Marfat.com

حضور ﷺ نے اُن کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔

اُمّ سلیمؓ کے مکان کا اعزاز

ہجرت کے چند ماہ بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ (عقدِ مؤاخاۃ) قائم کرایا، تو حضرت اُمّ سلیمؓ کے مکان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہاں سید البشر ﷺ اور تمام مہاجرین و انصار اس مقصدِ عظیم کے لیے جمع ہوئے۔

اُمّ سلیمؓ کا مجاہدانہ کردار

۳ھ میں حضرت اُمّ سلیمؓ اپنے شوہر حضرت ابوطلحہؓ کے ہمراہ بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ جنگِ اُحد میں شریک ہوئیں۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا، تو حضرت ابوطلحہؓ ان چند صحابہ کرامؓ میں سے تھے جو آخیر تک رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں سینہ سپر رہے۔ اس موقع پر حضرت اُمّ سلیمؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں مشک بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

اواخر ۶ھ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت اُمّ سلیمؓ چند دوسری صحابیات کے ساتھ لشکرِ اسلام کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا، تو آپؐ نے ناراضی کے لہجے میں پوچھا کہ تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو۔ انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، ہم اون کاتتے ہیں اور اس سے خدا کی راہ میں اعانت کرتے ہیں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے علاج کا سامان ہے۔ ہم لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں''۔ حضور ﷺ نے ان کا جواب سن کر انہیں میدانِ جنگ میں موجود رہنے کی اجازت دے دی۔

اُمّ سلیمؓ کا ایک اور اعزاز

جب خیبر فتح ہو گیا اور حضرت صفیہؓ بنتِ حُیی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے پر رضامندی کا اظہار کیا، تو حضور ﷺ نے انہیں حضرت اُمّ سلیمؓ کے سپرد کیا

Marfat.com

کو نہلا دھلا کر انہیں دلہن بنائیں۔ کیونکہ جنگ کی صعوبتوں نے حضرت صفیہؓ کو بہت خستہ حال کر دیا تھا۔ حضرت امّ سلیمؓ نے بڑے ذوق وشوق سے حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی۔

غزوۂ حنین میں اُمّ سلیمؓ رسول اللہ ﷺ کی محافظہ کے طور پر

۸ھ میں فتح مکہ کے چند دن بعد حُنین کی خونیں لڑائی پیش آئی۔ حضرت اُمّ سلیمؓ اپنے شوہر حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ اس معرکے میں والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوئیں۔ لڑائی کی ابتدا میں بنو ہوازن کے ماہر قدر اندازوں نے مسلمانوں پر اپنی کمین گاہوں سے ایسی شدت سے تیر برسائے کہ ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ اس وقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم گنتی کے چند جاں نثاروں کے ہمراہ میدانِ جنگ میں کوہِ استقلال بن کر کھڑے تھے اور آپ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں نبی ہوں اس میں مطلق جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں)

جس جس مسلمان کے کان میں یہ آواز پڑی وہ پلٹ پڑا اور پھر جب حضور ﷺ کا اشارہ پا کر حضرت عباسؓ نے بآوازِ بلند مسلمانوں کو یہ کہہ کر پکارا:

"اے جماعتِ انصار! اے اصحابِ شجرہ! تو سب نئے جوش اور ولولے کے ساتھ حضور ﷺ کے گرد جمع ہوگئے اور کفار پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ خاکِ نامرادی چاٹنے پر مجبور ہوگئے۔ جس وقت گھمسان کا رَن پڑ رہا تھا، حضرت ابوطلحہؓ نہایت پامردی کے ساتھ حضور ﷺ کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے اور حضرت اُمّ سلیمؓ ہاتھ میں خنجر لیے شمعِ نبوت پر قربان ہونے کے لیے کھڑی تھیں۔ لڑائی کا زور کم ہوا، تو حضرت ابوطلحہؓ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ اُمّ سلیمؓ خنجر ہاتھ میں لیے کھڑی ہیں۔

حضور ﷺ نے اُمّ سلیمؓ سے پوچھا: "خنجر کیا کرو گی؟"

انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کوئی مشرک قریب آیا، تو اس کا پیٹ چاک کر

Marfat.com

دوں گی"۔

حضورﷺ یہ سن کر متبسم ہوئے۔

اس کے بعد حضرت اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! مکہ کے جو لوگ آج میدانِ جنگ سے بھاگے ہیں انہیں قتل کر دیں"۔

رحمتِ عالمﷺ نے فرمایا: "خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے"۔

صحیح مسلم میں ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں"۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُحد، خیبر اور حُنین کے علاوہ حضرت اُمّ سلیمؓ نے کئی دوسرے غزوات میں بھی حصہ لیا ہوگا۔

حضورﷺ نے فرمایا، مجھے اُمّ سلیمؓ پر رحم آتا ہے

حضرت اُمّ سلیمؓ کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجے کی محبت اور عقیدت تھی۔ حضورﷺ بھی اُن کی بے حد قدر و منزلت فرماتے تھے۔ بعض روایتوں کے مطابق ازواجِ مطہراتؓ کے علاوہ عورتوں میں صرف حضرت اُمّ سلیمؓ اور ان کی بہن اُمّ حرامؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً اُن کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور دوپہر کو وہاں آرام فرماتے تھے۔ حضورﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُمّ سلیمؓ پر رحم آتا ہے کہ اس کے بھائی حرامؓ بن ملحان نے میری حمایت میں شہادت پائی ہے۔ (حضرت حرامؓ بن ملحان سریہ بیرِ معونہ میں شہید ہوئے تھے)

اُمّ سلیمؓ کی حضورﷺ سے عقیدت

حضورﷺ سے حضرت اُمّ سلیمؓ کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ جب اُن کے گھر میں استراحت فرماتے، وہ آپ کا پسینہ مبارک اور گرے ہوئے موئے مبارک ایک شیشی

Marfat.com

میں تبرک کے طور پر جمع کر لیتی تھیں۔ اگر کبھی حضور ﷺ کو اُمّ سلیمؓ کے گھر نماز کا وقت آ جاتا، تو آپؐ وہیں چٹائی پر نماز ادا کر لیتے، ایک بار سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلیمؓ کے مشکیزے سے اپنا دہنِ مبارک لگا کر پانی پیا، وہ اٹھیں اور مشکیزے کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹ اس سے مس ہوئے تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ میں اپنے موئے مبارک ترشوائے، تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے اپنے شوہر ابوطلحہؓ سے کہا کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے موئے مبارک ایک شیشی میں خیر و برکت کے لیے اپنے پاس محفوظ کر لیے۔

ابنِ سعد نے اسی ضمن میں ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیمؓ پر کس قدر شفقت فرماتے تھے، وہ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ حج کے لیے مدینہ منورہ سے چلنے لگے، تو اُمّ سلیمؓ سے فرمایا: ''تم حج کے لیے نہ جاؤ گی؟'' انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے شوہر کے پاس صرف دو سواریاں تھیں اور ان دونوں پر وہ اپنے بیٹے کے ساتھ حج کو چلے گئے، میرے پاس اب کوئی سواری نہیں''۔

حضور ﷺ نے انہیں ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ سوار کرا دیا اور اپنے ساتھ حج کو لے چلے۔ اثنائے راہ میں آپ کے غلام انجشہ نے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے حدی خوانی شروع کر دی جس سے اونٹ دوڑنے لگے۔ حضور ﷺ نے دیکھا، تو فرمایا: ''انجشہ! آہستہ آہستہ، اونٹوں پر شیشے ہیں شیشے''۔

یا ابا عُمیر! ما فعل النغیر؟

حضرت ابوطلحہؓ کے صلب سے حضرت اُمّ سلیمؓ کا ایک فرزند تھا جس کا نام ابوعمیرؓ تھا، وہ بڑا پیارا بچہ تھا۔ حضور ﷺ اُمّ سلیمؓ کے گھر تشریف لاتے، تو اس سے پیار محبت کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ تشریف لائے تو ننھے ابوعمیر کا چہرہ اترا ہوا پایا۔ آپؐ نے اُمّ سلیمؓ سے پوچھا: ''کیا بات ہے آج ابوعمیر کچھ سست ہے؟''۔ انہوں نے عرض کیا:

Marfat.com

"یارسول اللہ! ابوعمیر کی چڑیا (نُغَیر) جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا، آج مرگئی ہے اسی لیے وہ غمگین ہے"۔

حضور ﷺ نے ابوعمیر کو اپنے پاس بلایا اور دستِ شفقت اس کے سر پر رکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا:

يَا اَبَا عُمَيْرَ ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرَ "اے ابوعمیر! تیری نغیر نے کیا کیا؟"

ابوعمیرؓ جواب میں ہنس دیا، پھر کھیل کود میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت سے حضور ﷺ کا یہ جملہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

کچھ عرصہ بعد ابوعمیر نے کمسنی ہی میں وفات پائی، ابوطلحہؓ اس وقت گھر سے باہر تھے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے اپنے لاڈلے بچے کی رحلت پر کمال صبر واستقلال سے کام لیا۔ خاموشی سے اس کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور ایک طرف رکھ دیا۔ اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو منع کر دیا کہ ابوطلحہؓ کے آتے ہی ابوعمیرؓ کی موت کی المناک خبر نہ دیں۔ رات کو حضرت ابوطلحہ ﷺ گھر آئے۔ اُمّ سلیمؓ نے انہیں کھانا کھلایا۔ جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹے، تو اُن سے مخاطب ہو کر کہا:

"اگر تم کو کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا اس کا واپس لیا جانا تمہیں ناگوار گزرے گا؟"

حضرت ابوطلحہ ﷺ نے جواب دیا: "ہرگز نہیں"۔

بولیں: "تمہارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھی جو اُس نے واپس لے لی۔ تمہیں اب اس کی طرف سے صبر کرنا چاہیے"۔

ابوطلحہ ﷺ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان سے کہا: "تم نے پہلے کیوں نہ بتایا؟"

بولیں: "تا کہ تم اطمینان سے کھانا وغیرہ کھالو"۔

صبح اٹھ کر ابوطلحہؓ رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے اُمّ سلیمؓ کے شیوۂ صبر و رضا پر ان کی تحسین فرمائی اور دعا کی: "اللہ تعالیٰ تمھیں

Marfat.com

اور اُمّ سلیمؓ کو ابو عمیر کا نعم البدل عطا فرمائے"۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابو طلحہؓ اور اُمّ سلیمؓ کو ایک اور فرزند عطا کیا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ ان کی تربیت حضور ﷺ ہی کے زیر سایہ ہوئی اور انہیں سے حضرت ابو طلحہؓ کی نسل چلی۔

اُمّ سلیمؓ کی درخواست پر انس رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کی دعا

ایک مرتبہ رحمتِ عالم ﷺ حضرت اُمّ سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں کھجوریں اور مکھن پیش کیا، آپؐ نے فرمایا: "میں روزے سے ہوں"۔ کچھ دیر بعد حضور نے نماز نفل پڑھی اور اُمّ سلیمؓ کے گھرانے کے لئے دعا مانگی۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! مجھے اپنے فرزند انسؓ سے جو حضور رضی اللہ عنہ کا خدمت گار ہے، بہت محبت ہے۔ اس کے لیے خاص طور پر دعا کیجیے"۔

رحمتِ نبویؐ جوش پر تھی۔ آپؐ نے دستِ دعا اٹھائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا مانگی: "اے اللہ اس کو مال دے اور اس کی عمر میں برکت عطا فرما"۔

اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام انصار میں سب سے زیادہ متمول ہو گئے، طویل عمر پائی اور کثیر الاولاد ہوئے۔

اُمّ سلیمؓ حضور ﷺ کی دعوت کرتی ہیں

ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور حضرت اُمّ سلیمؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں، کچھ کھانا بھیج دو۔ انہوں نے چند روٹیاں اپنے فرزند انس رضی اللہ عنہ کو دیں اور کہا اسی وقت جا کر حضور ﷺ کو کھانا کھلاؤ۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ مسجد میں پہنچے، تو وہاں حضورؐ کے گرد بہت سے صحابہ کا مجمع تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ابو طلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے؟ عرض کی "بے شک یا رسول اللہ"۔ پھر پوچھا "کھانے کے لیے؟" انہوں نے کہا: "جی ہاں"۔

حضور ﷺ سب صحابہ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت اُمّ سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابو طلحہؓ کو فکر ہوئی کہ اتنے آدمیوں کے لیے کھانا کافی نہ ہوگا۔

Marfat.com

حضرت اُمّ سلیمؓ سے کہا: ''اب کیا تدبیر کی جائے کہ یہ سارے اصحاب کھانا کھا سکیں''۔ انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: ''یہ بات اللہ اور اللہ کا رسول بہتر سمجھتے ہیں''۔ پھر جو تھوڑا بہت کھانا موجود تھا انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ۵ھ میں رسولِ کریمؐ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا، تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے ایک بڑے برتن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ حضور کی خدمت میں عرض کرنا کہ اس حقیر ہدیے کو قبول فرمائیں۔

ہے عجب چراغ کی روشنی!

ایک مرتبہ ایک شخص بحالِ پریشان سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے طعام کا سوال کیا۔ حضور ﷺ نے ازواجِ مطہراتؓ سے پوچھ بھیجا کہ گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟ سب طرف سے جواب آیا کہ آج فاقہ ہے۔ اب حضور ﷺ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''کوئی ہے جو اس اللہ کے بندے کو اپنا مہمان بنائے؟'' حضور ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت ابوطلحہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ! اس کو میں اپنا مہمان بناؤں گا''۔ یہ کہہ کر فوراً گھر آئے اور حضرت اُمّ سلیمؓ سے پوچھا: ''کھانے کے لیے کچھ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا پکا ہے۔ اس کے سوا خدا کی قسم، گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں''۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: ''کوئی مضائقہ نہیں، بچوں کو بہلا کر سُلا دو...... وہ سو جائیں، تو ہم ان کا کھانا مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ تم چراغ درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اُسے بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھا لے گا اور ہم بھی یونہی منہ چلاتے رہیں گے''۔ غرض اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر دونوں میاں بیوی اور بچوں نے رات فاقے سے گزار دی۔ صبح کو حضرت ابوطلحہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زبانِ رسالت پر یہ آیت جاری تھی:

''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ''

Marfat.com

(وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر تنگی ہی ہو)

آپؐ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "رات کو مہمان کے ساتھ تم لوگوں کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا"۔

ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کسی خاص کام کے لیے کہیں بھیجا اور خود ایک دیوار کے سایے میں انتظار فرماتے رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ واپس آئے، تو حضورؐ اپنے کاشانۂ اقدس کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو گھر بھیج دیا۔ چونکہ کام میں مصروفیت کی وجہ سے انہیں بہت دیر ہو گئی تھی، امِّ سلیمؓ نے پوچھا، آج اتنی دیر کیوں لگائی؟۔ انہوں نے کہا: "حضورؐ کے ایک کام کے لیے گیا تھا"۔ انہوں نے پوچھا: "کیا کام تھا؟" انہوں نے جواب دیا کہ ایک پوشیدہ بات تھی۔ حضرت امِّ سلیمؓ نے ان کو تاکید کی کہ اس کو کسی سے نہ کہنا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔

گھی سے لبالب بھری ہوئی کپّی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ماں (امِّ سلیمؓ) کے پاس ایک بکری تھی، انہوں نے اس کے گھی کو ایک کپی میں جمع کیا۔ جب وہ کپّی بھر گئی تو اس کو انہوں نے اپنی پرورش کردہ لڑکی کے ہاتھ یہ کہہ کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ اس سے سالن بنا لیا کریں۔ وہ لڑکی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے اہلِ خانہ سے فرمایا، اس کپی کو خالی کر کے اس کو دے دو۔ چنانچہ وہ کپی خالی کی گئی اور اس لڑکی کو دے دی گئی۔ وہ واپس آئی تو حضرت امِّ سلیمؓ گھر میں نہیں تھیں۔ لڑکی نے وہ کپّی کھونٹی پر لٹکا دی۔ جب امِّ سلیمؓ گھر آئیں تو کپی کو بھرا ہوا دیکھا، اس میں سے گھی ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے لڑکی سے کہا: "بیٹی کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ اسے حضورؐ کے پاس لے جا"۔ اس نے کہا، میں لے گئی تھی اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو خود جا کر حضور ﷺ سے پوچھ لیں۔ حضرت امِّ سلیمؓ لڑکی کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: "یا رسول اللہ! میں نے اس کے ہاتھ آپ کے پاس ایک کپی بھیجی تھی جس میں گھی تھا"۔

Marfat.com

حضورؐ نے فرمایا: ''یہ آئی تھی اور دے گئی تھی''۔

حضرت اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا: ''قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ کپی بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے''۔

حضورؐ نے فرمایا: ''اے اُمّ سلیمؓ تجھے اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ نے تجھ کو رزق دیا جیسا کہ تو نے اس کے نبی کو کھانے کو دیا ہے کھا اور کھلا''

حضرت اُمّ سلیمؓ کہتی ہیں کہ میں گھر آئی اور اس گھی کو اپنے اعزہ واقارب میں تقسیم کیا پھر بھی اتنا بچ رہا کہ ہم ایک دو ماہ تک اس سے سالن کا کام لیتے رہے۔

حضرت اُمّ سلیمؓ کے سالِ وفات کے بارے میں اربابِ سیر نے تصریح نہیں کی۔ قیاس یہ ہے کہ انہوں نے صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ انہوں نے اپنے پیچھے دو فرزند چھوڑے، حضرت انسؓ جو پہلے خاوند مالک سے تھے اور حضرت عبداللہؓ جو ابوطلحہؓ سے تھے۔

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت انسؓ، عبداللہ بن عباسؓ، زیدؓ بن ثابت اور عمروؓ بن عاصم نے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔ لوگ اکثر ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے۔ علامہ ابن اثیرؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ''کانت من عقلاء النّساء'' (وہ عاقل خواتین میں سے تھیں)۔

حضرت انسؓ فرمایا کرتے تھے، اللہ میری ماں کو جزائے خیر دے، انہوں نے بڑی خوبی سے میری پرورش اور تربیت کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ (تمثیلی پیرایہ میں) فرمایا: ''میں جنت میں گیا تو مجھے کچھ آہٹ معلوم ہوئی، میں نے پوچھا کون ہے! تو لوگوں نے کہا، انس کی والدہ غمیصا بنتِ ملحان ہیں''۔

گویا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلیمؓ کو خود جنت کی بشارت دی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

ایک عظیم صحابیہ رضی اللہ عنہا

ایک بیوہ عورت کا دل کتنا نازک ہوتا ہے

چاندنی رات کا پچھلا پہر تھا۔ مدینے کی گلیوں میں ہر طرف نور برس رہا تھا۔ فضائے بسیط میں فرشتوں کے پروں کی آواز دم بدم تیز ہوتی جا رہی تھی۔ عالم بالا کا یہ کارواں شاید مدینے کی زمین کا تقدس چومنے آ رہا تھا۔ اچانک اسی خاموش سناٹے میں ایک آواز گونجی۔ فضاؤں کا سکون ٹوٹ گیا۔ میخانۂ عشق کا دروازہ کھلا۔ کوثر کی شراب چھلکی۔

یہ غلامان اسلام کے آقا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز تھی جس نے ہر گھر میں ہنگامۂ شوق برپا کر دیا۔ سرورِ کونین ﷺ کا منادی ایک شکستہ گھر کے سامنے آواز دے رہا تھا۔

"گلشن اسلام کی شادابی کے لئے خون کی ضرورت ہے۔ آج نماز فجر کے بعد مجاہدین کا لشکر ایک عظیم مہم پر روانہ ہو رہا ہے، مدینے کی ارجمند مائیں اپنے شہزادوں کا نذرانہ لے کر فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائیں۔ ایک ٹوٹے ہوئے دل کی طرح یہ ٹوٹا ہوا گھر ایک بیوہ عورت کا تھا۔ چھ سال کے یتیم بچے کو گود میں لئے ہوئے وہ سو رہی تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر چونک پڑی۔ دروازے پر کھڑی ہو کر پھر غور سے سنا۔ سنتے ہی دل کی چوٹ ابھر آئی، آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل ہو گئیں، چھ سال کا یتیم بچہ سویا ہوا تھا، فرطِ محبت میں بچے کو سینے سے چمٹا لیا، سسکیوں کی آواز سن کر بچے نے آنکھیں کھول دیں اور ماں کو روتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔

گلے میں بانہیں ڈال کر معصوم اداؤں سے دریافت کیا:

"ماں کیوں رو رہی ہو کہاں تکلیف ہے تمہیں؟"

Marfat.com

اسلام کا پرچم دشمنوں کی زد میں

آہ ایک نا سمجھ بچے کو کیا معلوم کہ حسرتوں کی چوٹ کتنی دردناک ہوتی ہے۔ پھر ایک بیوہ عورت کا دل تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ ذرا سی ٹھیس سے چور چور ہو جاتا ہے۔ بچے کے اس سوال پر ماں کا دل اور بھر آیا اور گرم گرم آنسوؤں سے آنچل کا کونہ بھیگ گیا۔

بچہ بھی ماں کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔ ماں نے بچے کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:
"میرے لعل! مت رو، یتیموں کا رونا عرش کو ہلا دیتا ہے، بدر کی وادی میں ابدی نیند سونے والے شہید باپ کی روح کو مت تڑپا، چپ ہو جا، مت رو میرے لعل"۔

مگر بچہ بضد تھا کہ ماں کیوں رو رہی ہے؟ بالآخر بچے کے لئے ماں کی آنکھوں کا ابلتا ہوا چشمہ سوکھ گیا۔ ماں نے بچے کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

بیٹا ابھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے ہوئے گزرے ہیں کہ "اسلام کا پرچم دشمنوں کی زد میں ہے۔ آج نماز فجر کے بعد مجاہدین کا ایک لشکر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ آقائے کونین ﷺ نے اپنے صاوفادار جانبازوں کو آواز دی ہے۔ رحمتوں کے تاجدار آج ایک ایک قطرۂ خون پر جنتوں کی بہاریں لوٹا دیں گے، ایک لمحے میں آج قسمتوں کی ساری شکن مٹ جائے گی"۔

کتنی خوش نصیب ہوں گی وہ مادرانِ ملت جو سپیدۂ سحر کی روشنی میں اپنے صاحبزادوں کا نذرانہ لیے ہوئے سرکارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوں گی، آہ! کتنی قابلِ رشک ہوگی ان کی یہ التجا۔

"یا رسول اللہ! ہمارے ارمانوں کی یہ حقیر قربانی قبول فرمائیں سرکار عمر بھر کی محنت وصول ہو جائے"۔

افسوس کہ آخرت کے اعزاز سے محروم ہو گئی!

یہ کہتے ہی ماں کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، آواز بھرا گئی، بچہ ماں کو روتا دیکھ کر مچل گیا۔ ماں نے کہا "بیٹا ضد نہ کرو، دل کی چوٹ تم ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے نصیب کو

Marfat.com

روتی ہوں۔ کاش! آج میری گود میں کوئی نوجوان بیٹا ہوتا تو میں اپنا نذرانہ شوق لیے رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی۔ افسوس کہ آج آخرت کے سب سے بڑے اعزاز سے محروم ہوگئی"۔ یہ کہتے کہتے پھر دل کا درد جاگ اٹھا اور آنکھوں کے چشمے سے آنسو ابلنے لگے، بچے نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا: "اماں! اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ تمہاری گود خالی تو نہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ کے پاس سب اپنے نوجوان بیٹوں کو لے کر جائیں گے تم مجھے ہی لے جاؤ"۔

ماں نے چمکارتے ہوئے کہا: "بیٹا میدان کارزار میں بچوں کو نہیں لے کر جاتے، وہاں تو شمشیر کی نوک سے دشمن کی صفیں الٹنے کے لئے جوانوں کے کس بل کی ضرورت پڑتی ہے، میرے لعل! وہ قتل وخون کی سرزمین ہے تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟" بچے نے ضد کرتے ہوئے کہا: "یہ ٹھیک ہے کہ اپنی کمسنی کے باعث ہم میدان کارزار میں جانے کے قابل نہیں ہیں لیکن بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لئے تو عمر کی قید نہیں ہے۔ ہماری قربانی سرکار ﷺ نے قبول فرمالی تو زہے نصیب، اور اگر بچہ سمجھ کر واپس کر دیا تو کم از کم یہ غم تو نہ ہوگا کہ اسلام کے لئے جان کی نذر پیش کرنے سے ہم محروم ہو گئے"۔

ماں نے فرطِ محبت میں بچے کا منہ چوم لیا اور حیرت سے تکنے لگی، اس کمسنی میں داناؤں جیسا شعور صرف اس رحمت خاص کا صدقہ ہے جو یتیموں کا نگہبان ہے۔

اپنا یتیم بچہ بارگاہِ نبوت میں پیش کرتی ہوں

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ نماز فجر کے بعد مسجد نبوی میں مجاہدین کی قطاریں کھڑی ہوگئیں۔ جو لوگ محاذ جنگ پر جانے کے قابل تھے انہیں منتخب کرلیا گیا۔ باقی واپس کر دیئے گئے۔ انتخاب کے کام سے فارغ ہو کر سرکار ﷺ واپس تشریف لا ہی رہے تھے کہ ایک پردہ نشین عورت پر نظر پڑی جو چھ سال کا بچہ لیے ایک طرف کھڑی تھی۔ سرکار ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے ارشاد فرمایا: "اس خاتون سے جا کر دریافت کرو وہ کیا فریاد لے کر آئی ہے؟" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قریب جا کر نہایت ادب سے پوچھا "دربارِ رسالت میں آپ کیا فریاد لے کر حاضر ہوئی ہیں؟"

Marfat.com

خاتون نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

''آج رات کے پچھلے پہر آپ اعلان کرتے ہوئے میرے گھر کے سامنے سے گزرے۔ اعلان سن کر میرا دل تڑپ اٹھا۔ میرے گھر میں کوئی جوان نہیں تھا جس کے خون کی خدا کی بارگاہ میں نذر پیش کرتی، چھ سال کا یہ یتیم بچہ ہے جس کا باپ گذشتہ سال جنگ بدر میں جام شہادت سے سیراب ہوا، یہی میری کل متاع زندگی ہے جسے سرکار ﷺ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہوں''۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بچے کو گود میں اٹھایا اور سرکار ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سرکار ﷺ نے بچے کو آغوشِ رحمت میں جگہ دی۔ سر پر ہاتھ پھیرا، پیار کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

''میری رحمتوں کے محبوب صاحبزادے تم ابھی کم سن ہو محاذ جنگ پر جوانوں کی ضرورت پڑتی ہے ابھی تم اپنی ماں کی آغوش میں پلو، بڑھو اور گلشن اسلام کی بہار بنو۔ جب تمہارے بازو میں کس بل پیدا ہو جائے گا تو میدانِ جنگ خود تمہیں آواز دے گا''۔

بچے نے اپنی تتلائی ہوئی زبان سے کہا: ''یا رسول اللہ! میں نے اپنی امی جان کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہا جلاتی ہیں تو پہلے چھوٹے تنکوں کو سلگاتی ہیں جب آگ دہکنے لگتی ہے تو پھر موٹی موٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں۔ یا رسول اللہ، میں جنگ کرنے کے قابل تو نہیں ہوں لیکن کیا میدانِ کارزار گرم کرنے کے لئے مجھ سے تنکوں کا کام بھی نہیں لیا جا سکتا؟ اگر آپ مجھے ہمراہ نہ لے کر گئے تو میری امی روتے روتے ہلکان ہو جائے گی''۔

ننھی جان کی قربانی قبول کر لی گئی

جن معصوم اداؤں کے ساتھ بچے نے اپنی زبان میں دل کے حوصلے کا اظہار کیا سارے مجمع پر رقت طاری ہو گئی۔ سرکار ﷺ بھی فرط اثر سے آبدیدہ ہو گئے اور حضرت بلال سے فرمایا: ''جا کر بچے کی ماں سے کہہ دو کہ اس کی ننھی جان کی قربانی قبول کر لی گئی ہے قیامت کے دن وہ غازیانِ اسلام کی صفوں میں اٹھائی جائے گی۔ آج سے خدا کی مقدس امانت سمجھ کر وہ بچے کی پرورش کرے اور خدا کے یہاں اس کے بال بال کا اجر محفوظ ہے''۔

Marfat.com

میری ماؤں اور بہنو!

یہ ایک ماں کی اسلام سے محبت اور نبی کریم سے عقیدت کا واقعہ ہے اس زمانے کی مائیں ترستی تھیں کہ ہمارے بیٹے بھی اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ کی راہ میں جان دیں تاکہ آخرت میں ہم ایک شہید کی ماں کے نام سے پکاری جائیں لیکن آج کی ماؤں اور بہنوں کی محبت اسلام سے صرف نام کی ہے۔ آج اگر کوئی بیٹا ماں سے جہاد پر جانے کی اجازت مانگتا ہے تو ماں کا حکم ہوتا ہے میرے سامنے لیٹ کر مر جاؤ لیکن میں تمہیں جہاد پر نہ جانے دوں گی اور اگر کوئی بغیر بتائے ٹریننگ پر چلا جاتا ہے تو اسے دھوکے سے واپس بلا کر شادی کے بندھن میں باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد پر نہ جاسکے۔ اس واقعے میں ایک بچے کا جذبہ جہاد بیان کیا گیا ہے جبکہ آج کل کے بچے اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔ بچے ہوں یا نوجوان، ٹیلیویژن کے سامنے بیٹھ کر انڈین فلمیں دیکھنے میں مصروف ہوتے ہیں، پہلے بچے گھڑسواری، تیراندازی، نشانہ بازی کے گر سیکھتے تھے۔ لیکن آج کے بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو والدین ان کے لئے گیند اور بلا خرید کر رکھتے ہیں کہ ہمارا بچہ بڑا ہو کر کرکٹر بنے گا۔

یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان ذلت و پستی کا شکار ہے، اگر ہمارے نوجوان بھائی اسی طرح غفلت کی نیند سوتے رہے تو بنیا کشمیری بہنوں کی عصمت لوٹتا رہے گا، ماؤں کی گودیں اجڑتی رہیں گی، بچے درندگی کا شکار ہوتے رہیں گے؟؟

اے مسلمان ماؤں بہنو!

خدارا اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو جہاد کے لئے آمادہ کرو تاکہ وہ کشمیری بہنوں کی عزت لوٹنے والوں کی آنکھیں پھوڑ سکیں تاکہ وہ ماؤں کی گودیں اجاڑنے والوں کے ہاتھ کاٹ سکیں تاکہ وہ بچوں کو زندہ جلانے والوں کے ٹکڑے کر سکیں۔

اللہ آج بھی ہماری ماؤں اور بہنوں میں وہ حوصلہ قربانی اور جذبۂ جہاد پیدا فرمائے جو غزوہ بدر اور اُحد میں شہید ہونے والے مجاہدین کے والدین میں موجود تھا۔

تاکہ ہمارے مسلمان بھائی بھی اسلام کے لئے پیکر وفا ثابت ہوں۔ آمین

Marfat.com

حضرت اُمّ حکیم بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

تاریخی تعارف

رمضان المبارک ۸ ھ میں اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کو مغلوب کر دیا اور اہلِ حق مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے لیکن ان کا یہ داخلہ دنیا کے دوسرے فاتحین کی طرح نہیں تھا۔ چند انتہائی شریر النفس مشرکین کو چھوڑ کر جو مبرح الدم قرار دیئے گئے تھے یا ان چند مشرکین کے سوا جنہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے دستے کی مزاحمت کی تھی، مکہ کے کسی اور مشرک کی نکسیر تک نہ پھوٹی۔ دس ہزار نفوسِ قدسی نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں مکہ معظمہ میں اس طرح قدم رکھا جیسے نسیمِ سحری گلشن میں داخل ہوتی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابرِ عفو و کرم اہلِ مکہ پر جھوم جھوم کر برسا، یہ وہی اہلِ مکہ تھے جو اہلِ حق کے خون کے پیاسے تھے اور جنہوں نے ان کو ستانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ نبی رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کر دیا...... کسی سے کوئی مؤاخذہ نہ فرمایا لیکن مکہ میں کچھ ایسے آدمی بھی تھے جن کے ضمیر کا کانٹا ان کو کسی پہلو قرار نہیں لینے دیتا تھا۔ اپنے ماضی کے پیشِ نظر ان کو قطعاً یہ اُمید نہیں تھی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر قابو پا کر ان کو زندہ چھوڑیں گے۔ انہوں نے مکہ سے بھاگ جانے ہی میں مصلحت سمجھی۔

اسی زمانے کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ مکہ کے بعد ایک دن مکہ کی ایک خاتون بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور بڑے ذوق و شوق سے قبولِ اسلام کی سعادتِ عظمٰی حاصل کی پھر انہوں نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

Marfat.com

"یارسول اللہ! میرا شوہر اپنی جان کے خوف سے یمن کی طرف بھاگ گیا ہے، اگر اس کو امان دے دیں تو میں اس کو واپس لے آؤں"۔

حضور ﷺ کا دریائے رحمت جوش پر تھا۔ آپؐ نے بلا تامل فرمایا: "جاؤ میں نے اس کو امان دی"۔

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر خاتون کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کیونکہ ان کے شوہر ایک ایسے شخص تھے جن کی اسلام دشمنی مسلم تھی اور جنہوں نے اہلِ حق کو ستانے میں کوئی موقعہ کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ اب ان کے لیے مکہ میں ایک دن گزارنا بھی مشکل تھا۔ اسی وقت اپنے رومی غلام کے ہمراہ خاوند کی تلاش میں روانہ ہو گئیں۔ یہ خاتون جن کا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پاسِ خاطر تھا کہ آپؐ نے ان کے شوہر کے گھناؤنے ماضی کے باوجود کسی ردّوقدح کے بغیر ان کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشا، عکرمہ بن ابوجہل کی اہلیہ حضرت اُمّ حکیمؓ بنتِ حارث مخزومیہ تھیں۔

سلسلہ نسب و بنیادی معلومات

حضرت اُمّ حکیمؓ کا شمار سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور صحابیات میں ہوتا ہے۔ اہلِ سیَر نے ان کا ذکر ان کی کنیت ہی سے کیا ہے اور اصل نام نہیں لکھا۔ ان کا تعلق قریش کی مشہور شاخ بنومخزوم سے تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

اُمِ حکیمؓ بنتِ حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی۔

والدہ کا نام فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ تھا جو حضرت خالدؓ بن ولید (سیف اللہ) کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت اُمّ حکیمؓ نے جس گھرانے میں آنکھیں کھولیں وہ کفر و شرک کا گہوارہ تھا۔ ان کے والد ابوعبدالرحمٰن حارث بن ہشام، ابوجہل (عمرو بن ہشام) کے حقیقی بھائی تھے اور دونوں بھائی اسلام کے سخت دشمن تھے۔ یہی حال والدہ اور ماموں خالد بن ولید کا تھا۔ ظاہر

Marfat.com

ہے کہ اس ماحول میں ان کا اسلام کے نورِ سعادت سے بہرہ یاب ہونا محال تھا۔ شادی بھی ہوئی تو اپنے چچا ابوجہل کے فرزند عکرمہ سے جو اسلام دشمنی میں اپنے باپ کے دست راست تھے۔

عکرمہ باپ کے نقش قدم پر

۲ھ میں ابوجہل غزوۂ بدر میں ذلت کے ساتھ مارا گیا تو عکرمہ نے اپنے باپ کے چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا اور فتح مکہ تک ہر میدان میں اہلِ حق کو ستانے میں بڑھ بڑھ کر قدم مارتے رہے۔ غزوۂ اُحد میں وہ اپنی اہلیہ (اُمِ حکیم) کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ غزوۂ احزاب میں بنو کنانہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ ۸ھ میں مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے قتل و غارت میں حصہ لیا اور صلح نامۂ حدیبیہ کو عملاً توڑ ڈالا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے موقع پر بھی انہوں نے چند مشرکین کو ساتھ لے کر اس فوجی دستے کی مزاحمت کی جو حضرت خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں شہر میں داخل ہو رہا تھا۔

یہ وہی خالدؓ بن ولید تھے جو اہلِ حق کے خلاف کئی لڑائیوں میں عکرمہ کے شانہ بشانہ لڑ چکے تھے۔ وہ حضرت اُمِ حکیمؓ کے حقیقی ماموں تھے اور رشتہ میں عکرمہ کے بھی چچا ہوتے تھے (عکرمہ کا والد ابوجہل اور خالدؓ بن ولید آپس میں چچازاد بھائی تھے) فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت خالدؓ بن ولید مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے لیکن ان کا یہ اقدام بھی عکرمہ کو راہِ راست پر نہ لا سکا۔ اسلام کے خلاف عکرمہ کی یہی سرگرمیاں تھیں کہ انہیں فتح مکہ کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑی اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے یمن کی طرف بھاگ نکلے۔ ادھر حضرت اُمِ حکیمؓ، ان کے والد حارثؓ بن ہشام اور والدہ فاطمہؓ بنت ولید تینوں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

عکرمہ ﷺ شجرِ اسلام کی چھاؤں میں

حضرت اُمّ حکیم کو شوہر سے بے حد محبت تھی انہیں یہ گوارا نہ ہوا کہ عکرمہؓ بدستور کفرو شرک کی دلدل میں پھنسے رہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑی دردمندی کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ ان کے شوہر کو امان دی جائے۔ حضور ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور وہ عکرمہؓ کی تلاش میں ساحل بحر کی طرف روانہ ہوگئیں۔

ادھر حضرت عکرمہ مکہ سے بھاگ کر بحیرۂ قلزم کے ساحل پر پہنچے تو یمن جانے والی ایک کشتی تیار کھڑی تھی اس پر بیٹھ گئے۔ کچھ دور جا کر یہ کشتی بادِ مخالف کی لپیٹ میں آ گئی۔ عکرمہؓ نے لات وعزّٰی کو پکارنا شروع کر دیا۔ ملاّحوں نے کہا، یہ اللہ کو پکارنے کا وقت ہے۔ لات وعزّٰی کشتی کو بھنور سے نہیں نکال سکتے۔ یہ بات عکرمہؓ کے دل پر اثر کر گئی۔ حافظ ابن حجرؒ نے "اِصابہ" میں لکھا ہے کہ اس موقع پر عکرمہؓ نے یہ دعا کی:

"اے اللہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اس طوفان نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تو میں خود کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کر دوں گا۔ وہ بڑے رحیم وکریم ہیں (امید ہے) مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیں گے"۔

خدا کی قدرت، کشتی صحیح سلامت اسی جگہ کنارے آ لگی جہاں سے چلی تھی، اسی اثنا میں حضرت اُمّ حکیمؓ بھی شوہر کی تلاش میں ساحل پر آ پہنچی تھیں۔ انہوں نے حضرت عکرمہ کو بتایا کہ میں ایک ایسے انسان کے پاس سے آ رہی ہوں جو سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ رحیم وشفیق اور صلۂ رحم کرنے والے ہیں۔ میں نے ان سے تمہارے لیے امان حاصل کر لی ہے اب میرے ساتھ ان کی خدمت میں چلو۔ عکرمہ ﷺ فوراً مان گئے اور حضرت اُمّ حکیمؓ کے ساتھ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور "مرحبا بالراکب المهاجر" (خوش آمدید اے پردیسی سوار) فرما کر ان کا پُرتپاک استقبال کیا۔ حضرت عکرمہؓ نے بیوی (اُمّ حکیمؓ) کی طرف اشارہ کر کے عرض کی:

Marfat.com

"اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے میری جان بخشی کر دی ہے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں اُس نے سچ کہا ہے تم محفوظ و مامون ہو"۔

عکرمہؓ اس شانِ کرم سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی وقت صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا اور عہد کیا کہ آئندہ میری دولت اور جان جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف رہے گی۔ اس کے بعد ان کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ جس شدت سے انہوں نے اسلام کی مخالفت کی تھی، اب اس سے زیادہ جوش کے ساتھ انہوں نے اسلام کی خدمت کی۔ ۱۱ ہجری میں حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتنہ ارتداد نے سر اُبھارا تو انہوں نے اس سے استیصال کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

نئے نویلے دولہا کی شہادت

جب اس فتنہ کا قلع قمع ہو گیا اور مسلمانوں نے شام پر چڑھائی کی تو حضرت عکرمہؓ حضرت اُمِّ حکیمؓ کو ساتھ لے کر شام کی مہم پر جانے والے مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ کئی معرکوں میں نہایت جانبازی سے رومیوں کے خلاف جہاد کیا اور بالآخر اجنادین کی لڑائی میں نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس طرح حضرت اُمِّ حکیمؓ عالمِ غربت میں بیوہ ہو گئیں۔

حضرت اُمِّ حکیمؓ کے ایامِ عدت گزر گئے تو ان کو نکاح کے پیغام ملنے شروع ہو گئے۔ ان میں حضرت خالدؓ بن سعید بن عاص کا پیغام بھی تھا۔ اُمِّ حکیمؓ نے اور سب پیغام تو رد کر دیئے البتہ حضرت خالدؓ بن سعید سے نکاح پر رضامندی ظاہر کی۔ حضرت خالدؓ بن سعید بڑے جلیل القدر صحابی تھے وہ سابقون الاوّلون میں سے تھے۔ دو ہجرتوں (ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ) سے مشرف ہو چکے تھے اور فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک میں بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کر چکے تھے اسی لیے حضرت اُمِّ حکیمؓ نے انہیں دوسروں پر ترجیح دی۔ چنانچہ چار سو دینار مہر پر ان کا نکاح حضرت خالدؓ بن سعید کے ساتھ مرج الصفر کے مقام پر ہو گیا۔ یہ جگہ دمشق کے قریب واقع ہے۔ اس وقت اسلامی

Marfat.com

لشکر دمشق کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔

نکاح کے بعد حضرت خالدؓ بن سعید نے رسمِ عروسی ادا کیے جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت اُمّ حکیمؓ نے کہا: ''دشمن سر پر کھڑا ہے اور اس سے ہر وقت لڑائی کا خطرہ ہے اس لیے چند دن توقف کر کے اطمینان سے یہ رسم ادا ہو جائے تو بہتر ہوگا''۔ حضرت خالدؓ بن سعید نے کہا، مجھے اس معرکے میں اپنی شہادت کا یقین ہے۔ اُمّ حکیمؓ خاموش ہو گئیں۔ ایک پُل کے پاس جو اَب ''قنطرہ اُمّ حکیم'' کہلاتا ہے رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ صبح کو دعوتِ ولیمہ ہوئی۔ ابھی لوگ کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ ایک قوی ہیکل آدمی سب سے آگے تھا اور مسلمانوں کو للکار رہا تھا۔ حضرت خالدؓ بن سعید تیر کی طرح جھپٹ کر اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور نہایت بہادری سے لڑ کر اس کے ہاتھوں جامِ شہادت پیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔

دلہن بپھری شیرنی کی طرح میدانِ جنگ میں

حضرت اُمّ حکیمؓ شوہر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ اسی وقت نہایت جوش سے اُٹھیں، اپنے کپڑوں کو باندھا اور خیمہ کی چوب اکھاڑ کر لڑائی میں شریک ہو گئیں۔ زخمی شیرنی کی طرح بڑھ بڑھ کر حملے کرتی تھیں اور اپنی چوب سے رومیوں کو مار گراتی تھیں۔ اس معرکہ میں اَن کے ہاتھ سے سات رومی جہنم واصل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ حکیمؓ یرموک کی ہولناک جنگ میں بھی شریک ہوئیں اور دوسری خواتین کے ساتھ مل کر رومیوں کے خلاف بڑی دلیری سے جنگ کی۔ حضرت اُمّ حکیمؓ کے مزید حالات کتبِ سیر میں نہیں ملتے۔ نہ کسی نے وفات کا زمانہ بتایا ہے اور نہ اولاد کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

حضرت ہند بنتِ عتبہ رضی اللہ عنہا

ہندؓ کا کردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تناظر میں

ہندؓ یا ہندہ نام تھا، اور قریش کے خاندان بنوعبد شمس سے تھیں۔ نسب نامہ یہ ہے۔
ہند بنتِ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

عتبہ بن ربیعہ قریش کا معزز ترین سردار تھا۔ ماں کا نام صفیہ بنتِ اُمیہ تھا۔ پہلے فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا۔ ان سے نباہ نہ ہوسکا تو ابوسفیان بن حرب کے نکاح میں آئیں۔

ہند کا باپ عتبہ بن ربیعہ اور شوہر ابوسفیان اسلام کے سخت دشمن تھے اور ہند بھی اسلام دشمنی میں ان سے کم نہ تھیں۔ ہجرت کے بعد ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا۔ اس میں ہند کا والد عتبہ قریش کے کئی دوسرے سرداروں کے ہمراہ مارا گیا جن میں ابوجہل بھی تھا۔ اس کے بعد مشرکین مکہ کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ آئی۔ ہندہ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنے شوہر کا ہاتھ بٹایا۔ وہ بڑی شعلہ بیان مقرر تھیں۔ باپ کے قتل نے ان کے دل میں جذبۂ انتقام کے شعلے بھڑکا دیئے تھے۔ ۳ ہجری میں مشرکینِ مکہ نے ابوسفیان کی زیر قیادت بڑی تیاری کیساتھ مدینہ پر حملہ کیا اور غزوۂ اُحد پیش آیا۔ ہند خصوصیت سے اپنے باپ کے قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے انتقام لینا چاہتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ وحشی بھالا پھینکنے میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ جب لڑائی کا تنور گرم ہوگیا تو ہند نہایت اشتعال انگیز رجز پڑھ پڑھ کر کفار کو جوش دلا رہی

Marfat.com

تھیں۔ وحشی گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ حضرت حمزہؓ جونہی ان کی زد میں آئے انہوں نے اپنا بھالا پھینکا جو حضرت حمزہؓ کے جسم کے پار ہوگیا، اور ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ کفار کی عورتوں نے اس رجلِ عظیم کی شہادت پر مسرت کے گیت گائے۔ ہندہ نے جوشِ انتقام میں حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے جگر نکالا اور چبا گئیں لیکن گلے سے نہ اتر سکا، اس لئے اگلنا پڑا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دردناک واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا۔

ہندؓ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں

۸ ہجری میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور فاتحانہ شان سے دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انتقام لینے سے روک سکتی۔ لیکن رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ حتیٰ کہ اعلان فرمایا کہ جو شخص ابو سفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ابو سفیانؓ نے فتح مکہ سے ایک دو دن پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہندہؓ پر بھی اب اسلام کی صداقت واضح ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ چند برقعہ پوش خواتین کے ہمراہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ اور اُن کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:

ہندہؓ: یارسول اللہ! آپ ہم سے کن باتوں پر بیعت لیتے ہیں؟

نبی کریم ﷺ: شرک نہ کرو اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

ہندہؓ: یہ عہد آپؐ نے مردوں سے نہیں لیا تاہم ہمیں منظور ہے۔

نبی کریم ﷺ: چوری نہ کرو۔

ہندہؓ: میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ کر ڈالتی ہوں، معلوم نہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

نبی کریم ﷺ: اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہندہؓ: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا (یعنی قتل نہیں کیا تھا) جب بڑے ہوئے تو آپؐ

Marfat.com

نے قتل کر ڈالا۔

رسولِ کریم ﷺ کا دامنِ کرم بڑا کشادہ تھا۔ ہندہؓ نے اگرچہ آپؐ کے محبوب چچا کا جگر چبایا تھا اور پھر اس موقع پر بھی ایسی بے باکانہ بلکہ گستاخانہ گفتگو کی تھی لیکن رحمتِ عالم ﷺ نے ان کی تمام خطاؤں کو بخش دیا۔ ہندہؓ کو اپنی جاں بخشی کی اُمید نہیں تھی لیکن جب رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انہیں بالکل معاف کر دیا تو ان کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی اور وہ صدقِ دل سے مسلمان ہو گئیں۔ اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

"یا رسول اللہ! اس سے پہلے آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا۔ لیکن آج حضور ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب و محترم نہیں"۔

اس کے بعد گھر جا کر اپنے معبود بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حضرت ہندؓ کا مجاہدانہ کردار

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ہندہؓ کی زندگی یکسر خدمتِ اسلام کے لیے وقف ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وہ اپنے شوہر حضرت ابوسفیانؓ کے ساتھ شام جانے والے مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو گئیں۔ جس جوش و خروش کے ساتھ یہ دونوں میاں بیوی مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوا کرتے تھے اس سے کئی گنا زیادہ جوش و خروش کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور اپنے قبولِ اسلام سے قبل کی اسلام دشمنی کا کفارہ ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

شام کی جنگوں میں جنگِ یرموک ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ تھی جس میں قیصرِ روم نے اپنی پوری طاقت جنگ کی آگ میں جھونک دی تھی۔ بعض روایتوں کے مطابق رومی لشکر کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی اور ایک روایت کے مطابق دس لاکھ تھی۔ مجاہدینِ اسلام کی تعداد صرف تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ اس جنگ میں حضرت ہندؓ اور ان کے شوہر ابوسفیانؓ دونوں بڑے جوش و خروش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ لڑائی میں دشمن کے زبردست دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم کئی بار پیچھے ہٹے لیکن عورتوں نے ان کو

Marfat.com

غیرت دلائی اور خود خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر یا پتھر ہاتھوں میں لے کر رومیوں پر حملہ آور ہو گئیں۔ حضرت ہندؓ رجز پڑھ پڑھ کر مسلمانوں میں جوش پیدا کرتی تھیں۔ اگر کوئی مسلمان لڑائی سے منہ موڑ کر پیٹھ پھیرتا تو اس کے گھوڑے کے منہ پر خیمے کی چوب مار کر غیرت دلاتیں کہ جنت چھوڑ کر جہنم خریدتے ہو اور اپنی عورتوں کو رومیوں کے حوالے کرتے ہو۔ یہ ہندؓ اور دوسری خواتین کی غیرت و استقامت ہی تھی کہ پیچھے ہٹے ہوئے مسلمان پلٹ کر اس زور سے رومیوں پر حملہ کرتے کہ ان کے پرّے کے پرّے کاٹ کر رکھ دیتے۔

ایک موقع پر پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں میں حضرت ابوسفیانؓ بھی تھے۔ ہندؓ نے انہیں دیکھ لیا، اپنے خیمے کی چوب لے کر ان کی طرف لپکیں اور کہا:

"خدا کی قسم تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسول کو جھٹلانے میں بہت سخت تھے۔ آج موقع ہے رزمگاہ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسولِ خدا کی خوشنودی کے لیے اپنی جان قربان کر دو اور خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ"۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو سخت غیرت آئی اور پلٹ کر شمشیر بدست دشمن کے ٹڈی دل لشکر میں گھس گئے۔

اسی جنگ میں ایک اور موقع پر رومی عورتوں کی خیمہ گاہ تک آ پہنچے۔ تمام عورتوں نے جن میں حضرت اُمّ ابانؓ، اُمّ حکیمؓ، خولہؓ بنت ازور اور ہندؓ بھی شامل تھیں اپنے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر رومیوں کا منہ پھیر دیا۔ جب تک مسلمانوں کا ایک دستہ ان کی مدد کو نہ آ پہنچا وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں اور متعدد رومیوں کو جہنم واصل کیا۔ حضرت ہندؓ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ ان کی اولاد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تاریخِ اسلام کی نامور شخصیت ہیں۔

جنابِ ہندؓ کے دیگر اوصاف

ابن اثیرؒ نے "اسد الغابہ" میں لکھا ہے:

Marfat.com

''حضرت ہندؓ ایک خود دار، غیرت مند، صائب الرائے اور دانشمند خاتون تھیں''۔

صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعاً نہایت فیاض تھیں۔

شعر و شاعری میں بھی درک رکھتی تھیں۔غزوۂ بدر میں اپنے بھائی ابو حذیفہؓ کو شعروں میں ملامت کی۔اسی طرح غزوۂ اُحد میں شعر پڑھ پڑھ کر مشرکینِ قریش کو لڑائی پر اُبھارتی تھیں۔جب ان کی زندگی میں انقلاب آ گیا تو اپنے شعروں سے مجاہدینِ اسلام کو کفار کے خلاف جوش دلاتی تھیں۔اہلِ سِیَر نے ان کے متعدد اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ ہجرتِ نبویؐ کے بعد جب حضرت زینبؓ بنتِ رسول اللہؐ نے مکہ سے مدینہ جانے کے لیے رختِ سفر باندھا، تو ہندؓ ان کے پاس گئیں اور کہا کہ:

''اے بنتِ محمد (ﷺ)! تم اپنے باپ کے پاس جا رہی ہو اگر کچھ زادِ راہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہہ دو میں مہیا کر دوں گی''۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے عداوت رکھنے کے باوجود ان میں رواداری کا فقدان نہیں تھا۔قبولِ اسلام کے بعد ان کے فطری جوہر خوب نمایاں ہوئے اور انہوں نے سابقہ زندگی کی تلافی اپنے حسنِ کردار سے کر دی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

حضرت زینب بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

بنیادی تعارف

آپ عروہ بن مسعود الثقفی کی بیوی، ابی سفیان بن حرب کی بیٹی......اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اُم حبیبہؓ کی بہن۔

ابوسفیانؓ حیرت اور غصے کی کیفیت میں

ابوسفیان جب یمن سے واپس لوٹے تو قریش کے لوگ، بنی اُمیہ کے سردار اور اس عظیم الشان تاجر سے ملنے اور اپنے اپنے سامان تجارت کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے امڈ پڑے...اور پھر جب محمد ﷺ تشریف لائے... تو اس وقت ھند بنت عتبہ اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھی اپنے تینوں بیٹوں معاویہ، یزید اور عتبہ کو کھلا رہی تھیں رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کو سلام کیا اور ان سے ان کے سفر اور قیام کی تفصیلات معلوم کیں۔ مگر اپنے سامان تجارت کے بارے میں کچھ نہ پوچھا اور پھر آپ ﷺ وہاں سے اٹھ گئے... تو ابوسفیان اپنی بیوی ھند بنت عتبہ کی طرف متوجہ ہو کر بولے......

قسم خدا کی...یہ شخص مجھے بہت بھاتا ہے قریش کے جتنے لوگوں کا میرے پاس سامان ہے سب نے اپنے اپنے سامان کے بارے میں دریافت کیا مگر اس نے اپنے سامان کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھا۔

تو ھند بنت عتبہ اپنے بچوں کو کھلاتے ہوئے بولیں:

Marfat.com

کیا آپ کو اس کے بارے میں کچھ پتہ چلا ہے؟
تو ابوسفیان حیرت سے بولے: کس بارے میں؟
ھند بنت عتبہ بولیں: وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے!
تو ابوسفیان اپنا سر ہلاتے ہوئے بولے:
یہ تو بالکل بیکار بات ہے وہ تو بہت عقل مند شخص ہے پھر کیسے ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟
ھند بنت عتبہ بولیں:
خدا کی قسم وہ واقعی یہ سب کچھ کہتا ہے...... بلکہ لوگوں کو اسکی طرف دعوت بھی دیتا ہے...... کئی لوگ اس کے دین میں اس کے ساتھی بن چکے ہیں...... ابوبکر بن ابی قحافہ، علی بن ابی طالب، زید بن حارث، عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبیداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف، خباب، صہیب، عمار اور بلال سب کے سب اس پر ایمان لے آئے ہیں۔

حضور ﷺ کی رسالت پر ابوسفیان کا تبصرہ

یہ سب باتیں سن کر ابوسفیان غصہ میں بولے:
یہ سراسر غلط اور باطل ہے:
کیونکہ ابوسفیان اپنی قوم کے سردار ہیں...... اس لئے وہ یہ کیسے گوارا کر سکتے ہیں کہ وہ اسلام لا کر محمد ﷺ کے تابع ہو جائیں اسی لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو جھٹلایا اور اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ادھر عروہ بن مسعود نے بھی خوب خوب مذاق اڑایا کہ کیا قرآن دونوں شہر مکہ اور طائف کے اسی عظیم آدمی پر نازل ہونے کو رہ گیا تھا؟
اس پر اللہ جلالہ، نے یہ آیات نازل فرمائیں:
وقالوا لو لا نزّل هذا القران علىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عظيم ○ اَهُم يقسمون رحمت ربك ط نحن قسمنا بينهم معيشتهم فى الحيوٰة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعضٍ درجاتٍ لِيَتَّخِذَ

Marfat.com

بعضھم بعضا سخریا. (زخرف: ۳۱، ۳۲)

اور جب عروہ بن مسعود نے یہ دیکھا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی یہ دعوت اس کی قوم کے کسی بڑے سردار کی حکومت اور رعب ودبدبہ کا خاتمہ کردے گی تو اس نے ان کی اتباع کرنے سے انکا کردیا۔

حدیبیہ کے روز قریش نے محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کو حرم میں داخل ہونے سے روک دیا...... اور پہلے بدیل بن ورقاء الخزاعی کو ان کے پاس بھیجا...... پھر مکرز بن حفص کو، پھر الحلیس بن علقمہ حبشیوں کے سردار کو اور پھر جب عروہ بن مسعود کو بھیجنے کا ارادہ کیا تو وہ بولے:

سہیل سے حضرت ابوبکرؓ کی تلخ کلامی

اے قریش کے لوگو! میں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کے پاس بھیجے گئے لوگوں میں سے جب بھی کوئی واپس تمہارے پاس آتا ہے تو تم لوگ کتنی بُری طرح پیش آتے ہو اور بُرا بھلا کہتے ہو اور تم لوگ جانتے ہو کہ تم لوگ میرے بزرگ ہو اور میں تمہارے اولاد کی جگہ ہوں جب مجھے پتہ چلا کہ تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو میں نے اپنی قوم کے چند ہم خیال لوگوں کو جمع کیا اور تمہارے پاس چلا آیا۔

تو سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل اور حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص بولے کہ تم نے سچ کہا ہم تم پر کوئی الزام نہیں رکھتے۔ پھر عروہ بن مسعود وہاں سے نکل پڑے اور محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا محمد ﷺ تم نے ادھر اُدھر سے لوگ جمع کیے اور یہاں چلے آئے؟

اے محمد...... تم نے اپنی قوم کو چھوڑا اور ان سے ناطہ توڑ لیا کیا اس سے پہلے عرب قوم میں کسی نے ایسا کیا ہے؟ اور تمہیں نہیں پتہ کہ قریش کے لوگ کتنی تیاریوں کے ساتھ نکلے ہیں۔ انہوں نے چیتے کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ وہ تمہیں زبردستی مکہ میں کبھی نہیں داخل ہونے دیں گے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ کہ یہ جو ادھر

Marfat.com

ادھر کے لوگ تمہارے ارد گرد جمع ہیں یہ تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور قسم خدا کی مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ سب کے سب کل تک تمہارا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے تھے فوراً بولے:

غارت ہو جالات کے پجاری کیا ہم انہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟

ایکدم عروہ کو غصہ آیا کیونکہ لات طائف کے لوگوں کا معبود ہے..... اور وہ خود بنی ثقیف کا سردار تھا اور ان الفاظ سے اس کی اور اس کے معبود کی شان میں گستاخی ہو رہی تھی...... فوراً بھنا کر بولا....

محمد... یہ کون ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہ ابن ابی قحافہ ہے:

تو عروہ بن مسعود نے صدیق اکبر سے کہا....

اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا تو میں ضرور اس بات کا بدلہ چکاتا۔

مغیرہ بن شعبہ سے چچا کی تلخ کلامی

پھر عروہ رسول اللہ ﷺ سے بات کرتے ہوئے ان کی ریش مبارک سے کھیلنے لگا یعنی بار بار چھونے لگا.... اور یہ عرب کی عادات میں شامل تھا کہ اگر کوئی شخص کسی سے دوستانہ انداز میں گفتگو تھا وہ اس کی داڑھی سے ہلکے ہلکے کھیلتا رہتا تھا اور اسے چھوتا رہتا تھا۔ ادھر مغیرہ بن شعبہ جو کہ عروہ کے بھتیجے تھے۔ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے وہ اس وقت زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے اور ان کے "خود" نے ان کا تقریباً پورا چہرہ چھپا رکھا تھا ان کی صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ جس سے وہ پہچانے نہیں جا رہے تھے جب انہوں نے اپنے چچا کو رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک کو بار بار چھوتے دیکھا جب کہ نبی کریم ﷺ ایسا نہیں کر رہے تھے تو ہر دفعہ ان کے ہاتھ اپنی تلوار کا دستہ مارتے اور کہتے کہ یا رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک چھونا بند کریں کیونکہ ایک مشرک کو اس چیز کی اجازت نہیں۔

Marfat.com

تو عروہ ان کی طرف متوجہ ہو کر غصہ سے بولا:

کتنے بدتمیز انسان ہو تم! پھر رسول اللہ ﷺ سے بولے کاش میں اپنے ساتھ بدتمیزی کرنے والے آپ کے اس ساتھی کو سبق سکھا سکتا۔ قسم خدا کی میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے ساتھیوں میں اس سے زیادہ بے سمجھ کوئی اور ہوگا...!!

تو رسول اللہ ﷺ بے ساختہ مسکرا کر بولے:

یہ تمہارا ہی بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔

عروہ بن مسعود بولا: اے غدار میں نے کل ہی عکاظ میں تیری غداری پر پردہ ڈالا ہے تو نے ہمیشہ کیلئے ثقیف سے ہماری دشمنی کرادی ہے...

پھر رسول اللہ ﷺ عروہ کو سمجھانے لگے کہ وہ جنگ کی نیت سے یہاں نہیں آئے۔ یہاں پر عروہ بن مسعود نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ ﷺ کے ساتھی آپ کے ساتھ کس طرح سے پیش آتے ہیں.... جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ اپنی آوازیں نیچی کرلیتے ہیں اور اگر آپ ﷺ کے موئے مبارک میں سے کوئی ایک نیچے گر جاتا تو وہ فوراً اسے اٹھا لیتے ہیں... اور بوجہ ادب واحترام کے ان سے نظریں نہیں ملاتے۔

پھر عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے اور بولے:

قریش کے لوگو! میں نے کئی سلطنتیں دیکھیں.... میں کسریٰ کے پاس بھی گیا ... قیصر کے پاس گیا اور نجاشی کے پاس بھی گیا.... مگر قسم خدائے پاک کی میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم کے درمیان ایسا نہیں پایا جیسا کہ محمد ﷺ کو اپنے ساتھیوں کے درمیان پایا ہے۔ اور میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو ان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے.... تو تمہارے لئے بہتر یہی ہوگا کہ تم لوگ اپنی رائے بدل ڈالو وہ تمہیں رشد و ہدایت کی دعوت دے رہے ہیں ان کی دعوت قبول کرلو... میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ تم ان پر قابو نہیں پاسکتے۔

تو قریش کے سردار بولے: ایسی باتیں مت کرو اے ابو یعفور... ہم انہیں اس سال واپس لوٹائیں گے وہ لوگ چاہیں تو اگلے سال یہاں آجائیں۔

Marfat.com

تو عروہ بن مسعود نے کہا... مجھے لگتا ہے کہ تم پر ایک ناگہانی آفت ہی ٹوٹے گی اس کے بعد عروہ اور اس کے ساتھی واپس طائف لوٹ گئے۔

عروہ بن مسعود، دامنِ اسلام میں

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ''حنین'' میں مشرکین مکہ کو شکست دے کر مکہ فتح کرلیا تو وہ طائف کی جانب چلے اور اس کا محاصرہ کرلیا... اس وقت عروہ بن مسعود طائف میں نہیں تھے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ کیلئے روانہ ہوگئے... عروہ بن مسعود ان کے پیچھے پیچھے نکل پڑے.... حتیٰ کہ انہیں مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی پالیا.....اور اسلام لے آئے اور پھر عروہ بن مسعود کو احساس ہوا کہ مال و دولت کے ساتھ ساتھ انہیں ایمانِ صادق...... اور عزت و بلند مرتبہ کی دولت بھی حاصل ہوگئی ہے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

عرض علی الانبیاء علیھم السلام فاذا موسیٰ ضرب من الرجال کانه من رجال شنوء ة ورایت عیسیٰ بن مریم فاذا اقرب من رایت به شبها عروة بن مسعود ورایت ابراهیم علیه السلام فاذا اقرب من رایت به شبها صاحبکم یعنی نفسه ﷺ ورایت جبریل علیه السلام فاذا اقرب من رایت به شبها دحیة الکلبی.

فرمایا آپ ﷺ نے:

''میرے سامنے انبیاء علیہم السلام کو پیش کیا گیا تو موسیٰ علیہ السلام تو ایسے تھے جیسے کہ وہ شنوءۃ کے آدمیوں میں سے ہوں ...... میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی شباہت سے قریب ترین شخص میں نے اپنے آپ کو پایا......اور میں جبریل علیہ السلام کو

Marfat.com

دیکھا تو ان کی شباہت سے قریب ترین شخص میں نے دحیہ کلبی کو دیکھا"۔

زینبؓ، عروہؓ کی اہلیہ تھیں

عروہ بن مسعود اپنی قوم میں بڑے محبوب اور ہر دل عزیز تھے ان کی قوم ان کی فرمانبردار تھی......ان کی دس بیویاں تھیں......تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ان میں سے صرف چار چن لو......تو ان چاروں میں سے جو انہوں نے چنیں......زینب بنت ابی سفیان بھی شامل تھیں۔

جب عروہ بن مسعود نے اپنے لوگوں میں واپس جانے کی اجازت طلب کی......

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔

تو عروہ بن مسعود بولے:

یا رسول اللہ! میری قوم مجھ سے محبت کرتی ہے میں اگر انہیں سوتا ہوا ملتا ہوں تو مجھے جگاتے نہیں......میں انہیں ان کی آنکھوں سے زیادہ عزیز ہوں......رسول اللہ ﷺ انہیں اجازت دیدی...... اور وہ طائف کیلئے روانہ ہو گئے......

زینبؓ کا قبولِ اسلام

اور پھر انہوں نے اپنی چار بیویوں کو اسلام کی دعوت دی تو زینب بنت ابی سفیان اور باقی تینوں بیویاں بھی ایمان لے آئیں۔

عروہ بن مسعود کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

"لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ فانہا تھدم الخطایا"

"اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو کیونکہ اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔"

اور پھر عروہ بن مسعود نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، انہیں نصیحتیں کیں،

Marfat.com

سمجھایا..... مگر انہوں نے نافرمانی کی اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی۔

عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ایک دن صبح صادق کے وقت عروہ بن مسعود جو اپنے گھر میں تھے اٹھے اور اذان دینے لگے..... کہ اتنے میں ثقیف کے کسی آدمی نے ان پر تیر چلا دیا..... اوس بن عوف یا وھب بن جابر اس آدمی کا نام تھا۔ تیر کھا کر وہ زمین پر گر گئے..... تو ان سے کہا گیا کہ آپ کو اپنے خون میں کیا نظر آتا ہے؟

تو عروہ بن مسعود نے جواب دیا:

عزت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی اور شہادت کی مرتبہ پر فائز کیا مجھ میں ان شہیدوں سے بڑھ کر کچھ نہیں جو "حصارِ طائف" کے روز نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور شہید کر دیئے گئے تھے..... مجھے بھی ان کیساتھ دفن کر دینا۔

تو جب عروہ بن مسعود انتقال فرما گئے..... تو انہیں رسول ﷺ کے شہید ساتھیوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ تک ان کی شہادت کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

مثل عروة مثل صاحب یاسین دعا قومه الی الله فقتلوه.

"عروۃ کی مثال صاحب کی سی ہے جس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی جواب میں انہوں نے اُسے قتل کر دیا۔"

Marfat.com

حضرت عزّہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنو اُمیہ سے تھیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

عزّہ بنتِ ابی سفیان صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اُم المومنین حضرت اُمّ حبیبہؓ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھیں۔

اہلِ سیَر نے ان کے قبول اسلام کے زمانہ کی تصریح نہیں کی تاہم ان کی سعادت اندوزیٔ اسلام پر سب کا اتفاق ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ''یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میری بہن عزّہ کو بھی شرفِ زوجیت سے سرفراز فرمائیں۔''

(غالباً اس وقت حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کر دی ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ تمہاری بہن تمہاری سوت بنے؟''

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں اکیلی ہی تو آپ کی زوجہ نہیں ہوں۔ حضور کی اور ازواج بھی ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ میری بہن بھی حضور ﷺ کے شرفِ زوجیت سے بہرہ یاب ہو۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایسا کرنا جائز نہیں۔''

Marfat.com

ایک اور روایت میں حضور ﷺ سے یہ الفاظ منسوب ہیں:

''عزّہ میری سالی ہے اور بیوی کی زندگی میں اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں۔''

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، ہم نے تو سنا ہے کہ آپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔

حضور ﷺ نے (تعجب اور حیرت سے) فرمایا: ابوسلمہ کی بیٹی سے؟

حضرت اُم حبیبہؓ نے کہا: جی ہاں،

حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ اگر میری ربیبہ نہ ہوتی تو بھی مجھ پر حلال نہ تھی۔ وہ تو میری رضاعی بھتیجی ہے کیونکہ میں نے اور (اس کے باپ) ابوسلمہؓ نے ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔''

حضرت عزّہ کے مزید حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

Marfat.com

حضرت اُم الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا

ابتدائی تعارف

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لبابہ اور کنیت ام الفضل تھی۔ باپ کا نام حارث بن حزن اور ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس آپ کی اخیافی بہن تھیں۔ یعنی دونوں ایک ہی ماں کے بطن سے تھیں۔ البتہ باپ الگ تھے۔

نکاح

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آخری نکاح ہوا۔ آپ کی ایک تیسری بہن سلمٰی کی شادی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔

خود حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا عم رسول ﷺ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب سے بیاہی گئیں۔ حضرت ام الفضل کی والدہ ہند بن عوف پر لوگ رشک کرتے تھے کہ سمدھیانے کے لحاظ سے کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں ہوئی۔

شرف وسعادت

خواتین میں جس خاتون کو سب سے پہلے رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے کا شرف

Marfat.com

حاصل ہوا وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں دوسرے نمبر پر حضرت ام الفضل کو اس نعمت عظمیٰ کے حصول کا شرف حاصل ہوا۔ اس لئے وہ سابقون الاولون میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت پرہیز گار اور عبادت گذار تھیں۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ

حضور رسول کریم ﷺ کی رشتہ میں چچی تھیں اور ان سے بہت محبت وعقیدت رکھتی تھیں نبی کریم ﷺ ان کے گھر اکثر تشریف لے جاتے۔ دوپہر کا وقت ہوتا تو وہاں ہی آرام فرماتے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم ﷺ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ کر حضور ﷺ کے بال صاف کرتیں اور کنگھی پھیرتیں۔

مومنہ بہنیں

ایک دن رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسماء چاروں مومنہ بہنیں ہیں۔ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت مسرور ہوئیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے انہیں مومنات میں شامل فرمایا۔

خواب کی تعبیر

ایک دفعہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ کے اعضائے مبارک میں سے ایک عضو اُن کے گھر میں ہے۔ انہوں نے اپنا خواب رسول کریم ﷺ سے بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ میری لخت جگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرزند عطا کرے گا اور تم اس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔''

Marfat.com

کچھ عرصہ بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا۔ یہ شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنا دودھ پلایا اور ان کی کفیل بن گئیں۔ اس لئے سارا خاندان نبوت حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہت عزت وتکریم کرتا تھا۔

ایک دن ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا حسین ؓ کو اپنی گود میں لئے ہوئے رسول کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے اپنے پیارے نواسے ؓ کو ان کی گود سے لے لیا اور پیار کرنے لگے۔ ننھے حسین ؓ نے حضور ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً حضور ﷺ کی گود سے لے لیا اور جھڑک کر کہا:

"ارے ننھے یہ تو نے کیا کیا کہ اپنے بابا جان کی گود میں پیشاب کر دیا۔"

رسول کریم ﷺ کو ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اتنا جھڑکنا بھی گوارا نہ ہوا اور فرمایا۔ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو نے میرے بچے کو یونہی جھڑکا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد پانی منگا کر لباس مبارک کا پیشاب آلودہ حصہ دھلوایا۔

حج کی سعادت

حجتہ الوداع کے موقع پر حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ عرفہ کے دن بعض لوگوں نے خیال کیا کہ حضور ﷺ روزہ سے ہیں۔ جب حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان لوگوں کا یہ خیال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک دودھ کا پیالہ رسول کریم ﷺ کو بھیجا۔ حضور ﷺ نے اسے نوش فرمالیا۔ اس سے لوگوں کا شک دور ہو گیا۔

حضرت عباس ؓ کے صلب سے اللہ نے حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھ لڑکے اور ایک لڑکی عطا کی جن کے اسماء یہ ہیں:

فضل، عبداللہ، سعد، عبید اللہ، قثم، عبدالرحمٰن اور ام حبیبہ۔

وصال مبارک

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد

Marfat.com

خلافت میں اپنے شوہر کے سامنے ہی وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تیس احادیث مروی ہیں۔

حضور ﷺ کے چند ہم زلفوں کا بیان

1 ...... ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی ایک بہن حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوا، اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ چچا بھتیجا ہونے کے علاوہ ہم زلف بھی ہوئے۔

2 ...... حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی اخیافی بہن حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ ہم زلف بھی ہوئے۔

3 ...... حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی غزوۂ موتہ میں شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، اس لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سسر ہونے کے علاوہ ہم زلف بھی ہوئے۔

4 ...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی، داماد اور ہم زلف بھی ہوئے۔

5 ...... حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن سلمٰی بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، اس لحاظ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہونے کے علاوہ ہم زلف بھی ہوئے۔

Marfat.com

حضرت لبابۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا

ابتدائی تعارف

ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ ان کا تعلق قبیلہ قیس بن عیلان سے تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

لبابہ (صغریٰ) بنتِ حارث بن حزن بن بجیز بن ہزم بن روبہ (یا زویبہ) بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان

آپؓ کی اولاد

والدہ کا نام ہند بنتِ عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ الحمیر یہ تھا۔ ان کی شادی ولید بن مغیرہ مخزومی سے ہوئی۔ اس کے صلب سے باختلافِ روایت ان کے سات یا دس یا تیرہ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے تین بیٹوں خالد، ولید اور ہشام اور دونوں بیٹیوں فاطمہؓ اور فاختہ کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

علامہ ابن سعدؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت لبابۃ الصغریٰ بھی شرف اسلام سے بہرہ ور ہو گئی تھیں۔ ان کے فرزند حضرت ولید بن ولید نے عمرۃ القضاء کے بعد وفات پائی تو ان کو شدید صدمہ پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ناگفتہ بہ حالت دیکھی تو انہیں ولید کے ماتم میں مرثیہ کہنے کی بطور خاص اجازت مرحمت فرمائی تا کہ اپنے دل کی

Marfat.com

بھڑاس نکال سکیں۔ چنانچہ وہ نہایت دل دوز لہجے میں مرثیہ پڑھتی تھیں جس کا ایک شعر یہ ہے:

یا عین فابکی للولید بن الولید بن المغیرہ

کان الولید بن الولید ابو الولید فتی العشیرہ

''اے آنکھو! اس ولید کی یاد میں آنسو بہاؤ جو شجاعت اور دلاوری میں اپنے باپ کی طرح خاندان کا ہیرو تھا۔''

مرثیہ کی بجائے قرآن مجید کی تلاوت کا حکم

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مرثیہ سنا تو فرمایا، تم اس کی بجائے قرآن کی یہ آیت تلاوت کرو:

وجآء ت سکرۃُ الموتِ بالحقِّ ذالک ما کنت منه تحیدO

(ق:ع۲)

''اور موت کی بے ہوشی ضرور آ کر رہے گی (اسوقت کہا جائے گا کہ) یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اہلِ سیَر نے حضرت لبابہ صغریٰ کے سالِ وفات کی تصریح نہیں کی۔ البتہ حافظ ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہیں۔ (تذکار صحابیات)

Marfat.com

حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ والد کا نام ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربیع اور والدہ کا نام حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، گویا اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی نواسی تھیں۔

ولادت باسعادت

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد بابرکات میں پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک انگوٹھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے میں اس کو دوں گا جو مجھے بہت محبوب ہے۔" سننے والوں نے خیال کیا کہ یہ شرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہوگا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان کی انگلی میں انگوٹھی پہنا دی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسی سے محبت

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنے دوسرے نواسوں سے محبت تھی اسی طرح حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت پیار تھا۔ کئی دفعہ اوقات نماز میں بھی انہیں اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے۔ ایک دن اسی حالت میں تشریف لائے کہ حضرت

Marfat.com

اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شانہ مبارک پر سوار تھیں۔ انتہائے محبت سے انہیں شانہ مبارک سے نہ اُتارا اور اسی حالت میں نماز پڑھنی شروع کی۔ جب رکوع میں جاتے تو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آہستہ سے اُتار دیتے، جب کھڑے ہوتے پھر شانہ مبارک پر سوار کر لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سنِ شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پڑھالیا، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام کی سرپرستی میں تقریبِ نکاح انجام پائی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

40 ہجری میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ابن ملجم کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے، جانبری کی کوئی اُمید نہ رہی تو آپ نے مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نوفل کو وصیت کی کہ میرے بعد اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لینا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی شام نے حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پڑھالیا۔

وصال مبارک

مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ حضرت اُمامہ نے مغیرہ بن نوفل کی زندگی میں ہی ان کے گھر وفات پائی۔ وفات کی تاریخ اور زندگی کے دیگر حالات معلوم نہیں ہیں۔

Marfat.com

واقعہ کربلا کی عینی شاہدہ

سیدہ زینبؓ بنتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

چند وضاحتیں، چند معروضات

واقعہ کربلا تاریخ اسلام کا انتہائی افسوسناک اور دردانگیز واقعہ ہے۔ جس میں خانوادۂ رسول کو نہایت بے دردی سے خون آشام تلواروں اور تیروں کی بھینٹ چڑھا دیا۔ ایسا کرنے والے کون تھے، اگرچہ ایک مخصوص مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے مؤرخین نے اس واقعہ کی جو عکس بندی کی ہے، اس میں اپنے مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر صورتِ واقعہ کو افسانوی رنگ دے کر اصل کرداروں کو سات پردوں میں چھپانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تاہم اہل نظر آج بھی مکروہ چہروں کو خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔

رنگ باز افسانہ سازوں نے حقائق کو بہر طور مسخ کر ڈالا ہے اور خانوادۂ نبوت سے ہمدردی کے بہروپ میں جو کہانی وضع کی ہے اُس میں کربلا کے تمام جانبازوں اور جانثاروں کو حریف کے مدمقابل ڈٹ کر میدان میں دادِ شجاعت دیتا ہوا دکھانے سے زیادہ انہیں بے صبری کے ساتھ آہ و فغاں کرتا ہوا دکھلایا ہے۔

نیز اس واقعہ کو کم و بیش ایک صدی بعد حوالۂ قرطاس کرتے وقت تحقیق و تجسس کی واجبی سی کوشش بھی روا نہیں رکھی۔ اور سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات کو تاریخ کے اوراق پر سجا کر امت کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ شاید اس کا یہ مقصد ہو کہ "خیر امت" خانوادۂ رسول کی اس مجروح داستان کو سن کر رونے دھونے کو ہمیشہ کیلئے اپنا شعار بنا لے اور مائیں آئندہ کے لئے

Marfat.com

حقیقی وارثانِ حسین کو دودھ پلانا چھوڑ دیں یا پھر بقول اقبال۔

ذرا سی بات تھی ، افسانۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستان کیلئے

......☆......

کربلا میں شریک خانوادۂ نبوت کی خواتین میں سب سے بلند تر اور شجاعت و غیرت کے خمیر میں گندھا ہوا جو سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰؓ کا ہے۔ افسوس کہ عجم کے مجوس سازشی ذہن نے اس مقدس نام کو اپنی جھوٹی ہمدردی کے لبادے میں پامال کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور ایک عام رقیق القلب خاتونِ خانہ کی طرح انہیں مصائب کے گرداب بلاخیز میں نہایت بے صبر اور جزع وفزع کی تصویر بنا کر پیش کیا ہے۔ ہمارے عام مورخین نے چونکہ سارا مواد انہی سابقین سے لیا ہے، لہٰذا ان کی تحریروں میں بھی وہی مجلسی رنگ نمایاں ہے۔ اس لئے اس موضوع پر لکھنے والے حضرات سے مکمل اتفاق بہر طور ناممکن ہے۔ ذیل میں ہم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جناب طالب الہاشمی کی تحریر پیش کر رہے ہیں، امید ہے کہ قارئین انہی معروضات کے تناظر میں اس کا مطالعہ فرمائیں گے۔

جب آپ چھ سالہ بچی تھیں

ربیع الاوّل ۱۱ ہجری میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے اپنی لختِ جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو بلا لاؤ۔ سیدہؓ نے تعمیل ارشاد کی اور اپنے تمام بچوں کو حضورؐ کے پاس لے گئیں۔ بچوں نے اپنے شفیق ناناؐ کو بے چین دیکھا تو بے اختیار رونے لگے ان میں سے ایک چھ سالہ بچی کو تو اتنا صدمہ ہوا کہ اس نے حضورؐ کے سینہ مبارک پر اپنا سر رکھ دیا اور سسکیاں بھرنے لگی۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کی پیشانی چومی اور اپنا دستِ شفقت اس کے سر پر پھیر کر دلاسا دیا۔ یہ وہی بچی تھی جو چھ سال پہلے شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کے گھر پیدا ہوئی تھی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے۔ تین دن

Marfat.com

بعد آپ تشریف لائے تو سیدھے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کو گود میں لیا اور بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر دہنِ مبارک میں کھجور چبائی اور لعاب مبارک بچی کے منہ میں ڈالا۔ اس کے بعد حضورؐ نے اس کا بچی کا نام "زینبؓ" تجویز کیا اور فرمایا۔ "یہ ہم شبیہ خدیجہ ہے" چھ سال بعد آج یہی زینبؓ اپنے شفیق نانا سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ رہی تھی۔ چھ سال کی معصوم جان کے لئے یہ ایک بہت بڑا سانحہ تھا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ آئندہ زندگی میں اس پر اس قدر قیامتیں ٹوٹنے والی ہیں کہ اس کی کنیت ہی اُم المصائب مشہور ہو جائے گی۔ یہی زینبؓ جنہیں زینبؓ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے، تاریخ اسلام کی وہ مہتم بالشان شخصیت ہیں کہ جن کے علم و فضل، ذہانت و فطانت، فصاحت و بلاغت، حق گوئی و بے باکی، تسلیم و رضا اور صبر و استقامت کے واقعات سے تاریخ کے اوراق آج تک جگمگا رہے ہیں اور جگمگاتے رہیں گے۔

آپؓ کا تعارف اور فضائل

سیدہ زینب کبریٰؓ نے جس گھرانے میں ہوش کی آنکھیں کھولیں وہ روئے زمین کا بہترین گھرانا تھا، ان کے نانا سید الانبیاء فخرِ موجودات رحمتِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو نانی اسلام کی خاتونِ اوّل اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ تھیں۔ والد اسد اللہ الغالب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے تو والدہ سیدۃ النساء خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا بتول تھیںؓ۔ ان کے بھائی جوانانِ جنت کے سردار سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ شہید کربلا تھے تو چچا محبوبِ رسول سیدنا جعفر طیارؓ شہید موتہ تھے۔ حضرت زینبؓ مستند روایات کے مطابق جمادی الاولیٰ سن ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا نام زینب رکھا اور اپنا لعابِ مبارک ان کے منہ میں ڈالا۔ ان کی کنیت اُم الحسن یا بروایت دیگر اُم کلثوم تھی۔

آپؓ کے چند مشہور القاب

واقعہ کربلا کے بعد ان کی کنیت ام المصائب بھی مشہور ہو گئی۔ چند مشہور القاب یہ ہیں:

Marfat.com

نائبۃ الزہرا۔ شریکۃ الحسین۔ راضیۃ بالقدر والقضا۔ ناموس الکبریٰ صدیقۃ الصغریٰ۔ شجاعہ۔ فصیحہ بلیغہ، زاہدہ فاضلہ۔ عالمہ عابدہ، محبوبۃ المصطفیٰ۔ عاقلہ کاملہ۔ موثقہ۔ ولیۃ اللہ۔ کعبۃ الرزایا۔ امینۃ اللہ۔ قرۃ عین المرتضیٰ۔ خاتونِ کربلا۔

آپؓ کی تربیت کا آغاز آغوشِ نبوت میں

حضرت زینبؓ کی پرورش اور تربیت کا آغاز سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم حیدر کرارؓ اور سیدۃ النساءؓ کے زیر سایہ ہوا۔ ایک دن عہدِ طفلی میں حضرت زینب قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہی تھیں کہ بے خیالی میں سر سے اوڑھنی اتر گئی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا تو ان کے سر پر اوڑھنی ڈالی اور فرمایا۔ ''بیٹی اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے''۔ ایک دن حضرت حسینؓ اور حضرت زینبؓ میں معصومانہ لڑائی ہوگئی۔ سیدۃ النساءؓ نے انہیں کلام مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا:

''بچو لڑائی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔''

دونوں بچے خوفِ خدا سے کانپ اٹھے اور کہا کہ آئندہ کبھی نہ لڑیں گے، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ بہت خوش ہوئیں اور انہیں گلے سے لگا لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت زینبؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے کئی مرتبہ حسینؓ کی طرح وہ بھی حضورؐ کے کندھے مبارک پر سوار ہوئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت زینبؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی اور یہ ان کا پہلا سفر تھا۔

چھ برس کی عمر میں ناناﷺ کی جدائی کا صدمہ

سنہ ۱۱ ہجری میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو سیدہ زینبؓ کی عمر چھ برس کے لگ بھگ تھی، چھ ماہ بعد ماں کی آغوشِ شفقت سے بھی محروم ہوگئیں۔ ان حادثوں نے ننھی زینبؓ کو سخت صدمہ پہنچایا کہ شفیق ناناﷺ اور جاں نثار ماں دونوں کی جدائی سے

Marfat.com

وہ اوران کے دوسرے بھائی سبھی غم والم کی مورتیں بن گئے۔ سیدنا حضرت علیؓ نے اب بچوں کی تعلیم وتربیت کا کام خود سنبھالا اور کچھ مدت کے بعد ان کی نگرانی کے لئے ام البنین بنت خزام کلابیہ سے نکاح کرلیا۔

بحرِ علوم جب خود معلم ہوں تو شاگردوں کی خوش بختی کا کیا ٹھکانہ۔ تھوڑی ہی مدت میں بچوں کے دل ودماغ علم وحکمت کے خزانوں سے معمور ہو گئے۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے جلیل القدر باپ کے علم اور دوسرے اوصاف سے خوب خوب استفادہ کیا یہاں تک کہ زہد وتقویٰ، عقل وفراست، حق گوئی وبیباکی، عصمت اور عبادت وشب بیداری میں سیدۃ النساء فاطمہ الزہراؓ کا نمونہ بن گئیں۔ دراز قد اور متناسب الاعضاء تھیں۔ چہرہ مبارک پر اپنے نانا کا جلال اور حرکات وسکنات اور چال ڈھال میں وقارِ حیدری نمایاں تھا۔ تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علم وفضل میں صرف بنو ہاشم ہی نہیں بلکہ تمام قریش میں کوئی لڑکی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بے مثال خطیب تھے، وہ اپنے خطبات اور تقاریر میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیتے تھے۔ حضرت زینب کو اپنے عظیم باپ کی فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان ورثہ میں ملے۔ ان کیلئے یہ مستقل خطبات تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لئے ہیں انہیں پڑھ کر کون سا دل ہے جو پگھل نہ جائے اور کون سی آنکھ ہے جو اشکبار نہ ہو جائے۔

سیدہؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا

سیدہ زینبؓ جب سنِ بلوغ کو پہنچیں تو قبیلہ کندہ کے رئیس اشعث بن قیس نے ان کیلئے پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حیدر کرارؓ کے بھتیجے، شہید موتہ حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کے فرزند عبداللہؓ اپنے عم محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عبداللہؓ کی پرورش وتربیت فرمائی تھی اور حضورؐ

Marfat.com

کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے نگران وسرپرست تھے۔ وہ بڑے پاکیزہ اخلاق کے حامل تھے اور سیرت وصورت میں جوانانِ قریش میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے نہایت سادہ طریق سے لختِ جگر کا نکاح حضرت عبداللہ سے پڑھادیا۔

یہ واقعہ حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت کا ہے اس وقت سیدہ زینبؓ کی عمر بہ اختلاف روایت گیارہ یا تیرہ سال کی تھی۔ نکاح کے بعد خاندان کی عورتیں انہیں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے گھر خود پہنچا آئیں۔ دوسرے دن انہوں نے دعوتِ ولیمہ کی مہر کی رقم کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۸۰ درہم لکھا ہے اور بعض نے چالیس ہزار۔ حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ اس وقت تجارت کرتے تھے اور ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔

وہ شوہر کی بے حد خدمت گزار تھیں

حضرت زینبؓ کی ازدواجی زندگی نہایت خوشگوار تھی، وہ اپنے شوہر کی بے حد خدمت گزار تھیں اور عبداللہؓ بھی ان کی دل جوئی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اگرچہ گھر میں لونڈیاں بھی تھیں اور خادم بھی لیکن وہ گھر کا کام کاج زیادہ تر خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرمایا کرتے تھے: "زینب بہترین گھر والی ہے۔"

حضرت عبداللہؓ نہایت کشادہ دست اور فیاض تھے۔ سیدۃ النساءؓ کی بیٹی بھی اسی رنگ میں میں رنگی ہوئی تھیں۔ ناممکن تھا کہ کوئی سائل یا حاجت مند ان کے دروازے پر آئے اور خالی ہاتھ چلا جائے یا کسی کی مصیبت کا انہیں پتہ چلے اور وہ اس کی خبر گیری نہ کریں۔ دونوں میاں بیوی کی جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ کئی غیر مستحق لوگ بھی ان کے دست کرم سے فائدہ اٹھا لیتے تھے۔ ایک مرتبہ امام حسینؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا:

"اے ابن عم تم بہت اسراف سے کام لیتے ہو اور غیر مستحق لوگوں کو بھی اپنی کمائی میں شریک کر لیتے ہو۔"

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا: "جان برادر کیا کروں، سائل کو دیکھ کر دل قابو میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اسی لئے دی ہے کہ اس کے بندوں میں بانٹوں۔"

خاوند کے گھر میں دولت کی ریل پیل حضرت زینبؓ کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی اور وہ بدستور صبر و قناعت، سادگی اور جفاکشی کا پیکر بنی رہیں۔

سیدہؓ کے علم و فضل کی شہرت

۳۷ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے عہدِ خلافت میں کوفہ کو اپنا مستقر بنایا تو حضرت زینبؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بھی مدینہ منورہ سے کوفہ آ گئے۔ کوفہ میں حضرت زینبؓ نہایت تندہی سے درس و تدریس اور وعظ و ہدایت کے کام میں مشغول ہو گئیں۔ کوفہ کی خواتین اکثر سیدہ زینب کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور نہ صرف ان کے پند و نصائح سے مستفیض ہوتیں۔ مگر ان سے قرآن کریم کے معانی و مطالب بھی پوچھا کرتیں۔ ایک دفعہ سیدہ زینبؓ عورتوں کے سامنے سورۂ کھیٰعص کی تفسیر بیان کر رہی تھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہاں تشریف لائے اور بڑے غور سے اپنی لختِ جگر کی تقریر سنتے رہے۔ جب ان کا بیان ختم ہوا تو امیر المومنین نہایت مسرور ہوئے فرمایا:

"جان پدر، میں نے تمہارا بیان سنا اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم کلام الٰہی کے مطالب اتنے عمدہ طریقے سے بیان کر سکتی ہو۔"

جلد ہی حضرت زینبؓ کے علم و فضل کی شہرت دُور دُور پھیل گئی۔ یہ اُن کی زندگی کا بہترین دور تھا لیکن افسوس کہ سکھ اور اطمینان کا یہ زمانہ بہت مختصر ثابت ہوا۔

والدِ ماجد کی شہادت

۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کوفہ میں بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز تھے کہ ایک بدبخت خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا اور اپنی زہر آلود تلوار کے بھرپور وار سے امیر المومنین کو شدید زخمی کر دیا۔ ابن ملجم کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ حضرت زینبؓ نے اسے دیکھا تو غم و غصہ سے بے تاب ہو گئیں اور اس سے

Marfat.com

مخاطب ہو کر فرمایا:

''او دشمنِ خدا تو نے امیر المومنین کو زخمی کر ڈالا۔''

ابن ملجم نے کہا۔ ''امیر المومنین کو نہیں، تمہارے باپ کو۔''

حضرت زینبؓ نے فرمایا: ''ان شاء اللہ ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

ابن ملجم نے نہایت بے حیائی سے جواب دیا۔ ''تو پھر آہ و فغاں کیوں کرتی ہو۔ خدا کی قسم میں نے کئی روز تک اپنی تلوار کو زہر پلایا ہے۔''

اسی زہر آلود تلوار کے زخم سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ۲۱ر رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو جام شہادت پی کر خُلدِ بریں میں پہنچ گئے۔ اپنے عالی رتبہ اور معدن علم و فضل باپ کی شہادت سے حضرت زینبؓ پر غم واندوہ کا وہ پہاڑ ٹوٹ پڑا لیکن ابھی ان کی قسمت میں اور بڑے بڑے صدمے لکھے تھے۔ ۴۹ ہجری ۵۰ ہجری میں انہیں اپنے برادر بزرگ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا صدمہ سہنا پڑا۔ اس وقت وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے کوفہ کا عزم

ذی الحجہ ۶۰ھ میں سیدنا حضرت امام حسینؓ نے اہل کوفہ کی دعوت پر اپنے اہل و عیال اور جانثاروں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ مکہ سے کوفہ کا عزم کیا تو حضرت زینبؓ بھی اپنے دو نوخیز فرزندوں کے ہمراہ اس مقدس قافلے میں شامل ہو گئیں۔ حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ اگرچہ خود اس قافلے میں شریک نہ ہو سکے لیکن انہوں نے حضرت زینبؓ اور اپنے بچوں کو امام حسینؓ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو کربلا کا دلدوز سانحہ پیش آیا جس میں حضرت زینبؓ کی آنکھوں کے سامنے اُن کے بچے بھتیجے بھائی اور ان کے متعدد ساتھی شامی فوج سے مردانہ وار لڑتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ اس موقعہ پر سیدہ زینبؓ نے جس حوصلے، شجاعت اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

Marfat.com

سیدہؓ پر رقت طاری ہو گئی

کہا جاتا ہے کہ نو اور دس محرم کی درمیانی شب کو حضرت امام حسینؓ کی تلوار صاف کی جانے لگی تو انہوں نے چند عبرت انگیز اشعار پڑھے۔ حضرت زینبؓ قریب ہی تھیں، یہ اشعار سن کر ان پر رقت طاری ہو گئی اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

"اے کاش آج کا دن دیکھنے کیلئے میں زندہ نہ ہوتی، ہائے میرے نانا، میری ماںؓ، میرے باپؓ اور میرے بھائی حسنؓ سب مجھ کو داغ مفارقت دے گئے۔ اے بھائی اللہ کے بعد ہمارا سہارا اب آپ ہی ہیں، ہم آپ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے۔"

امام حسینؓ نے فرمایا: "زینب صبر کرو۔"

حضرت زینبؓ نے روتے ہوئے عرض کی۔ "میرے ماں جائے، آپ کے بدلہ میں، میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں۔"

حضرت حسینؓ کی آپ کو وصیت

امام حسینؓ اپنی پیاری بہن کی دلدوز باتیں سن کر اشکبار ہو گئے لیکن مومنانہ شان سے فرمایا:

"اے بہن صبر کرو، خدا سے تسکین حاصل کرو، خدا کی ذات کے سوا ساری کائنات کے لئے فنا ہے۔ ہمارے لئے ہمارے لئے ہمارے نانا خیر الخلائقؐ کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے۔ تم انہیں کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنا۔ اے بہن تمہیں خدا کی قسم ہے کہ اگر میں راہ راہِ حق میں کام آ جاؤں تو میرے ماتم میں گریبان نہ پھاڑنا، چہرہ کو نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔"

حضرت علی اکبرؓ کی شہادت

۱۰ محرم کو جب تمام جانثارانِ اہل بیت ایک ایک کر کے دوشِ رسولؐ کے سوار پر قربان ہو گئے تو جوانانِ اہل بیت کی باری آئی۔ ہم شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبر بن حسینؓ دادِ

Marfat.com

شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تو حضرت زینبؓ "یا ابنِ اخاہ" کہتی ہوئی خیمے سے باہر دوڑیں، اس بھتیجے کو انہوں نے بڑے ناز و نعمت سے پالا تھا۔ ان کی خون آغشتہ لاش سے چمٹ گئیں۔ حضرت حسینؓ نے انہیں وہاں سے اٹھا کر خیمہ کے اندر بھیجا اور جوان فرزند کی لاش اٹھا کر خیمے کے سامنے لے آئے۔

عون و محمد کی شہادتیں

علی اکبرؓ کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ، احمد بن حسنؓ، ابوبکر عبداللہ بن حسنؓ جعفر بن عقیلؓ، عمر بن علیؓ اور دوسرے نوجوان سوائے سات نفوس کے ایک کر کے نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اب حضرت زینبؓ نے اپنے نوخیز فرزندوں عونؓ اور محمدؓ کو رزم گاہ میں بھیجنے کیلئے سیدنا حسینؓ سے اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت دینے میں تامل کیا لیکن حضرت زینبؓ نے اس قدر اصرار کیا کہ وہ بادل نخواستہ انہیں میدان جنگ میں بھیجنے پر مجبور ہو گئے۔ زینبؓ کے دونوں لال اس شان سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اٹھی۔ آخر شامیوں نے انہیں نرغے میں لے کر تلواروں اور نیزوں کا مینہ برسا اور دودمان ہاشمی کے دونوں نونہال جام شہادت پی کر خلد بریں میں پہنچ گئے حضرت زینبؓ اور مظلوم ماموںؓ کے قلب و جگر کے ٹکڑے اڑ گئے لیکن آسمان کی صرف نظر کی اور خاموش ہو گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

عون و محمد کی شہادت کے بعد خانوادۂ نبوت کے باقی نوجوان بھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ عباس بن علیؓ پہلے ہی شہید ہو چکے تھے۔ اب سیدنا حسین تنہا رہ گئے۔ زین العابدین علیؓ بن حسینؓ بیمار تھے اور لڑنے کے قابل نہیں تھے۔ ان کو اللہ اور زینبؓ کے سپرد کیا اور سب کو خدا حافظ کہہ کر سبط رسولؐ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوئے۔ پیاس کا غلبہ تھا، اپنے جگر کے ٹکڑوں کو جانثاروں کی شہادت سے سخت دل فگار تھے لیکن آخر حیدرِ کرار کے فرزند تھے، دشمن کا دل بادل کائی کی طرح پھٹ جاتا۔ شامی بار بار نرغہ کرتے تھے انہیں جوں ہی شمشیر حسینی چمکتی، بھاگ کھڑے ہوتے۔ دوش رسول کے سوار لڑتے لڑتے زخموں سے چور چور

Marfat.com

ہو گئے لیکن اللہ رے ہیبت کہ کوئی تنہا سامنے آنے کی جرأت نہ کرتا تھا، جمگھٹے بنا کر ہر طرف سے تیروں تلواروں خنجروں اور نیزوں بارش کر رہے تھے۔ حصین بن نمیر نے ایک نیزہ پھینکا جو گلوئے مبارک میں پیوست ہو گیا اور دہن مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا ہے۔ اپنے چلو میں تھوڑا سا خون لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا:

"الٰہی جو کچھ تیرے حبیبؐ کے نواسے کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ تجھی سے اس کی فریاد کرتا ہوں۔"

حضرت زینبؓ نے دور سے اپنے محبوب اور شفیق بھائی کو خون کی کلیاں کرتے دیکھا تو بے تاب ہو گئیں اور دوڑتی ہوئی رزم گاہ کے قریب ایک ٹیلہ پر کھڑی ہو گئیں۔ وہیں سے شامی فوج کے سردار عمر بن سعد کو پکار کر کہا:

"اے عمر بن سعد کیا قیامت ہے کہ ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔"

عمر بن سعد کی آنکھوں پر کوفے کی حکومت کے لالچ نے پردہ ڈال رکھا تھا لیکن پھر بھی حضورؐ کے ماموں زاد بھائی (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) کا فرزند تھا فرط ندامت سے رونے لگا اور حضرت زینبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا تاہم تاہم شامیوں کو لڑائی سے روکنا اب اس کے بس میں نہیں تھا یا ظلم سے روکنے کی سعادت کی قسمت ہی میں نہ لکھی تھی۔
سیدنا حسینؓ حضرت زینبؓ کے سامنے مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے سنگ دل شامیوں کے دل ان کی شہادت سے بھی ٹھنڈے نہ ہوئے۔ انہوں نے شہدائے کربلا کے مقدس جسموں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا، سیدۃ النساءؓ کے لال کا سرِ اقدس نیزے پر چڑھایا اور پھر اہل بیت کے خیموں کا رخ کیا۔ ایک بد بخت نے چاہا کہ حضرت زید العابدینؓ کو بھی (جو علیل تھے شہید کر دے لیکن حضرت زینبؓ ان کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور فرمایا:

"خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں، اس بیمار کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔"

ان کا عزم دیکھ کر وہ بد بخت اپنے ارادے سے باز آ گیا۔

Marfat.com

قافلہ حسینیؓ کی واپسی

۱۲ محرم الحرام سن ۶۱ ہجری کو قافلہ حسینی کے پسماندگان کو، جن میں کچھ خواتین بچے اور عابد بیمار تھے، شامی فوج اسیر کر کے کوفہ کی طرف لے چلی۔ شہداء کے لاشے بھی میدان کربلا میں بے گور و کفن ہی پڑے تھے۔ جب یہ ستم زدہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا تو اہل قافلہ فرط الم سے نڈھال ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت زینبؓ کے جذبات غم ان الفاظ میں ڈھل گئے:

"اے محمد مصطفیٰ! آیئے دیکھئے آپ کے حسینؓ کا خون آغشتہ لاشہ چٹیل میدان میں پڑا ہے۔
اس کا جسم پارہ پارہ کر دیا گیا ہے۔
آپ کے گھرانے کی لڑکیاں رسیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔
آپ کی ذریت قتل کر کے ریت پر بچھا دی گئی ہے اور اس پر خاک اڑ رہی ہے۔
اے میرے نانا یہ آپ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جا رہا ہے۔
ذرا حسین ؓ کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔
اس کا عمامہ اور چادر چھین لی گئی ہے۔"

زینب کبریٰؓ کا نوحہ سن کر دوست دشمن سبھی رو تے تھے۔

سیدہؓ کا اہل کوفہ سے خطاب

جب اسیران حق کا لٹا ہوا قافلہ کوفے میں داخل ہوا تو اہل کوفہ ہزاروں تعداد میں انہیں دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے۔ ان میں سے بعض کی آنکھوں سے آنسو تھے۔ بے وفا کوفیوں کے ہجوم کو دیکھ کر شیر خدا کی بیٹی کو تاب ضبط نہ رہی، ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"لوگو اپنی نظریں نیچی رکھو، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی لٹی ہوئی اولاد ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے اہل کوفہ کے سامنے ایک عبرت انگیز خطبہ دیا ایسا معلوم

Marfat.com

ہوتا تھا کہ خود حیدرِ کرار تقریر فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''اے کوفیو، اے مکارو، اے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے والو، خدا کرے تمہاری آنکھیں ہمیشہ روتی رہیں، تمہاری مثال ان عورتوں کی سی ہے جو خود ہی سوت کاتتی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ تم نے خود ہی میرے بھائی سے رشتہ بیعت جوڑا اور پھر خود ہی توڑ ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کھوٹ اور کینہ ہے۔ تمہاری فطرت میں جھوٹ اور دغا ہے۔ خوشامد، شیخی خوری اور عہد شکنی تمہارے خمیر میں ہے، تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت بُرا ہے۔ تم نے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں قتل کیا ہے خدا کا قہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

آہ اے کوفہ والو! تم نے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے یاد رکھو تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں ہے۔ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔''

اس خطبہ کو سن کر کوفیوں کو اس قدر ندامت ہوئی کہ ان میں سے اکثر کی روتے روتے گھگی بندھ گئی۔ حذلم بن کثیر جو عرب کے فصیح ترین آدمیوں میں شمار ہوتا تھا، وہ بھی حضرت زینبؓ کا خطبہ سننے والوں میں شامل تھا۔ خطبہ سن کر وہ سیدہؓ کے زورِ بیان فصاحت و بلاغت سے دنگ رہ گیا اور بے ساختہ کہنے لگا:

''واللہ اے علیؓ کی بیٹی، تمہارے بوڑھے سب بوڑھوں سے، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتی۔''

اسیرانِ اہلِ بیتؓ ابنِ زیاد کے روبرو

دوسرے دن کوفہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد نے دربار منعقد کیا اور اسیران اہل بیت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت زینبؓ بہت خستہ حالت میں تھیں۔ ابن زیاد نے پوچھا، یہ عورت کون ہے؟

Marfat.com

ایک لونڈی نے کہا: ''زینب بنت علیؓ ہیں''۔

ابن زیاد نے کہا: ''خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا اور تمہاری جرأتوں کو جھٹلایا''۔

حضرت زینبؓ کا ابنِ زیاد سے مکالمہ

حضرت زینبؓ نے نہایت بے باکی سے جواب دیا:

''خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں عزت بخشی، ان شاء اللہ فاسق رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے''۔

ابن زیاد نے کہا: ''تم نے دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟''

حضرت زینبؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے انہیں درجہ شہادت پر فائز کیا، عنقریب وہ اور تم دادرِ محشر کے سامنے جمع ہوں گے اس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس کا کیا حشر ہوتا ہے''۔

ابن زیاد جھلا کر بولا: ''بنی ہاشم کے سب سے سرکش آدمی کے قتل سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے''۔

حضرت زینبؓ کو ابن زیاد کے اس طرح اظہار مسرت کرنے پر بڑا دکھ ہوا۔ ان کا آبگینۂ دل حوادثِ کربلا سے ٹوٹ چکا تھا، بے اختیار رو دیں اور فرمایا:

''خدا کی قسم تو نے ہمیں اپنے گھروں سے نکالا، ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا، ہماری شاخوں کو کاٹا، ہماری جڑوں کو اکھاڑا، اگر اسی سے تمہارا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو ہو گیا''

ابن زیاد سے کوئی جواب نہ بن پڑا، اب اس کی نظر زین العابدینؒ پر پڑی، پوچھا: ''لڑکے تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا: ''علی بن حسینؓ''

ابن زیاد نے عمر بن سعد سے پوچھا۔ ''اسے کیوں نہیں قتل کیا؟''

Marfat.com

اس نے جواب دیا۔ ''بیمار ہے۔''

ابن زیاد نے کہا۔ ''اسے میرے سامنے قتل کرو۔''

حضرت زینبؓ یہ حکم سن کر تڑپ اٹھیں اور بولیں:

''اے ابن زیاد! کیا تو ابھی تک ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا، کیا اس نقاہت اور بیماری کے مارے ہوئے مصیبت زدہ بچے کو بھی مارو گے۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔''

دمشق کو روانگی

یہ کہہ حضرت زین العابدینؒ سے چمٹ گئیں۔ ابن زیاد کے دل میں خیال آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کیلئے چھوڑ دو۔ بعد ازاں ابن زیاد نے شہداء کے سروں اور اسیران اہل بیت کو فوج کے پہرے میں یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔

طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد اسیران اہل بیت دمشق پہنچے تو تین چار دن کے بعد انہیں یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔

یزید سے مکالمہ

ایک سرخ رنگ کے شامی نے فاطمہؓ بنتِ حسینؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیجئے۔''

حضرت زینبؓ تڑپ اٹھیں اور بولیں۔ ''خدا کی قسم یہ لڑکی نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ یزید کو جب تک کہ اللہ کے دین کو ترک کرنے کا اعلان نہ کر دے پیغمبرؐ کے خاندان میں کسی کو تو یا تیرا بادشاہ ہرگز لونڈی نہیں بنا سکتا۔''

شامی نے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن یزید نے اسے روک دیا۔

جب امام حسینؓ کا سر اقدس یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو خواتین اہل بیت رونے لگیں۔ حضرت زینبؓ نے سر اقدس کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

''اے حسینؓ، اے محمد مصطفیٰؐ کے دل بند، اے دوشِ پیغمبرؐ کے سوار، اے فاطمۃ

Marfat.com

الزہرا کے لختِ جگر، اے جنت کے جوانوں کے سردار۔"

یزید نے پوچھا: "یہ عورت کون ہے؟

اسے بتایا گیا کہ حسینؓ کی چھوٹی بہن زینبؓ ہیں۔

یزید نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔"

حضرت زینبؓ نے دلیری سے جواب دیا۔ "بے شک میرا بھائی سچ کہتا تھا۔"

یزید نے کہا۔ "میری عمر کی قسم، حسین کے نانا میرے دادا سے بہتر تھے حسین کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں، رہا میرا باپ اور حسین کا باپ تو سب کو معلوم ہے کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔"

سیدہؓ کا ایک دردناک خطبہ

اس پر حضرت زینبؓ نے یزید اور اس کے اہل دربار کو مخاطب کر کے ایک دردناک تقریر کی، انہوں نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:۔

"اے یزید! گردشِ افلاک اور ہجوم آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب ہونے پر مجبور کر دیا۔ یاد رکھ رب العزت ہم کو زیادہ عرصے تک اس حال میں نہ رکھے گا۔ ہمارے مقاصد کو ضائع نہ کرے گا۔ تو نے ہمیں نقصان نہیں پہنچایا اپنے آپ کو پہنچایا ہے۔ آہ تیرے آدمیوں نے دوشِ رسولؐ کے سوار اور اس کے بھائیوں، فرزندوں اور ساتھیوں کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیا۔ انہوں نے پردہ نشینانِ اہل بیت کی بے حرمتی کی۔ اے کاش تو اس وقت شہیدانِ کربلا کو دیکھ سکتا تو اپنی ساری دولت و حشمت کے بدلے اُن کے پہلو میں کھڑا ہونا پسند کرتا۔ ہم عنقریب اپنے نانا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بے درد ہاتھوں سے ہمیں پہنچے ہیں اور یہ اس جگہ ہو گا جہاں اولادِ رسولؐ اور اس کے ساتھی جمع ہوں گے، ان

Marfat.com

چہروں کا خون اور جسموں کی خاک صاف کی جائے گی۔ وہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ حسینؓ اور ان کے ساتھی مرے نہیں اپنے خالق کے پاس زندہ ہیں اور وہی ان کیلئے کافی ہے۔ وہ عادل حقیقی نبیؐ کی اولاد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا، وہی ہماری امید گاہ ہے اور اسی سے ہم فریاد کرتے ہیں۔"

حیدر کرارؓ کی بیٹی کی گرج سن کر یزید اور اس کے درباری سکتے میں آ گئے۔ یزید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں لوگ خاندانِ رسالت کی حمایت میں میرے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اس نے خواتینِ اہل بیت کو اپنے خاص حرم میں ٹھہرایا اور جہاں تک ہو سکا، ان کی دل جوئی کی کوشش کی۔ چند دن بعد اس نے حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ کے زیرِ حفاظت قافلہ اہل بیت کو بھی مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ جب قافلہ چلنے لگا تو حضرت زینبؓ نے فرمایا:

"محملوں پر سیاہ چادریں ڈال دو تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ سیدۃ النساءؓ کی دل فگار اولاد ہے۔"

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا حسنِ سلوک

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے جہاں تک بن پڑا، ان مصیبت زدہ مسافروں کی مدد کی اور راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ جب یہ قافلہ کربلا پہنچا تو وہاں بزرگ صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور بنو ہاشم کے کچھ لوگ مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت زینبؓ نے فرطِ الم میں پکارا:

"اے بنی ہاشم تمہارا چاند غروب ہو گیا۔ اے میرے نانا کے صحابیؓ تو نے جس بچے کو کبھی اپنے آقا کے دوشِ مبارک پر سوار کیا تھا اس کا جسم اطہر گھوڑوں کے سُموں سے پامال ہو گیا۔"

اس کے بعد اس قدر روئیں کہ غش آ گیا۔ اس موقع پر موجود دوسرے لوگ بھی رونے لگے۔ جب قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو دن ڈھل چکا تھا۔ فاتح خیبرؓ کی غیور بیٹیوں زینبؓ

Marfat.com

اور فاطمہؓ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو ان کے حسن سلوک کے عوض اپنی چوڑیاں اتار کر پیش کیں اور ساتھ ہی معذرت کی کہ اس وقت ہمارے پاس اور کچھ نہیں کہ آپ کی خدمت کا معاوضہ دیں۔

نعمانؓ اشک بار ہو گئے اور کہا: ''اے بنات رسول، خدا کی قسم میں نے جو کچھ کیا ہے صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کیلئے کیا ہے۔ یہ چوڑیاں لے کر میں اپنا اجر ضائع نہیں کروں گا۔ خدا کیلئے انہیں اپنے پاس ہی رکھئے۔''

اس دن سارا مدینہ سوگوار تھا

اس دن سارا مدینہ منورہ سوگوار تھا۔ ہزاروں لوگوں نے روتے ہوئے استقبال کیا جس سے ان مصیبت زدہ مسافروں کی چیخیں نکل گئیں اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

''اے میرے پیارے نانا جان میں آپ کے فرزند اور اپنے بھائی حسینؓ کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔ آپ کی اولاد کو رسیوں سے باندھ کر کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔''

اس وقت روضۂ نبویؐ کے قریب جتنے لوگ موجود تھے سب حضرت زینبؓ کے الفاظ سن کر رونے لگے۔ پھر وہ اپنی والدہ ماجدہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کے مزار پر گئیں اور اس درد سے روئیں کہ پتھروں کا کلیجا بھی پانی ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں سے ملیں، انہیں اپنی روداد غم سنائی اور سب کو صبر کی تلقین کی۔

بے پناہ مصائب نے حضرت زینبؓ کے دل و جگر کے ٹکڑے اڑا ڈالے تھے۔ کربلا سے واپس آنے کے بعد کبھی کسی نے ان کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ ایک روایت کے مطابق انہوں ۶۲ ہجری میں مدینہ منورہ ہی میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کی اور یوں یتیمان اہل بیت کی سرپرست شہدائے کربلا کی یادگار، اور دشمنوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والی بے مثال خطیبہ، اپنے محبوب اور مظلوم بھائی سے جنت الفردوس میں جا ملیں۔

Marfat.com

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت زینبؓ اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ساتھ شام چلی گئیں۔ دمشق کے پاس حضرت عبداللہؓ کی کچھ زمینداری تھی۔ وہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہوئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔

انتقالِ پُر ملال

ایک اور روایت کے مطابق حضرت زینبؓ مدینہ منورہ پہنچ کر شہیدان کربلا کے مصائب نہایت دردانگیز لہجہ میں کمال فصاحت و بلاغت سے لوگوں کو سنایا کرتی تھیں۔ لوگ ان سے بہت متاثر ہوتے اور ان میں اولاد رسول کی حمایت کا جذبہ پیدا ہوتا۔ عاملِ مدینہ نے ان حالات کی اطلاع یزید کو دی۔ اس نے حکم بھیجا کہ زینبؓ کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو۔ حضرت زینبؓ پہلے تو جانے پر آمادہ نہ ہوئیں پھر بعض ہوا خواہوں کے سمجھانے بجھانے سے رضامند ہو گئیں اور حضرت سکینہؓ و فاطمہؓ بناتِ حسینؓ اور کچھ دوسری قرابت دار خواتین کے ہمراہ مصر چلی گئیں۔ وہاں کے والی حضرت مسلمہؓ بن مخلد انصاریؓ نے ان کی نہایت عزت و تکریم کی اور اپنے دارالاقامہ میں ٹھہرادیا۔ تقریباً ایک سال بعد ۶۲ھ میں حضرت زینبؓ وہیں دارِ فنا سے عالمِ بقا کو سدھاریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مدینہ منورہ میں تو حضرت زینبؓ کی قبر کا کوئی نشان نہیں البتہ دمشق اور قاہرہ دونوں جگہ ان کے مزار موجود ہیں اور زیارت گاہِ خواص و عوام ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا

ولادت باسعادت

حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ۹ ہجری بتائی جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو اولادیں ہوئیں۔ ایک بیٹا زید اکبر اور ایک بیٹی رقیہ۔

یہ روایت اغلباً غلط ہے کیونکہ شواہد سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی اولاد نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب ان کی شادی چچازاد محمد بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو ان سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے دو ماہ بیس دن قبل ہوئی۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردہ دار اور احیائے زہراء کی وارث تھیں۔ دونوں بہنیں نہایت چھوٹی عمر میں ماں کے سائے سے محروم ہو گئی تھیں اس لئے احساسِ ذمہ داری نے انہیں خانہ داری اور زاہدانہ زندگی کے علاوہ کسی طرف متوجہ ہی نہ کیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں اور فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹیاں ہونے کے سبب بھی دونوں بہنیں عام طور پر کھلی جگہوں پر نہ جاتیں بلکہ پردے میں رہنا پسند فرماتیں۔ اس قسم کی زندگی گزارنے کے بعد ان بیبیوں کے

Marfat.com

ابتدائی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی جاسکتی۔

نام ونسب

حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمیہ۔آپ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سگی بہن تھیں۔ یہ اپنے نانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں 6 ہجری میں پیدا ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام اُم کلثوم رکھا۔ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا لیکن آپ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی اس لئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی چھوٹی بچی تھیں، حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جس سے اللہ تعالیٰ نے رجس کا مکمل طور پر خاتمہ کردیا تھا اور اسے خوب اچھی طرح پاک کردیا تھا۔

ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دنیا بھر میں ایک صاحب شرف وکمال والدہ محترمہ کی گود میں پرورش پائی۔ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو دنیا بھر کی خواتین کی سردار ہیں۔اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والدین کی نگرانی میں پرورش پائی اور ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت وشفقت بھرے انداز میں اپنی گود میں اٹھایا کرتے تھے۔

آپؓ کی فصاحت وبلاغت

اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب جوانی کے دور میں داخل ہوئیں تو قریش قبیلہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر فصاحت وبلاغت سے گفتگو کرنے والی کوئی دوسری خاتون نہ تھی۔اور ایسا اس لئے بھی تھا کہ فصاحت وبلاغت انہیں خاندانی ورثہ کے طور پر حاصل ہوئی تھی۔

حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے ایک سگھڑ، با اخلاق بیوی کا اور بچوں کی

Marfat.com

تربیت کے حوالے سے ایک ہمدرد اور مثالی ماں کا کردار ادا کیا۔ ان کے طرزِ عمل سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک اعلیٰ درجے کی دانش مند خاتون ہیں۔

آپؓ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی زوجہ تھیں

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زندگی کے نہایت خوشگوار لمحات بسر کیے۔ اس سے ان دونوں کی فطری عظمت کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے معاملات کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ وہ ہر ایک مسلمان کے متعلق اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کیا مقام و مرتبہ تھا۔

جن جلیل القدر صحابیات نے اسلام کی بہت زیادہ خدمت کی ان کی قدر و منزلت اور احترام و اکرام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں بہت زیادہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان عظیم المرتبت اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے والی صحابیات پر ترجیح نہیں دیا کرتے تھے۔ ہر ایک کے مقام و مرتبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا رویہ اختیار کیا جاتا، کسی کی بھی حق تلفی نہ کی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ بات مشہور و معروف تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقراء کی سی زندگی بسر کیا کرتے تھے، انہوں نے اس طرزِ زندگی کا اپنے آپ کو عادی بنا لیا تھا۔ اگر کوئی آسودہ زندگی بسر کرنا چاہتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے روکتے بھی نہ تھے۔

ظاہر ہے کہ جب حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئیں تو ان کی دلی خواہش تھی کہ آسودہ حالی ہو، زندگی آسان اور خوشگوار گزرے۔ پہننے کے لئے ایسا لباس میسر آئے جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی بیگمات کو مہیا کرتے تھے، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی حکیمانہ طرزِ گفتگو کرتے جس میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر غالب ہوتی۔ حضرت

Marfat.com

اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی حکمت بھری باتیں سن کر بہت خوش ہوتیں اور عمدہ لباس زیب تن کرنے کا خیال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذہن سے نکل جاتا۔

فاروقِ اعظم ﷺ کا بے مثال عدل وانصاف

علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خاتونِ اوّل حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ملکہ روم کو بطور تحفہ خوشبو، مشروبات اور پرس سرکاری ڈاک کے ذریعے ارسال کیے۔ یہ قیمتی تحائف جب ملکہ روم کے پاس پہنچے تو اس نے رومی عورتوں کو شاہی محل میں دعوت دی اور ان سب کو بتایا کہ یہ سرزمینِ عرب کے بادشاہ کی بیگم اور مسلمانوں کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی نے قیمتی تحائف مجھے ارسال کیے ہیں۔ ملکہ روم نے بھی بہت عمدہ تحائف اور شکریہ کا خط اس ڈاکیا کے ہاتھ میں تھما دیا اور جب یہ ڈاک امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ ان تحائف میں ایک بہت قیمتی ہار شامل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہونے کا حکم جاری کیا۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

> ”جو امور مشاورت کے بغیر سرانجام دیئے جاتے ہیں ان میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ مجھے ان تحائف کے بارے میں بتایا جائے جو اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ملکہ روم کو بھیجے ہیں اور ملکہ روم نے اپنی طرف سے انہیں بھیجے ہیں۔“

بعض لوگوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسا تو پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ بادشاہوں کو تحائف بھیجنا اور ان سے تحائف وصول کرنا ایک معمول کی بات ہے۔ جو تحائف اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھیجے گئے ہیں وہ ان کا حق ہے۔ بعض نے کہا کہ ہم بھی تو دوسرے ممالک کو کپڑے بھیجتے ہیں اور وہاں سے اپنی من پسند کے کپڑے حاصل کرتے

Marfat.com

ہیں اور بسا اوقات کپڑے دے کر قیمت لے لیتے ہیں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو ڈاکیا تحائف لے کر گیا تھا وہ تو مسلمانوں کا نمائندہ تھا اور اسے ذاتی کام لینے کے لئے تو نہیں رکھا گیا لہٰذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام تحائف بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دے دیا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی طرف سے کچھ نقد رقم دے کر انہیں راضی کر لیا۔

خدمتِ خلق کا جذبہ

ایک واقعہ ہے کہ ایک رات امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھوم رہے تھے۔ ایک خیمے سے کراہنے کی آواز آئی، پتہ چلا کہ خیمے میں ایک شخص کی بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے معلوم کیا کہ خیمے میں کوئی ہے؟

اس نے بتایا کہ نہیں، اس کی بیوی اکیلی ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی مدد کا فیصلہ کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر گئے اور اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمام واقعہ گوش گزار کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ موقع فراہم کیا ہے۔ ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ آپ اجر و ثواب حاصل کرنا چاہتی ہیں تو اس کے پاس چلی جائیں۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً ضروری اشیاء لے لیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اس عورت کے پاس چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے ساتھ مل کر کھانا تیار کیا۔

کچھ دیر بعد حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیمے سے باہر آئیں اور کہا کہ یا امیر المومنین اپنے ساتھی کو خوشخبری سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا کیا ہے۔ جب اس شخص نے امیر المومنین کا نام سنا تو وہ بڑا حیران ہوا اور نہایت شرمندہ ہوا اور حضرت عمر

Marfat.com

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔

آپؓ کا عقد ثانی عون بن جعفرؓ سے ہوا

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مل کر دونوں میاں بیوی کو کھانا کھلایا اور انہیں آرام کی تلقین کی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی نہایت خوشگوار تھی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامِ شہادت نوش کیا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عدت پوری کی تو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا گیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میرے اہل خانہ سے بات کی جائے۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بھائی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انہوں نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔ حضرت سعید بن عاص نے ایک لاکھ درہم پیش کئے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلے میں بات کی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آ کر فرمانے لگے کہ آپ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے شادی نہ کریں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعید رضی اللہ عنہ کو وعدہ دے چکے تھے، حضرت سعید رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجبوری کا اظہار کیا۔

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس رشتے سے دستبرداری کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ خوش ہیں۔ آپ نے جو ایک لاکھ درہم پیش کیا تھا وہ بھی واپس لے لیا۔ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھتیجا حسن بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی عون بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

سے ہوئی۔

بیان کرتے ہیں کہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دونوں بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ خود بھی خواتین عالم کی سردار ہیں اور ہماری والدہ بھی اس علیٰ وارفع مقام پر فائز تھیں۔ اگر آپ والد گرامی قدر کے پاس رہائش پذیر ہوتیں تو وہ کبھی کا آپ کو کسی نہ کسی کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیتے۔ ہم نے آپ کے لئے ایک نہایت ہی مناسب رشتے کا انتخاب کیا ہے اور وہ ہے جعفر بن ابی طالب کا بیٹا عون۔ آپ کا کیا ارادہ ہے؟

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ بچوں سے ملے۔ انہوں نے بھی اس رشتے کو نہایت مناسب قرار دیا اور خود نکاح پڑھایا۔ جب عون بن جعفر فوت ہوئے تو عدت پوری ہونے کے بعد محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئیں۔

آپ کا تیسرا عقد محمد بن جعفر سے ہوا

وہ فوت ہوئے تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شادی ہوگئی اور اسی کے ہاں یہ دنیائے فانی سے کوچ فرما گئیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارانِ قریش میں سے تھے۔ یہ ایک ایسا نوجوان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے علم اور جسم کے اعتبار سے فراوانی عطا کی تھی۔ یہ بہت بہادر تھے اور کسی سے خوف نہ کھاتے تھے۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ وفد کی صورت میں امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے اکرام واحترام کے ساتھ پیش آئے۔ بسر بن ارطاۃ بھی اس محفل میں موجود تھا۔

اس نے زید کے نانا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کوئی بات کہی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہوگئے اور مجلس ہی میں اس کو پکڑ کر نیچے گرا

Marfat.com

دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بسر بن ارطاۃ پر سخت ناراض ہوئے اور ڈانٹ پلائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت کی اور ایک لاکھ درہم ان کی خدمت میں پیش کیے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ اور آپؓ کا غم

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جس رات قاتلانہ حملہ ہوا تو حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں موجود تھیں۔ طلوع فجر کے وقت مؤذن عامر بن نباح نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبح کی نماز کے لئے اٹھایا، آپ گھر کے چھوٹے دروازے تک پہنچے تھے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے آپ پر تلوار کا ایک زوردار وار کیا۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ کہتی ہوئی باہر آئیں کہ میں اس صبح کی نماز کا کیا کروں، میرے خاوند عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صبح کی نماز میں قاتلانہ حملہ کیا گیا اور میرے والد گرامی قدر پر بھی صبح ہی کی نماز میں قاتلانہ حملہ کیا گیا۔

ابن ملجم کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا گیا، اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے اللہ کے دشمن! تو نے امیر المومنین پر قاتلانہ حملہ کیا ہے؟

اس نے کہا: ”میں نے تو آپ کے والد پر قاتلانہ حملہ کیا، میں انہیں امیر المومنین تسلیم ہی نہیں کرتا۔“

ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ”مجھے اُمید ہے کہ میرے ابا جان بچ جائیں گے۔“

اس کم بخت نے کہا کہ پھر آپ کیوں روتی ہو؟ میں نے اپنی تلوار کو ایک ماہ مسلسل زہر میں ڈبوئے رکھا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بچ جائیں۔ اگر یہ تلوار اہل مصر پر چلا دیتا تو ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچتا۔“

ملا علی القاری سے روایت ہے کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی زہریلی تلوار کا وار کیا تو اس نے کہا میں نے اپنی تلوار کو خوب تیز کیا، اسے زہر میں بھگوئے رکھا، اپنے دل سے خوف وہراس کو نکال باہر پھینکا۔ اُمید کو بروئے کار لایا۔

Marfat.com

اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باپ کی وفات کا سن کر بہت روئیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ امامہ بنت ابی العاص بھی بہت روئیں۔ ان دونوں نے تمام لوگوں نے زیادہ غم واندوہ کا اظہار کیا۔

وفات حسرت آیات

حضرت زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوانی کے عالم میں وفات پا گئے تھے۔ کسی نے رات کی تاریکی میں ان پر تلوار سے حملہ کیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا غم واندوہ میں مبتلا بیٹے کی لاش کے پاس آئیں۔

وہ روتے ہوئے فرما رہی تھیں:

"میرے خاوند امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبح کے وقت قتل کیا گیا، میرے ابا جان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو صبح کے وقت قتل کیا گیا اور میرے بیٹے زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی صبح کے وقت ہی قتل کیا گیا۔"

بیٹے کی لاش دیکھتے ہی غشی طاری ہو گئی اور اسی حالت میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ماں اور بیٹا ایک ہی وقت میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

ان کا مزار اور حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار شام میں ایک ہی عمارت میں واقع ہیں۔ وفات کے وقت حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 51 برس تھی۔ ان کا انتقال حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو ماہ بیس دن قبل ہوا۔

خدائے بزرگ و برتر حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اپنی رحمت کی برسات نازل فرمائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی جلیل القدر اور عظیم المرتبت خاتون تھیں۔ قریشی خواتین میں اپنے اوصاف کی بناء پر بے حد ممتاز نظر آتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت اُم ورقہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا

نام اور ابتدائی تعارف

ہماری ان ممدوحہ کا نام نامی ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث انصاری ہے۔

آپ ان جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں کہ جنہوں نے اطاعت نبوی کا ایسا باکمال مظاہرہ فرمایا کہ تاریخ کے صفحات نے ان کو حیرت وتعجب سے ذکر کیا۔

حضرت ام ورقہ انصاری رضی اللہ عنہا اپنے دور کی ان با فضیلت صحابیات میں سے تھیں کہ جن کی تربیت کتاب اللہ کی محبت میں ہوئی۔

قابلِ رشک اعزاز کی حامل خاتون

سرور دو عالم ہادی رحمت ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔

جب آپ کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے تو یقیناً وہ لوگ بھی سب سے بہتر ہیں جو آپ کے زمانے میں آپ کے نقش قدم پر چلے اور کفر کی تاریکی سے اسلام کے نور کی طرف آئے جنہوں نے اسلام کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں اور رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کے مصداق قرار پائے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ. الخ﴾

ترجمہ "سبقت کرنے والے اوائل میں مہاجرین اور انصار...... آیت کے آخر

Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ، اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔"

انصار یعنی مدد کرنے والے اور یہ لقب اللہ رب العزت نے مدینے والوں کو عطا فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جان نثار مظلوم اصحاب رضی اللہ عنہم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں پر مدینہ کے مسلمانوں نے مکہ کے مسلمانوں کا جس طرح اعزاز واکرام فرمایا اس کی مثال نہ قبل نبوت محمد ﷺ ملتی ہے نہ اس کے بعد مل سکے گی۔

انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ نے مہاجرین صحابہ کا بھائی بنا دیا اور ہر چیز میں شراکت دار بنا دیا اور انصار نے اس موقع پر ایسی اخوت کا مظاہرہ فرمایا کہ اللہ رب العزت کے ہاں سے ان کے لئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مبارک خطاب عطا فرمایا۔

اور ہماری ممدوحہ بھی انہی بابرکت مددگاروں میں سے ہیں کہ جنہیں انصار کا لقب اللہ جل شانہ کی بارگاہ سے عطا ہوا۔

بارگاہ نبوت سے عظیم شرف

ہماری ممدوحہ بنی نجار سے تعلق رکھنے والی ایک بابرکت خاتون ہیں، یہ بنو نجار وہی قبیلہ ہے کہ جب رحمت دو عالم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری ہوئی تو اس قبیلے نے سب سے پہلے آپ کی مہمان نوازی کی اور ان کی معصوم بچیوں نے ایسے تاریخی کلمات واشعار آنحضور ﷺ کی مدح میں پڑھے کہ آج بھی مسلمان آنحضور ﷺ کی محبت میں وہ اشعار پڑھتا ہے وہ اشعار حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بیان ہوئے ہیں۔

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع

"ہم پر چاند نکلا وداع کی گھاٹیوں سے......

وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع

ہم پر شکر واجب ہے جب کوئی پکارنے والا اللہ کو پکارے

ایھا المبعوث فینا　　جئت بالامر المطاع

Marfat.com

ہمارے درمیان بھیجے جانے والے آپ ایک اطاعت کیا جانے والا حکم لائے ہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو اس سے زیادہ خوش کبھی نہیں دیکھا۔ اور یہیں سرور دو عالم ﷺ نے اللہ کو گواہ بنا کر فرمایا کہ "میرا دل بھی تم سے محبت کرتا ہے۔"

عبادت گزار اور قرآن سے محبت کرنے والی خاتون

ام ورقہ رضی اللہ عنہا قرآن کی کثرت تلاوت اور کثرت نماز کی وجہ سے مشہور ہوئیں۔ آپ صبح و شام قرآن کی تلاوت کرتیں یہاں تک کہ ایک عبادت گزار خاتون بن گئیں۔ آپ نے قرآن پاک کو جمع کیا اور اس کے معانی و مطالب میں غور و فکر کرتیں۔ آپ کا ادارک فہم اور حفظ بہت مضبوط تھا۔

آپ کو ایک شرف حیات نبوت میں حاصل رہا وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ اکثر آپ کی مزاج پرسی کے لئے خود تشریف لے جاتے اور آپ کا بہت احترام و اکرام فرماتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی عبادت اور قرآن کے اہتمام کے بارے میں لکھا ہے کہ..... آپ قاریہ قرآن تھیں اور عبادت کے اوقات کی بڑی محافظ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ سے آپ نے اپنے ہاں مؤذن مقرر کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی تھی۔ نبی اکرم ﷺ آپ کی بڑی قدر فرماتے تھے اور آپ کے مرتبہ کو پہچانتے تھے، آپ کے قرآن پاک کے حفظ اور تلاوت کی مضبوطی کا بڑا لحاظ فرماتے، اس لئے انہیں ان کے گھر میں نماز کی ادائیگی کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

خواتین کی امامت کا شرف

سنن ابی داؤد میں عبدالرحمن بن ابی خلاد کے حوالے سے ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ ان کی مزاج پرسی کے لئے بھی تشریف لایا کرتے تھے اور ان کے لئے مؤذن بھی مقرر فرمادیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھایا کریں۔

Marfat.com

راویٔ حدیث حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا مؤذن بھی دیکھا تھا، وہ بہت عمر رسیدہ شخص تھے۔ اس طرح ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا گھر مسجد النساء قرار پایا جس میں تمام نمازیں ادا کی جاتی تھیں اور یہ سب ہادیٔ عالم ﷺ کی ایماء پر ہوا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ تربیت سے ان کے نفس کی صفائی ہوئی اور ان کا باطن خلوص سے مزین کر دیا گیا۔

اسی لئے شفیع اعظم ﷺ نے انہیں خواتین کا امام بنا دیا تھا اور وہ تمام خواتین صحابیات علم و معرفت زہد تقویٰ میں ان کی اقتداء کیا کرتی تھیں۔

جان نثارانِ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک پہلو بہت اہم ہے اگر کسی ایک پہلو کو لے کر ان کی سیرت بیان کی جائے تو یقیناً دفتر کے دفتر بھر جائیں اور صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ علیہم وعلیہن اجمعین نے کوئی بھی ایسا دین کا حکم نہیں چھوڑا جس پر انہوں نے نہایت اطاعت و محبت و شوق سے عمل نہ کیا ہو، اگر ہم ان کی علمیت کو دیکھتے ہیں تو وہ تمام جہاں کے سردار نظر آتے ہیں کہ ان سے بڑا مفسر، محدث کوئی نہ ہوا اور اگر جہاد کی عبادت کے میدان میں دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں دن میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے تلواریں چلاتے نظر آتے ہیں اور روزہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور رات میں ان سے بڑا کوئی نماز پڑھنے والا نہیں ہوتا۔ پوری پوری رات اپنے رب کے سامنے روتے گڑگڑاتے اور مناجات کرتے نظر آتے ہیں۔

جذبۂ جہاد معمورِ مجاہدہ

ہماری ممدوحہ بھی انہی اوصاف کی حامل تھیں، جہاں ان کے علم زہد و تقویٰ اور قرآن سے محبت نے انہیں یہ مقام دلوایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امامت نساء کی حقدار ٹھہریں اور جب جہاد کا موقع آیا تو شہادت کی خوشخبری بزبان نبوت حاصل کی۔

جب رسول السلام ﷺ کے منادی نے حی علی الجہاد کی صدائیں بلند کیں کہ بدر میں چلو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی خوشی تیار ہو گئے اور بعض نے یہ سوچا کہ شاید آپ جنگ نہ

Marfat.com

فرمائیں اس لئے ان سے سستی ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمادیا تھا کہ جن کے پاس سواری ہو وہ ہمارے ساتھ چلیں۔

غزوۂ بدر میں شرکت کی خواہش

جب حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر ملی کہ رسول خدا قریش کے قافلے کا سامنا کرنے جارہے ہیں تو یہ بڑی سرعت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور اجازت جہاد طلب کی۔ آپ خود فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ غزوۂ بدر میں تشریف لے جارہے تھے تو میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھی اپنے ساتھ جہاد میں لے چلئے میں وہاں مریضوں کی خدمت کروں گی اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اپنے گھر میں قرار سے رہو اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب فرمائیں گے۔ حکم نبوی ﷺ سماعت کر کے اطاعت گزار صحابیہ نے فوراً عمل کیا اور گھر تشریف لے آئیں کیونکہ اطاعت نبوی واجب ہے۔

بہرحال نبوت کے فرمان پر آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں سکونت اختیار کی اور شہادت کا انتظار کرنے لگیں اور اسی اطاعت نے انہیں یہ شرف بخشا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے۔

چلو ایک شہیدہ کی زیارت کر آئیں

نبی کریم ﷺ جب بھی ان کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لاتے تو اپنے ساتھ چند صحابہ کرام کو بھی لے لیتے اور فرماتے کہ چلو ہمارے ساتھ ہم ایک شہیدہ کی زیارت کر آئیں۔ پھر اس کے بعد ام ورقہ رضی اللہ عنہا اسی مبارک نام سے معروف ہوگئیں اور انہیں شہیدہ کہا جانے لگا۔

ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی سوانح کے شروع میں لکھا ہے ایک شہیدہ "کامیاب" ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا جو مومنات و مہاجرات کی امامت کرتی تھیں اور مختلف اوقات میں نبی کریم ﷺ ان کی مزاج پرسی فرماتے تھے۔

Marfat.com

دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾

ترجمہ ''جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے رزق پاتے ہیں۔''

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور شعائر پر عمل اور ان کی حفاظت میں لگادی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا کی جانے والی خوشخبری کے وقوع کا انتظار کرتی رہیں تاکہ شہید کا رتبہ پاسکیں اور اس کے لئے متعین کیے ہوئے فضائل اور جنت حاصل کرسکیں۔

آپ کے انتظار کا لمحہ زیادہ طویل نہ ہوا لیکن اس دوران رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت سے ملاقات کے لئے اس فانی دنیا سے تشریف لے جاچکے تھے اور اس وقت وہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے انتہائی خوش اور راضی تھے۔

ان کی زندگی عہد صدیقی میں بھی اپنی روش تقویٰ اور عبادت سے مزین رہی اور حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کا انتہائی اعزاز واکرام فرماتے اور آپ کی مزاج پرسی فرماتے تھے۔ اور یہی وہ دور تھا کہ جس میں ان کے دل کی مراد اور نبی الملاحم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوئی تھی۔

آپ انتہائی سخی تھیں اور جیسے ہی کوئی مال آتا وہ صدقہ فرمادیتیں یہاں تک کہ اپنے غلام اور باندی بھی آزاد فرمادیتی تھیں صرف دو ہی آپ کی ملکیت میں تھے۔ ایک غلام اور ایک باندی اور آپ ان سے اپنی زندگی کے بعد آزادی کا وعدہ فرما چکی تھیں۔

آپ کی عادت تھی کہ ہر وقت بلکہ اکثر اوقات قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتی تھیں خصوصاً فجر کے بعد۔

Marfat.com

شوقِ شہادت کی تکمیل

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے گھر کے قریب سے معمول کے مطابق گزرے لیکن ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے تلاوت کی آواز نہیں آ رہی تھی، جب نماز کے بعد واپس وہاں سے گزرے تب بھی خاموشی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ واللہ آج میں نے اپنی خالہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی تلاوت کی آواز نہیں سنی، پھر آپ ان کے گھر میں داخل ہو گئے مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا، پھر دوسرے کمرے میں داخل ہوئے تو آپ نے کونے میں انہیں ایک چادر میں لپٹا ہوا پایا، اس حال میں کہ آپ کو قتل کر دیا گیا تھا۔

پھر آپ نے ان کے غلام اور باندی کو بھی وہاں نہ پایا تو آپ منبر رسول ﷺ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ کے رسول نے سچ فرمایا تھا کہ آپ شہید ہوں گی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ ان کے غلام اور باندی کو تلاش کر کے لایا جائے بالآخر وہ دونوں پکڑے گئے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟

تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں اپنی موت کے بعد آزاد فرمانا تھا اور ہم جلدی آزاد ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے آزادی پانے کی خاطر ہم نے انہیں قتل کر دیا۔ ان دونوں کے اقرار کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدبختوں کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا، مدینے میں سب سے پہلے انہی کو پھانسی دی گئی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات حق ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے چلو ہمارے ساتھ ایک شہیدہ کی زیارت کریں۔ اور نبوت کی سچائی پر بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی خبر سچی ثابت ہوئی (جو کہ ہمیشہ ہی سچی ثابت ہوتی ہے) اور آپ رضی اللہ عنہا شہید کر دی گئیں۔

اس طرح آپ نے شہداء کا اجر بھی حاصل کر لیا اور متقین سے وعدہ کی گئی جنت بھی حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ شہیدہ کی قبر کو اپنی رحمت سے بھر دے آپ رضی اللہ عنہا دنیا کی بہترین خواتین میں سے تھیں۔ حافظہ قرآن عالمہ، مجاہدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔

Marfat.com

حضرت اُمّ مرثد رضی اللہ عنہا

نام اور ابتدائی تعارف

ان کے والد کا نام زید بن ثابت اور والدہ کا نام خارجہ ہے۔ عمرو بن مرہ سے ان کا نکاح ہوا۔ یہ خاتون جب تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں تو اسلام کی سخت دشمن تھیں پھر جب اللہ نے ہدایت دی در مسلمان ہو گئیں تو اسلام کی خاطر ستم سہے، آپؓ دنیا سے بے رغبت ہو کر اسلام کو اپنانے والی خاتون ہیں۔

یہ اسلام کے ابتدائی دو میں اس مذہب حق کی سخت مخالف تھیں، اسلام کی مخالفت میں ان لوگوں کا ساتھ دیتی تھیں جو اہل ایمان کو اذیتیں دیتے تھے۔ ان کا آبائی شہر مکہ تھا۔ فصاحت و بلاغت میں ماہر تھیں۔

حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد رشتہ دار، شوہر حتیٰ کہ بچے بھی اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔

بلالؓ...... ان کے ایمان کا سبب بنے

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں مشرکوں کی جانب سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کوہ استقامت بنے اسلام پر قائم رہے تو حضرت ام مرثد رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کے اسلام پر ثابت قدم رہنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مذہب واقعی سچا ہے

Marfat.com

کیونکہ کسی غلط بات پر کوئی اتنی دیر قائم نہیں رہ سکتا جس قدر بلال رضی اللہ عنہ قائم ہیں۔

چنانچہ اب ان کے دل میں اسلام کو سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوا اور اسلام کے خلاف نفرت کے جو جذبات ان کے دل میں موجود تھے وہ رفتہ رفتہ کم ہونے لگے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب تمام مسلمان مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بحکم خداوندی مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ اسلام کا پیغام تیزی سے پھیلتا گیا اور بالآخر وہ وقت بھی آیا جب مکہ فتح ہوا۔ ام مرثد رضی اللہ عنہا جو پہلے ہی اسلام سے متاثر تھیں، حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام کی روشنی سے اپنے قلب کو منور کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہی نہیں بلکہ ان کی والدہ محترمہ اور شوہر سمیت خاندان کے دیگر افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس سانحہ کے قریباً دس ماہ بعد انہوں نے دوسرا نکاح کیا جس سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

قبولِ اسلام کے بعد زہد وعبادت

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ام مرثد رضی اللہ عنہا کے شب وروز بدل گئے۔ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگی رہتیں۔ خوب صدقہ وخیرات کرتیں لوگوں کی خدمت کر کے خوش ہوتیں، کسی کو تکلیف نہ پہنچاتیں، لوگوں سے پہنچ جانے والی تکلیف کا شکوہ نہ فرماتیں، کبھی کسی سے تلخ کلامی نہ کرتیں، نرم مزاجی کو اپنا شعار بنایا، ہر ایسی مجلس میں بیٹھنے سے گریز فرماتیں جس میں کسی کی برائی ہو رہی ہو۔

روایت حدیث

انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں اور ان کی احادیث کا ان سے سماع بھی کیا گیا۔ ان کی اولاد نے بھی والدین کے نقش قدم پر چلنے کو اپنا شعار بنایا چنانچہ خود بھی علم حدیث حاصل کیا اور اس کی نشر واشاعت بھی کی۔

۲۱ھ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے عہد خلافت میں حضرت ام مرثد رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

Marfat.com

حضرت اُم بجید انصاریہ رضی اللہ عنہا

خاندانی پس منظر

آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق مدینہ منورہ کے قبیلہ انصار سے تھا اور قبیلہ بنو حارث کے خاندان کی فرد تھیں۔ حضرت یزید بن سکن انصاری رضی اللہ عنہ ان کے والد تھے جبکہ مشہور صحابیہ حضرت اسماء بن یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن تھیں۔ ان کا خاندان متمول اور مالدار افراد پر مشتمل تھا۔

یہ خاتون ایک صحابیہ ہیں اور ایک مشہور عالمہ، فاضلہ اور عابدہ، زاہدہ، صحابیہ کی بہن ہیں، خود بھی ایک عظیم زاہد خاتون تھیں، دنیا سے بے رغبت اس قدر تھیں کہ ان کے دل میں کبھی درہم ودنانیر کا خیال تک نہیں آتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا زہد وتقویٰ

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا ایک عبادت گزار اور منکسر المزاج خاتون تھیں، دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ ایک مالدار خاندان کی ایک فرد ہونے کے باوجود ان کے دل میں کبھی بھی دراہم ودنانیر کی طرف رغبت پیدا نہیں ہوئی حتیٰ کہ مزاج میں ادنیٰ درجہ کے غرور اور تکبر نے بھی کبھی جگہ نہ پائی۔ اپنی تمام زندگی فقر اور درویشی کی حالت میں بسر کی۔ نیکی کے ہر کام میں آگے آگے رہتیں ہر کام میں دینی فائدہ کو پیش نظر رکھتیں۔

Marfat.com

فیاضی اور سخاوت

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار مدینہ منورہ کی ان خواتین میں ہوتا تھا جو فیاضی اور سخاوت میں بے مثال تھیں۔ ایک مرتبہ یہ اپنے کھجور کے باغ سے ایک ٹوکرا کھجوروں کا لے کر اپنے گھر جا رہی تھیں کہ راستے میں انہیں چند غریب اور مفلس عورتیں ملیں جنہوں نے ان سے سوال کیا۔ حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا نے وہ تمام کھجوریں ان عورتوں میں تقسیم کر دیں۔

ایک مرتبہ یہ اپنے اہل خانہ کے لئے کھانا پکا رہی تھیں، کھانا تیار کرنے کے بعد ابھی گھر کے افراد میں کھانا تقسیم کر رہی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ بچے نے باہر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کچھ عورتیں غربت اور افلاس کے سبب سوال کر رہی ہیں۔ حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا اس وقت باہر آئیں اور وہ تمام کھانا ان عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی سے باہر آ رہی تھیں کہ کچھ مسافر آدمیوں پر نظر پڑی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مسافر مدینے سے کافی فاصلے پر رہتے ہیں، گھر آ کر کھانا تیار کیا اور ان مسافروں کے لئے بھجوا دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ جنگ کے لئے اعلان ہوا اور مسلمانوں سے امداد کا مطالبہ کیا گیا تو حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام اسباب و سامان حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لا کر رکھ دیا۔

میدان جہاد میں خدمات

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا نے کچھ جنگوں میں بھی حصہ لیا۔ ان کے مزاج میں ایک طرف تو تواضع و انکساری تھی تو دوسری طرف بہادری اور جرأت مندی جیسی صفات بھی نمایاں تھیں۔ میدان جہاد میں تلواروں کا آپس میں ٹکراؤ اور تیروں کی بارش ہو رہی ہوتی تھی۔ حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا بے خوف میدان جنگ میں گھوم رہی ہوتی تھیں اور بڑے اطمینان سے زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہی ہوتی تھیں۔

انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود مختلف جنگوں میں حصہ لیا بلکہ اپنے بیٹوں کو بھی اس

Marfat.com

راستہ پر لگایا وہ خود بھی نڈر اور بہادر تھیں اور دوسری طرف ان کے بیٹے بھی شجاع اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ ایک مرتبہ غالباً خلافت راشدہ کے زمانہ میں اپنے ایک صاحبزادہ کو جہاد کے میدان میں روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی۔

''بیٹا! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی موت عطا فرمائے۔ اگر تم کو یہ سعادت نصیب ہوجائے تو تم بہت اونچے نصیب والے ہوگے۔ بیٹا! تم اسلام کی خدمت اور اس کی سربلندی کے لئے ہمہ تن کوش رہو۔ اسلام باقی ہے تو تمہاری کامیابی یقینی ہے۔ جہاد ایک افضل ترین عبادت ہے۔ جہاد کے میدان میں پہنچنے والی تکلیف سے تم ہرگز نہ گھبرانا۔ اس راستہ میں جتنی تکالیف تم کو پہنچیں گی تم آخرت میں اتنے کامیاب ہوگے۔''

لوگوں میں عزت واحترام

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا کو اپنے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت لوگوں میں بے پناہ عزت اور احترام حاصل تھا۔ جہاں یہ لوگوں کے کام آتی تھیں وہیں ہر شخص ان کا کام آنا بھی سعادت سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بعض معاملات میں نہ صرف یہ کہ ان سے مشورہ لیا بلکہ ان اماں کے مشورہ کو اہمیت سے بھی نوازا۔

وفات

بعض روایات کے مطابق ان کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

Marfat.com

حضرت اُمّ حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا

یہ خاتون قبولِ اسلام کے بارے میں نہایت سعادت مند ہیں کہ کچھ خواتین سے اسلام کے بارے میں سنا تو مسلمان ہو گئیں، ایک گوشہ نشین اور زاہد رسول اکرم ﷺ سے ایک حکم سنا تو تادم مرگ عامل رہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ گھر کی نماز مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔ اس خاتون نے نبی کریم ﷺ سے ایک ہدایت سنی تو تادم مرگ اس کو نبھاتی رہیں اس پر عمل کیا۔ ابتدائی دور میں مسلمان ہوئیں زہد و عبادت سے معروف ہوئیں۔

قبولِ اسلام کی غرض سے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار مدینہ منورہ کی ان خوش قسمت خواتین میں ہوتا تھا جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور ہی میں قبولِ حق کی سعادت حاصل کی۔ جب مدینہ منورہ میں اسلام کی بازگشت سنائی دی تو حضرت ام حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا ان خواتین کے پاس آئیں جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان خواتین سے اسلام کی تعلیمات کے متعلق دریافت کیا مذہب اسلام کے بارے میں تفصیلات جان کر آپ بہت متاثر ہوئیں اور از خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اتفاق سے اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا شرم و حیاء کی بنا پر حضور اکرم ﷺ کے پاس نہ جا سکیں اور نہ ہی عرض مدعا کر سکیں۔ اگلے دن دوبارہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور دریافت فرمایا، تم کون ہو اور کس غرض سے آئی ہو؟

آپ رضی اللہ عنہا نے جواباً عرض کیا۔ میرا نام ام حمید ہے، مدینہ کی رہنے والی ہوں اور اسلام قبول کرنے کی غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئی ہوں۔ مدینے میں اسلام قبول کرنے والی چند خواتین سے آپ ﷺ کے اور اسلام کے بارے میں سنا۔ ان خواتین نے آپ ﷺ کی اور اسلامی تعلیمات کی بے حد تعریف کی چنانچہ میری خواہش تھی کہ ازخود آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور اپنے کانوں سے آپ ﷺ کے فرامین عالی شان سنوں۔ یہ جملے کہہ کر حضرت ام حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کلمۂ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

آپ کی سیرت و کردار

حضرت ام حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا ایک گوشہ نشین، خاموش طبیعت، سنجیدہ مزاج اور نرم خوصفات کی مالک تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا شرم و حیا میں بھی بے مثال تھیں۔ گفتگو کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ بات چیت کے وقت بہت مختصر کلام کرتیں، نہ صرف یہ کہ خود کم گو تھیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی نصیحت فرماتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں کہ طوالت کلام غیبت کے دروازے تک پہنچا دیتی ہے۔ جبکہ ایجاز کلام سے پختہ و مضبوط فکر کی راہیں کھلتی ہیں۔

زہد و عبادت میں آپؓ کا مقام

حضرت ام حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا زہد و عبادت اور تقویٰ کے اعتبار سے ایک ممتاز خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ہمیشہ اپنے گھر میں خلوت نشین رہتیں، باہر آمد و رفت سے گریز فرماتیں، پردہ کی پابندی فرماتیں۔

ایک مرتبہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا! اے اللہ کے رسول! میں (مسجد نبوی میں) آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہشمند ہوں۔"

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے اس کا علم ہے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تمہارا اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ مسجد میں نماز پڑھو۔ دالان میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ صحن میں نماز پڑھو اور گھر کے سب سے اندر کے کمرے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ کھلے کمرے میں نماز پڑھو۔“

رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک کا حاصل یہ تھا کہ عورتوں کو نماز جیسی بنیادی واہم عبادت خلوت میں کرنی چاہیے تا کہ لوگوں کی نظروں سے حفاظت رہے اور پردہ کا اہتمام رہے۔

چنانچہ حضرت ام حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک پر سختی سے عمل کیا اور اپنے مکان کے آخری حصہ پر جو لوگوں کی نظروں سے دور اور سب سے زیادہ مستور تھا، نماز ادا کی جگہ بنوائی اور زندگی کے آخری وقت تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔ اسی کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ:

﴿وكانت تصلي فيه حتى لقيت الله تعالیٰ﴾

ترجمہ ”وہ ہمیشہ اس جگہ نماز پڑھتیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی“ (یعنی وفات پائی)

حضرات خلفاء راشدینؓ کے نزدیک آپؓ کا مقام

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ عنہا کی بے حد عزت و تکریم فرماتے تھے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خواتین کو حضرت ام حمید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے استفادہ کرنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کی تاکید فرماتے، وہ ایک عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول رہا۔ آپ رضی اللہ عنہا بھی اپنے دور کی خواتین کو حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے کی تلقین فرماتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی گاہے بگاہے آپ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جا کر

Marfat.com

آپ کی خیریت دریافت فرماتے۔

حضرت اُم حمید رضی اللہ عنہا کی زہد و عبادت

مؤرخین لکھتے ہیں

﴿عابدة من عابدات صدر الاسلام﴾

ترجمہ ”اسلام کے دور اول کی عبادت گزار عورتوں میں سے تھیں۔“

آپؓ کی وفات

حضرت اُم حمید رضی اللہ عنہا کی وفات کی صحیح تاریخ کا تو علم نہ ہو سکا۔

البتہ تاریخ کی بعض کتابوں کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور بعض کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے درو خلافت کے ابتدائی دنوں میں ہوئی۔

Marfat.com

حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے مختلف روپ میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے کام لئے، اسی طرح صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بھی مختلف انداز اور روپ تھے جن میں انہوں نے دین اسلام کی خدمت کی۔ ان خواتین کے انداز اور روپ یہ تھے۔

آپؓ مبلغۂ اسلام تھیں

بعض تو وہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔ بعض وہ تھیں جن کا وقت رسول اکرم ﷺ کے ہاں ان کی مجالس میں گزرتا تھا۔ بعض وہ تھیں جو مجاہدہ تھیں، جنگوں میں شرکت کرتیں اور مرہم پٹی سے لے کر باقاعدہ لڑائی تک میں حصہ لیتی تھیں، بعض خواتین وہ تھیں جو گھروں میں اپنے شوہروں کو اسلام کے لئے کردار ادا کرنے پر ابھارتیں اور ان کے جذبات اور کام میں ان کی معاون ہوتیں۔

ان میں سے بعض خواتین ایسی بھی تھیں جو اس زمانے کے انداز اور اپنے مالی حالات کے اعتبار سے تجارت میں دلچسپی لیتیں مگر ان خواتین کا مطمح نظر تو اسلام کی خدمت تھی ان کا زیادہ وقت بھی اسلام کی نشر واشاعت میں صرف ہوتا تھا مگر ان کا اسلوب یہ تھا کہ تجارت کے ساتھ ساتھ اس بنیادی فرض کی انجام دہی کے لئے بھی کوشاں رہتیں اور تجارت کے دوران ہی وہ وعظ ونصیحت اور اسلام کی تبلیغ کرتی رہتیں۔

حضرت اسماء کے اخلاق اور شہرت

حضرت اسماء بنت مخرمہ کا شمار ایسی ہی خواتین میں ہوتا ہے، یہ تجارت کرتی تھیں،

Marfat.com

مدینہ منورہ سے باہر کی رہنے والی خاتون تھیں اور اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی تجارت ہی کرتی تھیں۔

ابتداء ہی سے دیانت دار وامانت دار خاتون تھیں، نہ کسی سے دھوکا کرتیں اور نہ ہی کسی سے غلط بیانی کرتیں بلند کردار اور اونچے ذہن کی مالک تھیں، دیانت اور امانت کے حوالے سے ان کی بہت شہرت تھی، تجارت میں امانت دار ہونے اس وقت بھی اور اب بھی بڑے فخر کی بات ہے اور بڑی ہی اچھی فضیلت ہے۔

اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام

تجارت کی غرض سے کہیں نکلی ہوئی تھیں کہ اسلام کے بارے میں سنا اور پھر مدینہ منورہ کی ایک نواحی بستی میں کسی مکان میں اپنے کاروبار کے حوالے سے تشریف لے گئیں تو وہاں چند مرد اور عورتوں کو اسلام اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتے دیکھا اور ان سے قرآن کریم کی چند آیات سنیں جس سے ان کے دل پر انتہائی گہرا اثر پڑا۔

چنانچہ ان سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں مزید معلومات لیں اور اسی وقت مدینے کی طرف چل پڑیں اور سیدھی خدمت نبوی میں جا پہنچیں۔

بڑی ذہین اور سمجھدار خاتون تھیں، مردم شناس بھی تھیں، نقطۂ نظر سمجھنے میں نہایت تیز فہم بھی، چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا، چند باتیں کیں فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں اور باقاعدہ بیعت اسلام کی اور مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئیں۔

حضرت اسماء کا کاروبار

حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا کاروبار عطر کی تجارت تھا، اس زمانے میں یمن عطر کی تجارت کا مشہور مرکز تھا اور وہاں بہت اچھے اور عمدہ عطر تیار ہوتے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یمن سے عطر لا کر حجاز میں بیچا کرتی تھیں۔ مدینہ اور اس کے نواح میں ان کا کام بہت چلتا تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی دینداری کی وجہ سے لوگ ان سے کاروبار کرنے کو پسند کرتے تھے، اور ان کا مال ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا اگر انہیں اپنے مال میں کسی قسم

Marfat.com

کا شبہ ہوتا تو وہ مال روک دیتیں اور اُسے فروخت نہیں کرتی تھیں بلکہ نیا مال منگواتیں ان کے کاروبار میں اس دیانتداری کی وجہ سے یہ بڑی مشہور ہوگئیں اور ان کا کاروبار اتنا بڑھا کہ یہ ایک بڑی تاجر شمار ہونے لگیں۔ یہی ایمانداری تو کاروباری نقطہ نظر سے کاروبار کی ترقی کے لئے بڑی معاون ہوتی ہے۔

خدمت وتبلیغ دین بذریعہ کاروبار

حضرت اسماء کا کاربار صرف کاروبار نہ تھا بلکہ تبلیغ دین کا اہم طریقہ تھا، یہ اپنے عمل سے تو تبلیغ کر ہی رہی تھیں لیکن یہ جہاں کاروبار کے سلسلے میں جاتیں اسلام کی تبلیغ کرتیں اور مسلمانوں کو بھی نئے احکام اور دین کی باتوں سے آگاہ کرتی رہتیں۔

خدمتِ خلق بذریعہ کاروبار

حضرت اسماء ایک سخی اور فیاض خاتون تھیں، انہوں نے اپنے کاروبار کی آمدن میں بیواؤں اور یتیموں کا باقاعدہ حصہ رکھا ہوا تھا، وہ وقت پر ان لوگوں کے ہاں جا کر خود اپنے ہاتھ سے ان کو امداد بہم پہنچاتیں، اس طرح وہ غریبوں اور ناداروں کا خیال رکھا کرتیں، اسی طرح جہاد کے لئے بھی بہت فراخدلی سے خرچ کیا کرتیں۔

عبادت کا ذوق وشوق

حضرت اسماء بڑی عبادت گزار خاتون تھیں، فرائض تو پابندی سے ادا کرتی ہی تھیں لیکن عام نوافل اور رات کے قیام (تہجد) کا بڑا اہتمام کیا کرتیں، انتہائی کم گو خاتون تھیں، ضرورت سے زائد بات نہیں کرتی تھیں بلکہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ خواتین ان کی عبادت اور نیکی سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔

حضرت اسماء ایک معلمہ

حضرت اسماء کا ایک مرتبہ معلمہ کا بھی تھا، خواتین ان سے دینی وشرعی مسائل دریافت کرتیں تو حضرت اسماء ان کا صحیح جواب دیتیں اور خواتین کی صحیح رہنمائی فرماتیں۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد مدینہ کی خواتین ازواج مطہرات کے علاوہ ان سے بھی مسائل پوچھا کرتی تھیں اور گھریلو مسائل میں بھی ان سے مشورہ کرتیں چنانچہ یہ ان کی دونوں قسم کے مسائل اعانت کرتیں اور صحیح رہنمائی کرتیں۔

اسماء ایک امانت دار خاتون

حضرت اسماء کی شہرت جیسا کہ پہلے گزرا ایک امانت دار خاتون تھیں، خواتین ان کے پاس اپنی امانتیں رکھوا کر جایا کرتی تھیں اور یہ سلسلہ مسلم خواتین تک ہی محدود نہ تھا بلکہ غیر مسلم خواتین بھی ان پر اعتماد کرتیں اور اپنی امانتیں ان کے پاس رکھوا جاتی تھیں چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جاتا لیکن ان کو ان کی امانت اسی حالت میں واپس مل جایا کرتی تھی۔

حضرت اسماء صلح جو خاتون

حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا مسلک صلح کل تھا، وہ کسی سے جھگڑنے، بحث بازی یا تلخ کلامی کو پسند نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو جھگڑتے دیکھنا پسند کرتیں۔ اگر کسی کا جھگڑا ہو جاتا تو وہ انہیں سمجھاتیں اور ان کی صلح کرواتیں، خواتین کے جھگڑوں میں وہ ان کا بیچ بچاؤ کرانے کے علاوہ ان کو نصیحتیں بھی کرتیں اور پیار سے سمجھاتیں کہ ہمیں آپس میں پیار محبت سے رہنا چاہئے۔

بڑی نرم خو اور خوش مزاج خاتون تھیں، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت سے پیش آتیں اس لئے سب چھوٹے بڑے ان کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔

آخری لمحات

حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا اسی طرح دین کی خدمت اور تبلیغ کرتی رہیں حتی کہ خالق حقیقی سے جا ملیں۔ ان کی تاریخ وفات کا صحیح علم تو نہیں ہے کہ کس سن میں ان کی وفات ہوئی البتہ آثار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے عہد فاروقی میں زندہ تھیں اور ایک روایت کے مطابق عہد فاروقی کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان پر کروڑ ھا رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین) (ازواج صحابہ کرامؓ سے ماخوذ)

Marfat.com

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا

تعارف اور خدمات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی ایک مجاہدہ اور صحابہ کے مابین قابل احترام خاتون جو کوئی حق بات کہنے میں نہ چوکتی تھیں۔

یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں حضور اکرم ﷺ کے خانگی حالات سے اچھی طرح واقف تھیں۔

حدیث کا علم

حضور اکرم ﷺ کی بعض احادیث حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے شاگردوں کا بھی ایک حلقہ تھا، ان کے شاگردوں میں عبدالملک بن مروان بھی ہیں جو بنو امیہ کے ایک بڑے حکمران گزرے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی کے بارے میں آپؓ کی رائے

اس بارے میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "حضور اکرم ﷺ کے تعلقات ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے ساتھ نہایت خوشگوار تھے۔ آپ ﷺ اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی فرماتے، مہمانوں کا اکرام واحترام فرماتے، خادمین اور خادماؤں کے ساتھ رفق ونرمی کا برتاؤ فرماتے۔

Marfat.com

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی غزوات میں شرکت

جن غزوات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شرکت فرمائی ان میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بھی شریک رہیں۔ ان کی خدمات میں مجاہدین کو پانی پلانے، ان کے لئے کھانا تیار کرنے، ہتھیار کی فراہمی اور زخمیوں کی مرہم پٹی جیسے کام شامل تھے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بحیثیت جرأت مند خاتون

آپ رضی اللہ عنہا ایک جرأت مند خاتون تھیں۔ انہوں نے کلمہ حق کہنے میں کبھی کسی مصلحت کا لحاظ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اگر خلفاء میں کسی قسم کی غلط بات دیکھتیں تو بلا جھجک اس پر ٹوک دیا کرتی تھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ

تما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی بے حد عزت وتکریم فرماتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے کے بعد بھی ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے ضروریات کے متعلق گاہے گاہے دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کے مکان پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس درجہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا احترام کرتے تھے کہ راستے میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر ٹھہر جاتے اور اس وقت تک رکے رہتے جب تک کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا انہیں چلنے کی اجازت نہ دے دیتیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے اقوال وارشادات

(۱) تلاوت قرآن کی پابندی لازمی کرو۔ (۲) دنیا کے فائدے عارضی ہیں، ان کے لئے زیادہ تگ ودو نہیں کرنی چاہیے۔ (۳) کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ (۴) کمزور اور ناتواں شخص سے بدلہ نہ لینا ہی اصل بہادری ہے۔ (۵) اپنے اعمال کا ہمیشہ محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ (۶) اپنا کام خود کرنا چاہیے۔ (۷) اکل حلال میں بیشمار برکتیں پوشیدہ ہیں۔

Marfat.com

(۸) ضرورت سے زیادہ کلام کرنا دروغ گوئی کی راہ پر لگا دیتا ہے۔ (۹) زبان کو قابو میں رکھنا تقویٰ کی نشانی ہے۔ (۱۰) قتل وخون ریزی ناقابل معافی گناہ ہے۔ (۱۱) نیکی کی بات کو چھپانا امانت میں خیانت کرنا ہے۔ (۱۲) کسی کا محتاج بننے سے گریز کرنا چاہئے۔ (۱۳) کسی سے مانگنا ذلت کا سبب ہے۔

آخری لمحات

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اسی طرح دین پر چلتے ہوئے دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ زندگی گزرتی رہیں حتیٰ کہ وہ خالقِ حقیقی سے جا ملیں ان کی وفات کے سن کا تعین کے ساتھ علم نہ ہوسکا۔

Marfat.com

حضرت بحینہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ایک عظیم المرتبت صحابیہ ایک مبلغہ جو تقویٰ اور زہد کے عظیم مرتبے پر فائز تھیں۔ خدمت خلق اور خیر خواہی کے جذبے سے سرشار۔

آپ ؓ کا زہد و تقویٰ

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ بے حد عبادت گزار تھیں۔ نماز مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں پڑھتی تھیں۔ تلاوت قرآن کریم کثرت سے کرنا اور نفلی روزے رکھنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ غیبت سے پرہیز کرتیں حتیٰ کہ کسی ایسی مجلس میں بھی کثرت نہ فرماتیں جس میں کسی کی غیبت ہونے کا امکان ہو۔ گفتگو کرنے میں بے حد احتیاط سے کام لیتیں۔

خدمت خلق کا جذبہ

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا خدمت خلق کے جذبہ سے بھی سرشار تھیں فرماتی تھی کہ کسی مسلمان کے کام آنا بہت بڑی عبادت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو دوسروں کے کام آنے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ عبادت میں معروف تھیں کہ ایک عورت آئی اور اپنی کسی ضرورت کا ان سے تذکرہ کیا۔ حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا فوراً اٹھیں اور اس عورت کے کام میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ اسی طرح ایک مرتبہ مسجد نبوی جا رہی تھیں۔ ایک مکان سے بچے کے

Marfat.com

رونے کی آواز آرہی تھی۔ فوراً اس مکان میں گئیں اور بچے کی ماں سے کہا کہ تم بچے کو سنبھالو میں تمہارے گھر کا کام کرتی ہوں۔

اسلام سے محبت

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا کی اسلام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اس کے بارے میں کوئی غلط بات سننا گوارا نہیں کرتی تھیں۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ کی کسی گلی میں ایک یہودی عورت کھڑی تھی، اتفاق سے حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس یہودی عورت نے جب حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو اسلام کے بارے میں نازیبا کلمات کہے۔ یہ سننا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو شدید غصہ آیا اور چہرہ سرخ ہو گیا اور اس یہودی عورت سے یوں مخاطب ہوئیں:

"تمہارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو سچے اور اولوالعزم نبی تھے۔ لیکن تم لوگوں نے اپنے مذہب میں اپنے نبی کے بعد بگاڑ پیدا کر لیا۔ تم لوگ تحریف کے مرتکب ہوئے اور اپنے مذہب کے احکامات کو بدل ڈالا۔ حرام کو حلال کر لیا اور حلال کو حرام سے بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کی اور پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی بھی اگر تم لوگ صداقت پسند ہوتے تو اپنے مذہب کے احکامات کو ہرگز نہ بگاڑتے۔

حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد پچھلے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لئے یہ لازمی اور ضروری ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب تسلیم کریں۔ اہل کتاب میں سے جو سمجھدار اور اصحاب بصیرت لوگ ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان لا چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اپنے پیغمبر کو ماننے کا اور دوسرا اجر محمد ﷺ پر ایمان لانے کا۔ حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا نے ساری گفتگو اس قدر وارفتگی کے ساتھ کی اور مخلصانہ انداز سے فرمائی کہ وہ یہودی عورت خاموش ہو گئی اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی کچھ دیر کے

Marfat.com

بعد وہ اپنے گھر چلی گئی لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔"

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا اور علم حدیث

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست احادیث سنیں اور انہیں روایت بھی کیا۔ حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ارشادات سننے کی غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتی تھیں۔

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا کے وہ شاگرد جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہا سے حدیث کا علم حاصل کیا، اچھی خاصی تعداد میں ہیں۔ ان میں عمیرہ بنت عبداللہ بن کعب بن مالک اور صفیہ بنت شیبہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا اور میدان جہاد

حضرت بحینہ رضی اللہ عنہا نے میدان جہاد میں بھی کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ انہوں نے غزوۂ خیبر میں بھی حصہ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے انہیں مال غنیمت کے طور پر تیس وسق عطا فرمائے گئے۔ اس حوالہ سے آپ رضی اللہ عنہا کے حالات اسد الغابہ اور طبقات ابن سعد میں ملتے ہیں۔

وفات

حضرت بحینہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

Marfat.com

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا

اسلام کی قبولیت اور ہجرت کی اولیت پانے والی خاتون اسلام کی خاطر سخت تکالیف برداشت کرنے والی ایک محدثہ جس کے شاگرد صحابہ اور تابعین ہیں ایک عبادت گزار زاہد خاتون۔

نام ونسب

یسیرہ بنت صفوان بن نوفل بن اسد۔ خاندان قریش سے ان کا تعلق تھا۔

قبولِ اسلام اور ہجرت

ان کا شمار ان خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ چنانچہ جیسے ہی ان کے خاندان کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو یہ بھی ایمان لے آئیں۔ اس کے ساتھ ہی انہیں ہجرت میں بھی اولیت کا شرف حاصل ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے محبت وتعلق

آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک ان کے نزدیک سب سے زیادہ لائق ادب واحترام تھی۔ حضور اکرم ﷺ سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتی تھیں یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اور دختران رسول ﷺ کی بھی بے حد عزت وتوقیر فرماتیں اور خاندان نبوت سے تعلق رکھنے والے افراد کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتیں۔

Marfat.com

زہد وعبادت اور کردار

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا انتہائی درجہ کی صابرہ خاتون تھیں۔ اسلام کے راستہ میں جس قدر تکالیف آئیں انہیں نہایت صبر ضبط کے ساتھ برداشت کیا۔ نہایت بلند کردار کی مالک تھیں۔ ان کی زندگی عام لوگوں کے طرز سے بہت مختلف تھی۔ ضرورت کے بقدر بات کرتیں، لایعنی کاموں سے دور رہتیں۔ زیادہ تر وقت تلاوت قرآن، درس حدیث اور عبادات میں گزارتیں، حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ بھی شب بیداری تہجد اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتا۔

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا اور علم حدیث

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے گیارہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

تلامذہ

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے۔ جن حضرات نے ان سے سماع حدیث کیا۔ ان میں بعض مشہور اور نامور شخصیتیں بھی شامل ہیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، عروہ بن زبیر، مروان بن حکم حضرت سعید بن مسیب اور حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہم اللہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا کے زریں اقوال

(۱) دنیا عارضی ہے۔ اس کا ساز و سامان تو ترقی کرتا ہے جائے گا لیکن لوگ فنا ہوتے جائیں گے۔ (۲) آخرت میں صرف وہی اعمال کام آئیں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کیے جائیں۔ (۳) اللہ سے ڈرو اور اس کے بندوں کی بھلائی کا خیال رکھو۔ (۴) اللہ کی رضامندی چاہتے ہو تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت اولین شرط ہے۔ (۵) ہر عمل میں پر خلوص جذبات اور شفاف نیت ضروری

Marfat.com

ہے۔(۶) سچ بولنے والا لوگوں کے مال میں خیانت سے پرہیز کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔(۷) اصحاب حدیث کے لئے ضروری ہے کہ وہ اصحاب صدق بھی ہوں۔

وفات

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا پوری زندگی اسی طرح دین کی خدمت کرتی رہیں حتی کہ خالق حقیقی سے جاملیں۔ تاریخ وسیر کی کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ ان کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(ازواجِ صحابہ کرامؓ سے ماخوذ)

Marfat.com

زوجۂ سیدنا عثمان

حضرت نائلہ بنت الفرافصہ رضی اللہ عنہا

گمنامی سے نکل کر یک دم امیر المومنین کی زوجہ بن جانے والی خاتون جن کی انگلیاں ذوالنورین کو بچاتے ہوئے کٹ گئیں۔ جن کی بددعا سے حضرت عثمان کے گستاخ کے ہاتھ شل ہو گئے۔ ایک محدثہ اور زاہدہ و عابدہ خاتون۔

نائلہ کی وجہ انتخاب

حضرت نائلہ بنت الفرافصہ ابتدائے اسلام میں بالکل معروف نہ تھیں۔ سوائے آپ کے قبیلے کے یہ ایک گاؤں میں جو کوفہ کے قریب ہے رہتی تھیں۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ایک خاتون سے شادی کی جن کا نام ہند بنت الفرافصہ رضی اللہ عنہا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ سعید بن العاص، عقل رکھنے والے، مضبوط رائے اور بہترین انتخاب کرنے والے شخص ہیں۔ یقیناً انہوں نے بنو کلب کی جس خاتون سے نکاح کیا ہے وہ بھی یقیناً صاحب فراست، صاحب عقل اور صاحب جمال ہوں گی۔ اس لئے انہوں نے سعید رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا۔

Marfat.com

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے بنوکلب کی کسی خاتون سے نکاح کیا ہے۔ مجھے اس کے حسب وجمال کے بارے میں لکھ بھیجو اور بتاؤ۔''

تو سعید رضی اللہ عنہ نے مختصر اسا جواب تحریر کیا۔

ان کا حسب تو یہ ہے کہ وہ فرافصہ بن الاحوص کی بیٹی ہیں اور ان کا جمال یہ ہے کہ وہ گوری اور دراز قد خاتون ہیں۔ والسلام

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف خط لکھا کہ اگر ان کی کوئی بہن موجود ہو تو میرا ان سے نکاح کروادو۔ تو سعید رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل اور فرافصہ کو بلوا کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ امیر المومنین سے اپنی بیٹی کی شادی کروادو۔

فرافصہ اس وقت نصرانی تھے۔ ان کے بیٹے اور بیٹیاں مسلمان تھیں تو انہوں نے اپنے بیٹے ضب سے کہا کہ تم ان کے مذہب پر ہو تم نائلہ کے ولی بن کر اپنی بہن کا نکاح کر دو۔ اور یوں نائلہ بنت فرافصہ سے نائلہ زوجہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بن کر مدینہ میں آگئیں۔ گویا آپ کا انتخاب کسی مال ودولت یا خاندان کی بناء پر نہیں تھا بلکہ عقل ودانش اور فراست وجمال پر تھا۔

(تاریخ دمشق ص ٦ ۴۰۶، نسب قریش ص ١٠٥ الموشی ص ١٢۴)

نائلہ کا شوقِ عبادت وحصول حدیث وعلم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شادی کے بعد جب نائلہ رضی اللہ عنہا مدینے میں رہنے لگیں یہ سن ٢٧ ھ کا وقت تھا۔ اسی وقت سے آپ کی سیرت آفاق عالم میں پہنچنا شروع ہو گئیں۔ آپ کی عبادت کرنا لمبی لمبی نمازیں پڑھنا اور حصول علم کے لئے صحابیات اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا یہ سب آپ کے مرتبے کو بڑھانے کی معراج بنے۔

آپ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جانا شروع کیا اور ان سے

Marfat.com

احادیث روایت کیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے شوہر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث روایت کیں۔ اور آپ سے نعمان بن بشیر انصاری وغیرہ نے روایت کی۔

آپ کی مرویات میں سے ایک یہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک نماز میں ہماری امامت کی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں''۔

نائلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی میں بہترین خیر خواہ اور امانت دار ثابت ہوئیں وہ صرف ان سے محبت اور الفت کی خواہش رکھتی تھیں اور اپنے آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت کے لئے خاص کر رکھا تھا۔

نائلہ سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی محبت

نائلہ رحمہا اللہ جب اپنے گھر کوفہ سے رخصت ہونے لگیں تو ان کے والد نے انہیں نصیحتیں کیں اور کہا کہ میری بچی! تم قریش کی عورتوں میں جارہی ہو وہ صفائی میں تم سے زیادہ قادر ہیں۔ میری طرف سے دو خصلتیں یاد رکھنا۔

ایک سرمہ دوسرا پانی، تو سرمہ لگانا اور پانی سے صفائی رکھنا تاکہ تیری خوشبو پرانی چھوٹی مشک کی طرح جس پر بارش ہوئی ہو ہو جائے۔ چنانچہ نائلہ اپنے والد کی قیمتی نصیحتوں پر قائم رہیں۔

نائلہ ایک ذہین اور نہایت عقلمند خاتون تھیں۔ وہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں تو انہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور حسن ادب کی وجہ سے بہت اچھی لگیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔

نائلہ حضرت عثمان کو سب سے زیادہ محبوب ہوئیں اور آپ کی ایک بچی کی ماں بنیں جس کا نام مریم بنت عثمان رکھا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جتنی عورتوں کے ہاں داخل ہوا اس سے زیادہ کوئی عقلمند تھی نہ کوئی اس لائق تھی کہ میری عقل پر غالب آجائے۔

Marfat.com

نائلہ کی جاں نثاری

سن ۳۵ھ میں خوارج کا زور اور ان کا فتنہ بہت بڑھ گیا تھا بالآخر خوارج نے ذی الحجہ کے مہینے میں جبکہ اکثر صحابہ کرام حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان پر قاتلانہ حملہ کیا یہ جمعہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جب انہوں نے حملہ کیا تو حضرت نائلہ نے اپنے آپ کو حضرت عثمان پر گرا دیا تا کہ ان کا بچاؤ ہو سکے۔

ایک قاتل نے حضرت عثمان پر وار کیا جو کہ ان کے ہاتھ پر لگا۔ قریب ہی قرآن پاک رکھا ہوا تھا۔ آپ کے ہاتھ وہ ہاتھ تھے جو سب سے پہلے قرآن پاک لکھنے والے تھے اور آپ کے خون کا پہلا قطرہ قرآن کی اس آیت پر گرا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

ترجمہ۔ اور تو اللہ انہیں کافی ہو جائے گا اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(البقرہ آیت ۱۳۷)

پھر دوسرا آدمی تلوار لہراتا ہوا آیا اور حضرت عثمان پر تلوار کا وار کیا مگر حضرت نائلہ رحمہا اللہ نے تلوار ہاتھ میں پکڑ لی اور جب اس آدمی نے تلوار دوبارہ کھینچی تو حضرت نائلہ کے ہاتھ کی انگلیاں شہید ہو گئیں اور کٹ کر دور جا گریں۔

اسی اثناء میں ایک اور آدمی نے تلوار ماری جو حضرت عثمان کے جسم میں آر پار ہو گئی اور آپ مظلوم مدینہ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اس پورے دن میں مدینہ میں خوارج ہنگامہ مچاتے رہے اور انہوں نے حضرت عثمان بن عفان کو دن میں دفن کرنے بھی نہ دیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ خوارج کی شورش بہت بڑھ گئی تھی اور وہ جنازہ دفنانے بھی نہیں دے رہے تھے تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تم نے عثمان کو دفنانے نہ دیا تو میں سر سے چادر اتار کر گلی میں آ جاؤں گی تو آپ رضی اللہ عنہا کی اس

Marfat.com

دھمکی سے خوارج ڈر گئے اور انہیں رات میں دفنانے دیا۔ جنازے میں چند ہی افراد کو شریک ہونے دیا گیا۔

حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان پر خوب آنسو بہائے۔ جب رات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے لئے نکلے تو نائلہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چراغ تھا اور وہ آواز لگاتیں۔ واعثماناہ وامیر المؤمنیناہ۔

صابر باوفا نائلہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے چالیس دن قبل انہیں اپنے گھر میں نظر بند کر دیا گیا تھا اور چالیس دن تک آپ کا پانی بند رہا۔ آپ پر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے پر بھی پابندی لگا دی گئی تھی اور اس مشکل وقت میں حضرت نائلہ قدم قدم پر آپ کے ساتھ تھیں وہ آپ کی دل جوئی کرتیں اور یہ آپس میں غم غلط کرتے۔ اس تمام عرصہ میں حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ ساتھ رہیں اور مشکلات پر صبر کیا۔ نائلہ نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بھی آپ کے ساتھ وفا کی بڑی اچھی مثال قائم کی۔ آپ نے عدت بھی اپنے شوہر کے گھر گزاری اور ساری زندگی آپ کے نام پر کر دی اور پھر ساری زندگی دوسری شادی نہیں کی۔

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل ہر جگہ بیان کرتیں اور آپ کے فضائل بیان کرنے کو ترجیح دیتیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ تم نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جو ایک رکعت میں قرآن پڑھتا تھا۔

مستجاب الدعوات نائلہ

آپ کو اللہ نے اپنی بارگاہ میں مقبولیت عطا فرمائی تھی۔ آپ اپنے زہد و عبادت کی وجہ سے بڑے مرتبے پر فائز تھیں تاریخ میں آپ کی ایک کرامت لکھی ہے۔

حافظ ابن عساکر نے بنی راھب سے تعلق رکھنے والے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور وہاں ایک نابینا شخص بھی بیت اللہ کا

Marfat.com

طواف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ تو مجھے معاف کر دے مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو مجھے معاف کرے گا۔

تو میں نے اس سے کہا کہ تو اللہ سے نہیں ڈرتا جو ایسی بات کر رہا ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ جب حضرت عثمان بن عفان کو شہید کر دیا گیا تو میں نے اور میرے ساتھی نے ارادہ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو تھپڑ ماریں گے اور ہم ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ تو دیکھا کہ شہید عثمان رضی اللہ عنہ کا سر ان کی زوجہ نائلہ الفرافصہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رکھا ہوا تھا اور وہ رو رہی تھیں۔ ہم نے کہا کہ "ان کا چہرہ کھولو، ہم ان پر تھپڑ ماریں گے" تو انہوں نے کہا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے فضائل میں کہا؟ تو میرا ساتھی شرما کر چلا گیا۔ مگر میں نے کہا کہ میں ماروں گا تو وہ مجھ سے جھگڑنے لگیں۔ مگر میں نے انہیں تھپڑ چہرے پر مار ہی دیا۔ تو نائلہ نے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اللہ تیرے ہاتھ سکھا دے اور تجھے اندھا کر دے اور تیرا گناہ معاف نہ کرے۔" اس شخص نے کہا کہ میں ابھی دروازے پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ خدا نے میرے دونوں ہاتھ سکھا دیئے اور میری آنکھیں چلی گئیں اور اب میں نہیں سمجھتا کہ اللہ میرا گناہ معاف کرے گا۔ (تاریخ دمشق ص ۴۱۰)

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کا ہاتھ دیکھا تھا وہ عود کی سوکھی لکڑی کی طرح تھا۔

اس طرح اللہ نے ان کی دعا قبول کی نائلہ اور اللہ رب العزت کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا اور اللہ تعالیٰ اس صابر خاتون کے اجر کو ضائع نہ فرمائیں گے اور جس کی دعا کو اس نے قبول فرمایا۔

نائلہ کی فصاحت و بلاغت

حضرت نائلہ بنت الفرافصہ رحمہا اللہ کی فصاحت اور بلاغت میں کوئی شک نہیں اور بے شک وہ قلب کے اعتبار سے کامل الخلقت تھیں اور پاکیزہ دل تھیں۔ وہ فصیح ماں باپ کی اولاد بھی تھیں اور فصیح اور بلیغ شوہر کی بیوی بھی تھیں۔ اور نائلہ کو فصاحت کا اعزاز قرآن

Marfat.com

کریم کے فیض سے اور بلاغت سنت مطہرہ کے جمال سے بخشی گئی تھی۔اس کی دلیل میں ہم وہ خط پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو اپنی کٹی ہوئی انگلیوں اور حضرت عثمان کی اپنے خون میں بھیگی ہوئی قمیض کے ساتھ لکھ کر بھیجا تھا۔ان کے فصیح و بلیغ کلمات یہ ہیں۔

ترجمہ:۔ یہ خط نائلہ بنت الفرافصہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف لکھا گیا ہے۔

امابعد۔ میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتی ہوں جس نے تم پر انعام کیا اور تمہیں اسلام سکھایا اور تمہیں کفر کی گمراہی و تاریکی سے اسلام کی روشنی میں لے آیا۔اور تمہیں دشمن پر مدد عطا کی اور تم پر ظاہری و باطنی نعمتوں کو پورا کیا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر اس کا حق اور اس خلیفہ کا حق یاد دلاتی ہوں جس کی تم مدد نہ کر سکے۔

نائلہ رضی اللہ عنہا کا خط

اللہ کی تمہیں قسم ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرواؤ اور اگر ایک فریق دوسرے پر چڑھ دوڑے تو باغی گروہ سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف آجائے۔(الحجرات آیت نمبر۹)

اور امیر المومنین کے خلاف بغاوت ہوئی اگر تم پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ولایت کا حق ہے تو ہر مسلمان پر جو اس کی امامت چاہتا تھا لازم تھا کہ اس کی مدد کرتا اور کیسے نہ کرتا؟ اور تمہیں تو ان کا قدیم الاسلام ہونا معلوم ہے۔ان کا آزمائشوں سے اچھا مقابلہ اور یہ کہ انہوں نے اللہ کا پیغام قبول کیا اور اس کی کتاب کی تصدیق کی اور اس کے رسول کی اتباع کی اور اللہ جانتے ہیں کہ جب اس نے عثمان کا انتخاب کیا تو ان کو دنیا اور آخرت کا شرف عطا کیا۔ پھر حضرت نائلہ کا بقیہ خط ہے جس میں انہوں نے حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ پر اثر اور بلیغ انداز میں مختصر بیان کیا ہے جو گفتگو اور کلام پر ان کی گرفت کی شہادت دیتا ہے۔

Marfat.com

بلاغت کا ایک اور واقعہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ اپنے ان کپڑوں میں جن پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون لگا ہوا تھا۔ اپنی قوم کی چند اور خواتین کو لے کر مسجد نبوی میں گئیں اور قبلہ رخ ہو کر کھڑی ہو گئیں اور ایک عورت لوگوں کو آواز دینے لگی۔ تھوڑی دیر میں مسجد لوگوں سے پر ہو گئی۔

حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے چہرے پر کپڑا لٹکایا ہوا تھا اور آستین کو سر پر رکھا ہوا تھا حتیٰ کہ لوگوں نے ان سے کچھ بیان کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ نبی ﷺ پر درود پڑھا پھر فرمایا:

عثمان ذی النورین عذر پیش کرنے کے بعد بھی تمہارے درمیان شہید ہو گئے۔ اگرچہ تمہیں ان سے تکلیف پہنچی ہو۔ اے اہل ملت مومنین کی جماعت، میرے یہاں کھڑے ہونے کو عجیب مت سمجھو اور میرے کلام کو زیادہ مت سمجھو، میں عبرت کا مرقع وہ آزاد عورت ہوں جسے بہت عظیم تکلیف اور عثمان کی جدائی کا زخم پہنچا ہے۔

جسے صحابہ کرام کی بافضیلت ستونوں نے یوم ارشاد اور لوگوں نے مشورہ کے دن چنا تھا۔ یہ طویل خطبہ ہے۔ جس کے آخر میں انہوں نے کہا...... اے لوگو تم ایک اندھے، بہرے فتنے کا جس نے آسمان کو ڈھانپا ہوا ہے شکار ہوئے ہو۔ شر کا یہ بھیڑیا منہ کھولے ہوئے اور برائی کے دانت نکالے ہوئے ہے اگر تم عثمان کی اس بات کا انکار کرو گے تو کوئی اور تمہاری ماننے سے انکار کرے گا۔ نہ تمہیں عقاب فائدہ دے گا نہ تمہارا عذر سنا جائے گا۔

ایک اور موقع پر روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے یہ اشعار پڑھے:

ایا قبر النبی وصاحبیہ عذیری ان شکوت ضیاع ثوبی

ترجمہ: ”اے نبی اور اس کے دو ساتھیوں کی قبر اگر میں اپنے کپڑوں کے ضیاع کا شکوہ کروں تو میری معذرت قبول کر۔“

فانی لا سبیل لتنفعونی ولا ایدیکم فی منع حوبی

Marfat.com

اب کوئی راستہ نہیں کہ تم مجھے فائدہ دے سکو اور نہ میرا غم دور کرنے کی تم میں طاقت ہے۔

پھر روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے انا للہ کہا اور کہا اے اللہ گواہ رہنا۔

آخر میں بس یہ کہ یہ نائلہ بن الفرافصہ ہیں جو وفا میں بے مثل، رائے اور شجاعت میں مثال حکمت و بلاغت میں ضرب المثل ہیں جو اپنے سخی شوہر کی طرح سخی، زاہد اور عبادت گزار خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں حضرت عثمان کے ساتھ نائلہ کو جمع کرے۔ آمین بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

وفات

حضرت نائلہ کی وفات کی تاریخ کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔

Marfat.com

صحابیہ، مفسّرہ، محدثہ

سیّدہ ام سعد جمیلہ رضی اللہ عنہا

ایسی خاتون جو شہید کی بیٹی کی حیثیت سے پیدا ہوئی جس کی تربیت افضل الخلق بعد الانبیاء کے گھر میں ہوئی ایک عظیم محدثہ قاریہ اور مفسرہ فقیہہ مدینہ کی ماں ایک زاہد خاتون جنہیں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی دعائیں حاصل تھیں۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ آپ کے والد ماجد ہیں

سرورِ کائنات سرکارِ دو جہاں نبی الملاحم ﷺ اپنے تین سو تیرہ جاں نثار، مظلوم، بے سروساماں اصحاب کے ساتھ غزوہ بدر میں حاضر ہیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا سر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں ہے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں ہے۔ آپ دعا فرما رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ.

"اے ربِ جہاں، اے خالقِ کل یہ تیرے چند ماننے والے بندے ہیں بے سروساماں ہیں۔ نحیف و ناتواں ہیں۔ تیرے سوا آج ان کا کوئی مددگار نہیں ہے اگر آج یہ ختم ہو گئے تو قیامت تک تیرا نام لیوا کوئی نہ ہوگا"۔

Marfat.com

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کی درخواست کو سنا اور اس کی مدد کے لئے فرشتوں کی ایک جماعت روانہ فرمادی۔ پھر دوسری پھر تیسری، پہلی جبرائیل علیہ السلام لے کرآئے دوسری میکائیل لے کرآئے، تیسری اسرافیل لے کرآئے۔

اور یہاں "جانثارانِ محمد ﷺ اپنے رب کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے آئے ہیں۔ انہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ہمارے بعد ہماری بیویوں کا کیا ہوگا؟ ہمارے بچوں کا کیا ہوگا؟ کیونکہ وہ اس راز سے واقف ہوچکے تھے کہ تمام خزانوں کا مالک ایک تنہا اللہ ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں جس نے ہمیں پالا ہے وہ ہمارے بچوں کو بھی پالے گا۔

انہی جانثار و فدایانِ محمد ﷺ میں ایک فدائی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ وہ اپنے پیچھے مدینے میں اپنی ایک وفا و اطاعت شعار بیوی اور ایک پیاری بیٹی کو چھوڑ آئے ہیں کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔

بدر کا معرکہ اسلام کیلئے ایک عزت و وقار کا پیغام لایا۔ مشرکین مکہ کو انتہائی عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت اور جمیلہ کی ولادت

یہ جنگ اُحد ہے۔ مسلمان ایک بڑی تعداد کے ساتھ یہاں حاضر ہیں اور جب سعد بن ربیع اس معرکے میں شامل ہوئے ہیں تو ان کا دل کسی انجانی حسرت سے دھڑک رہا ہے اور آج یہ اپنے پیچھے اپنی بیٹی اور اس بیوی کو چھوڑ آئے ہیں کہ جس نے ان کی ایک اور امانت اپنے بطن میں اٹھائی ہوئی ہے۔ اول معرکہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی لیکن نبی کریم ﷺ کی ایک ہدایت سے غفلت کی وجہ سے شکست کے درجے میں مسلمان پہنچ گئے ہیں اور یہیں سعد بھی اپنی جان کا نذرانہ پیش کرچکے اور اپنے رب کے ہاں بہترین ٹھکانا پاچکے۔

سعد بن ربیع کی زوجہ کے ہاں ان کی شہادت کے چار مہینے بعد ان کی امانت کی ولادت ہوئی۔ اور یہ ایک بیٹی تھی جو کہ نہایت حسین و جمیل تھی۔ اسی لئے والدہ نے ان کا نام

Marfat.com

جمیلہ رکھ دیا تھا۔

آپؓ نے صدیق اکبرؓ کی گود میں پرورش پائی

پھر نبی کریم ﷺ کے یار غار ابوبکر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جمیلہ کی والدہ کے پاس آئے اور اس شہید کی بیٹی کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

یہ جمیلہ بنت سعد رضی اللہ عنہا بن ربیع ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہترین پرورش میں ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے بہترین کریمانہ اخلاق، فصاحت و بلاغت کی تربیت لے رہی ہیں، اس کی مثال دیکھئے۔

ایک دن ہمارے پیارے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ اپنے محبوب صدیق اکبرؓ کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ایک اجنبی بچی کو دیکھا جو نہایت حسین و جمیل۔ نبوت نے دریافت فرمایا پیاری بچی تو کون ہے؟

تو اس ربیبہ صدیق نے جواب عرض کیا۔ میں شہید خطیب صحابی سعد بن ربیع کی بیٹی جمیلہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

یہ مجھ سے بہتر شخص کی بیٹی ہیں

یہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ مخلوق میں دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ معزز اور محترم شخصیت جناب فاروق اعظم ہیں آپ اپنے ساتھی جناب صدیق اکبر کے گھر تشریف لاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ خلیفہ رسول ﷺ نے کسی نوعمر لڑکی کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھائی ہوئی ہے اور ان کا بہت اعزاز و اکرام فرما رہے ہیں۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟

تو خلیفہ رسول ﷺ فرمانے لگے یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر ہے۔

آپ سے بھی بہتر؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تعجب بھرے انداز میں پوچھا وہ کون ہے؟

جناب صدیق اکبر نے فرمایا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جس نے اپنا ٹھکانا جنت میں بنا لیا ہے اور میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں اور وہ ہیں سعد بن ربیع، یہ ان کی نیک بیٹی ہے، ان

Marfat.com

کے والد عقبہ کی بیعت میں شامل اور بدر میں شریک تھے۔ غزوہ احد میں شہید ہوئے سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سعد پر رحم فرمائے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے زندگی میں (بھی خیر خواہ تھے) اور موت کے بعد بھی خیر خواہ ہیں۔

(اسد الغابہ: ص ۲۷۸ ج ۲=۱)

آیتِ میراث کے نزول کا سبب

جمیلہ بنت سعد رضی اللہ عنہا کو ایک برکت وفضیلت وشرف یہ بھی حاصل ہوا کہ آپ اور آپ کی والدہ اور بہن کے بارے میں ایک آیت قرآنی نازل ہوئی اور اسکی وجہ سے دستور جاہلیت کو دفن کر دیا گیا (وہ یہ کہ عورتوں کو میراث سے محروم رکھا جاتا تھا۔ صرف مردوں کو میراث ملتی تھی) اور آپ کی ہی وجہ سے قیامت تک آنے والی عورتوں کو ان کے حق کا مستحق بنا دیا گیا۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو ان کے بھائی نے ان کی تمام جائیداد مال واسباب پر قبضہ کر لیا جبکہ سعد بن ربیع کی جو دو بچیاں اور ایک بیوہ تھی ان کو محروم کر دیا اور اس وقت تک میراث کے احکام نازل بھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ عمرہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کی۔

اے اللہ کے رسول یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں ہیں اور ان کے والد غزوہ احد میں آپ کے ہمراہ شہید ہو گئے۔ ان کے چچا نے ان کا مال قبضہ کر لیا ہے اور کوئی ان سے نکاح بھی نہیں کرے گا۔ الا یہ کہ ان کے پاس مال موجود ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کا فیصلہ فرمائیں گے تو اس کے بعد آیت میراث يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ (آخر آیت تک)

جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے بچیوں کے چچا کے پاس پیغام بھیجا کہ حکم خداوندی آچکا ہے۔ لہٰذا تم سعد کی یتیم بچیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دے دو اور ان کی بیوہ کو آٹھواں حصہ اور جو باقی بچے وہ تمہارے لئے ہے۔

(ابن ماجہ ص ۲۰، ۲۷، ابوداؤد ص ۲۸۹۱، ترمذی ۲۰۹۲، مسند امام احمد ص ۳۵۲ ج ۳)

Marfat.com

عقد مبارک اور تحصیل علم

جب جمیلہ بنت سعد عنفوان شباب کو پہنچیں تو آپ کی والدہ محترمہ سیدہ عمرہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا نکاح ایک جلیل القدر بافضیلت کاتب وحی صحابی جناب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

چنانچہ جمیلہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رفیقِ حیات محبوب شوہر سے علم وفقہ کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور پھر اپنے زمانے کی فاضلات اور کبار عالمات میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

نیک اولاد

اللہ رب العزت نے اس مبارک جوڑے میں برکت عطا فرمائی اور اس کا ثمرہ ایسی سعید اولاد عطا فرمائی کہ جنہوں نے علم کی دنیا میں اپنا نام روشن کیا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں

بیٹوں کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) خارجہ (۲) سلیمان (۳) یحییٰ (۴) عمارہ (۵) اسماعیل (۶) سعد (۷) عبادہ اسحاق ...... اور بیٹیاں (۱) حسنہ (۲) عمرہ (۳) ام اسحاق (۴) ام کلثوم

(انساب الاشراف ۳۴۷ ج ۱، الاصابہ ص ۳۳۷، ج ۴۔ طبقات ابن سعد ص ۳۶۰ ج ۸)

آپ کے بیٹے خارجہ بن زید بن ثابت مدنی بڑے تابعی ہیں اور علم میں امام کامل تھے۔ ان کے ثقہ اور معتمد ہونے پر علماء نے اتفاق کیا ہے اور آپ مشہور سات فقہاء مدینہ میں سے ایک تھے۔

زہد، صبر اور قرآن سے محبت

ام سعد جمیلہ بن سعد بن ربیع جب بلند مکارم وفضائل سے آراستہ ہو گئیں اور جناب صدیق اکبر کے اخلاق سچائی سخاوت وفصاحت وبلاغت میں سے وافر حصہ پا لیا اور

Marfat.com

اپنے شوہر زید بن ثابت کے علم فقہ اور قرآن فہمی کے سمندر سے سیراب ہوگئیں تو اپنے زمانے کی خواتین میں ممتاز ہوگئیں۔

آپ کی سخاوت اور زہد وقناعت بہت معروف تھے۔ آپ کسی کو بھی تکلیف دینا گوارا نہ فرماتی تھیں۔ اگر کہیں اپنا حق مل رہا ہو لیکن دوسرا اس سے کبیدہ خاطر ہو تو اس معاملے کو ترک کر دیتیں اور اپنا حق بھی وصول نہ کرتیں۔ آپ کے زہد اور سخاوت کا ایک واقعہ آپ کے پوتے ابراہیم بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

وہ اپنی دادی کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی ام سعد رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ام سعد بن سعد رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جناب عمر بن الخطاب نے حمل کو بھی وارث قرار دے دیا ہے۔ یعنی اگر کسی عورت کو حمل ہو اور اس کا شوہر انتقال کر جائے تو وضع حمل کا انتظار کیا جائے گا اور جب اولاد ہو جائے تو میراث کی تقسیم ہوگی۔

اور چونکہ تم بھی میراث سے محروم ہو اور تمہاری بہن کو تمہارا حصہ ملا ہے (کیونکہ وہ اپنے والد کی شہادت کے وقت اپنی والدہ کے بطن میں تھیں جب میراث تقسیم ہوئی تو آپ کو حصہ نہیں ملا اگرچہ اس وقت آپ پیدا ہو چکی تھیں)

اگر تم میراث لینا چاہتی ہو تو امیر المومنین عمر بن الخطاب سے بات کرلو، ابھی تمہارا فیصلہ ہو جائے گا۔ تو ام سعد رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنی بہن سے کچھ طلب نہیں کروں گی۔ اور یوں آپ نے اپنے حصے کی سخاوت کی اور وہ اپنی بہن کو دے دیا اور اس طرح اپنی بہن کے دل کو رنجیدہ نہ ہونے دیا۔

اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے لگاؤ اور قرآن کریم سے محبت و وابستگی کا ثمرہ تھا، کیونکہ قرآن کریم کے ساتھ آپ کو انتہائی محبت تھی اور تلاوت کلام پاک کی اتنی کثرت تھی کہ آپ کو قرآن پاک خوب اچھی طرح حفظ ہو گیا۔ اس کے معانی و مطالب پر گہری دسترس حاصل ہو گئی۔ اس کی آیات سور کے اسباب نزول کا علم اور اس وسیع میدان میں ان کو ماخذ و مرجع کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔

Marfat.com

ام سعد رضی اللہ عنہا کی قرآن فہمی

ان کے فہم قرآن کی گہرائی کی طرف اس روایت سے اشارہ ہوتا ہے جو داؤد بن حصین نے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ام سعد رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے پوتے کے ساتھ قرآن کریم پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے یوں آیت تلاوت کی۔ "والذین عاقدت ایمانکم" جبکہ عاقدت کے بجائے "عقدت" ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں ایسے مت پڑھو بلکہ

"وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا"

پھر فرمایا کہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب حضرت عبدالرحمٰن نے ایمان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ ان کو وارث نہیں بنائیں گے۔ لیکن جب وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام کے دامن میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان کو ان کے حصے کا وارث بنائیں۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۴۸۴ ج ا۔ تفسیر خازن ص ۵۱۷ ج ا۔ اسباب نزول سیوطی آیت ۳۳ سورہ نساء)

ام سعد جمیلہ رضی اللہ عنہا ایک عظیم محدثہ

کیا شان ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی واللہ بے شک کوئی شخص ان کے پاؤں کی خاک کے برابر نہیں ہو سکتا، صحابی مرد ہو یا عورت سب نے اپنے شوق سے اپنی جدوجہد سے حضور ﷺ سے علم حاصل کیا۔ کوئی امام تفسیر بنا کوئی امام فقہ بنا کوئی امام حدیث اور کسی نے یہ تمام شرف بدرجہ اتم ایک ہی نے حاصل کر لئے۔ کسی نے تما چشموں سے تھوڑی پیاس بجھائی لیکن سب کی نیت سب کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور آئندہ آنے والی نسلوں تک حضور ﷺ کی تعلیمات کا پہنچانا تھا اور سب کے سب نے بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً (الحدیث) کہ مجھ سے جو تمہیں علم ملے وہ آگے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو پر عمل کیا۔

نبی کریم ﷺ کا کوئی عمل کوئی فعل کوئی قول نہیں چھوڑا جس پر عمل نہ کیا ہو۔ اور آگے

Marfat.com

نہ پہنچایا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے خلوت میں زندگی کیسے بسر کی؟ جلوت میں کیسے کی؟ غرض رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ایک ایک پہلو کو امت کے سامنے آپ کے سچے اور ایماندار جاںنثار صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم وعلیہن اجمعین نے پہنچادیا۔

اور ہماری ممدوحہ جناب ام سعد رضی اللہ عنہا نے بھی حضور ﷺ کی مبارک زندگی کو پایا اور آپ ﷺ سے روایت حدیث کا شرف حاصل کیا۔

ام سعد رضی اللہ عنہا نے خصوصاً مکی دور کی سیرت نبوی کی اہم معلومات و احادیث کو جمع کیا۔ (دلائل نبوت اصبہانی ج ۱ ص ۳۹۷، ۳۹۸)

اور اسی طرح آنحضور ﷺ کی سیر (جنگی خبریں) اہم معلومات اور خبروں کو روایت کیا ہے۔

حضرت ثابت بن عبید انصاری نے آپ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کی ہے کہ ان کے والد اور چچا جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان دونوں اصحاب کو ایک ہی قبر میں سپرد خاک کیا گیا۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۱۸)

الوداع اے ام سعد جمیلہ رضی اللہ عنہا بنت سعد بن ربیع

ام سعد رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری زندگی زہد، صبر، سخاوت، عبادت اور علم و معرفت میں گزاری بے شک آپ دن میں صائمہ (روزے رکھنے والی) اور رات میں قائمہ (نماز پڑھنے والی) تھیں۔ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتیں۔ اور یہ سب کیوں نہ ہوتا آپ مدرسہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعلیم یافتہ تھیں اور آپ نے خود مدینہ کے ایک اہم ستون فقیہ مدینہ خارجہ بن زید کو جنا اور ان کی پرورش کی۔

اسی طرح آپ دونوں میاں بیوی زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۵ھ میں ہوگئی اور آپ ان کی بعد چند سال تک زندہ رہیں لیکن آپ کی وفات کس سن میں ہوئی۔ تاریخ اس کے تعین سے خاموش ہے۔

اللہ تعالیٰ ام سعد جمیلہ بن سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا سے راضی ہو اور ان کی لحد پر کروڑھا رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

Marfat.com

معبّرہ، محدثہ، زاہدہ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

آپؓ اسلام کی بالکل ابتداء میں ایمان سے سرفراز ہوئیں۔ بشارتوں کے کئی اعزازات ان کے پاس تھے، دو خلفاء اسلام یکے بعد دیگرے ان کے خاوند بنے جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی ولایت عطا فرمائی، خواب کی تعبیر کی ماہر، ایک محدثہ اور زاہد خاتون۔

السابقون: سبقت کرنے والے

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ. اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ. فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ.

(الواقعة: ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: ”اور پہل کرنے والے پہل کرنے والے ہیں، وہی لوگ مقربین ہیں، اور نعمتوں والے باغات میں ہوں گے۔“

ہم جس صحابیہ کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں انہوں نے بیک وقت کئی شرف جمع کیے اور صحابیات میں ممتاز ہوئیں۔

جب ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ نے وہ شرف حاصل کرنے میں سبقت کی اور اپنے شوہر کے ساتھ بارگاہِ نبوت میں داخلہ حاصل کر کے اللہ عزوجل کے ہاں ممتاز نمبروں سے پاس ہو گئیں اور ”والسابقون السابقون“ کا بہترین

Marfat.com

اعزاز حاصل کیا۔ آپ کی سبقت اتنی جلدی تھی کہ اس وقت تک رسول کائنات ﷺ دارِ ارقم میں بھی داخل نہ ہوئے تھے۔[1]

آپ کا شرف صرف یہیں آ کر نہ رُک گیا بلکہ آپ یکے بعد دیگرے زبانِ نبوت سے مختلف بشارتوں کے اعزازات بھی حاصل کرتی رہیں۔ ان خصوصیات و اشراف کو ہم بتدریج ذکر کریں گے تاکہ تشنگی قائم رہے۔

پہلا شرف

آپ ہیں سیدہ اسماء بنت عمیس بن معد خثعمیہ[2] جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھابھی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور جعفر ﷺ وہ ہیں کہ جن کا لقب بارگاہِ نبوت سے ذوالجناحین (دو پَروں والے) اور کنیت "ابوالمساکین" حاصل ہوئی۔[3]

دوسرا شرف، ہجرتِ حبشہ

جب ہادیٔ عالم شفیع اعظم ﷺ اور آپ کے جانثار مظلوم اصحاب پر مشرکین مکہ نے ظلم وستم کے آتش فشاں پھوڑ ڈالے اور طرح طرح سے اذیتیں دینے لگے۔ یہاں تک کہ بعض ضعیف البدن صحابہ کرام اور نحیف و ناتوان صحابہ کرام پر اتنا ظلم و تشدد کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ دین سے پھر جائیں مگر اس خدشہ کو ناتوان جانثار صحابی حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر ختم کر دیا کہ "اے اللہ کے رسول! ہم مظلوم ضعیف و ناتواں سہی لیکن آپ کا دامن تھام کر ساری پریشانیاں ختم اور ہر زخم پھول محسوس ہوتا ہے"۔

---

[1] ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ مخزومی صحابی ہیں آپ کا گھر صفا پہاڑی پر تھا اور یہی وہ گھر ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ اس گھر میں بہت سے لوگ اسلام لائے، سب سے آخر میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لائے، اس کے بعد آپ ﷺ کھلم کھلا تبلیغ اور نماز پڑھنے لگے۔

[2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۸۰ [3] سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۵۲

Marfat.com

لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم وعلیہن اجمعین کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت عطا فرمادی۔ تاکہ یہ لوگ اپنے دین کی حفاظت کریں اور اللہ کی اطاعت وعبادت میں کوئی پریشانی نہ اٹھائیں۔ چنانچہ دوسرے صحابہ کرام کے ہمراہ یہ شرف حاصل کرنے کے لئے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی اپنے محبوب شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت فرما گئیں۔

تیسرا شرف: اشاعتِ اسلام

حبشہ میں مسلمان خاموشی سے داخل ہوئے اور امن وسکون کے ساتھ رہنے لگے مگر چند ہی دن گزرے تھے کہ مکہ کے ظالم وہاں بھی آپہنچے اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان مظلوموں کو واپس اس ظلم کی وادی میں لے جانا چاہا۔

لیکن وہاں آپ کے جرأت مند بے باک، ذہین اور شیریں زبان مبلغ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے روشن عقل اور بیان کے ساتھ ان مشرکینِ مکہ کے دانت کھٹے کر دیئے اور یہی نہیں بلکہ نجاشی شاہِ حبشہ کے دل میں بھی اسلام کا چراغ روشن کر دیا چنانچہ وہ تمام مہاجرین کا والی ہو گیا، اور اس کام میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہی اپنے رفیقِ حیات کی پشت پناہ اور مددگار تھیں۔

شاہِ حبشہ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام کا شرف حاصل کیا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مضبوط اور بہترین ٹھکانہ مل گیا۔

انہی کے بارے میں حضرت اُم سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بہترین پڑوسی کے پاس بہترین جگہ مقیم رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ آگئے۔

آپ دونوں میاں بیوی کا مرتبہ مسلمانوں میں بہت بلند تھا یہیں آپ کے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے تین بیٹے، عون، محمد اور عبداللہ پیدا ہوئے۔

جب عبداللہ پیدا ہوئے اسی دن نجاشی کے ہاں بھی بیٹے کی ولادت ہوئی تو شاہ

Marfat.com

نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسماء کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے ہاں بھی فرزند کی ولادت ہوئی ہے، آپ نے اپنے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ جواب میں انہوں نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا۔

اور یہ عبداللہ بن نجاشی سیدہ اسماء کی پرورش میں رہا اور آپ ان دونوں عبداللہ نامی بچوں کو دودھ سے سیراب فرماتی تھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جو شخص بھی حبشہ میں مسلمان ہوتا وہ پہلے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آتا اور انہیں اپنے اسلام کی خبر دیتا۔
(نسب قریش ص ۸۱)

چوتھا شرف (ذوالہجرتین) دو ہجرتوں والی

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور آپ کے رفیقِ حیات حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ میں تبلیغ ونشر و اشاعت اسلام میں بحکمِ الٰہی مصروف رہے، اللہ تعالیٰ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ پر رحمت و برکت نازل فرمائے انہوں نے کتنے خوبصورت انداز میں آپ کی تعریف فرمائی ہے، کہ:

"یہ دو ہجرتیں کرنے والی اور دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے والی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا خثعمیہ ہیں جو بحریہ حبشیہ سے مشہور و معروف ہیں۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۷۴)

آپ شاید حیران ہو رہے ہوں کہ یہ دو ہجرتیں کیسے ہو گئیں؟ انہوں نے تو مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہی ہجرت کی تھی۔ تو ملاحظہ فرمائیں کہ سنہ ۷ ہجری میں بحکم رسول خدا آپ نے حبشہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور یہ وہ مبارک ساعت تھی کہ جب اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی مزید عزت افزائی فرمائی اور خیبر کی فتح عطا فرمائی۔

جس وقت یہ تمام مہاجرین وہاں پہنچے تو نبی الملاحم (جنگوں والے نبی ﷺ) نے مہاجرین کے لئے بھی غنیمت کے مال سے باقاعدہ حصہ نکالا۔

آپ کو اور دیگر مہاجرین کو ذوالہجرتین کا خطاب بلسانِ نبوت کس طرح عطا ہوا؟ دلچسپ اور آپ کی ذہانت اور عقل مندی کا واقعہ مختصراً ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

عامر شعبی رضی اللہ عنہ کی سند سے امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لائیں تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مزاحًا ان سے فرمایا، اے حبشیہ ہم تو ہجرت میں تم سے پہل کر گئے۔ یعنی ہم مدینہ میں تم سے پہلے آ گئے...... تو حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، بالکل بالکل! میری زندگی کی قسم اے ابن خطاب آپ نے سچ فرمایا، تم لوگ سرکارِ دو عالم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور تمہارے جاہلوں کو علم کی روشنی سے سیراب فرماتے اور ہم تو دور دراز پڑے تھے۔

بہر حال اللہ کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ضرور ذکر کروں گی پھر حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں اور یہ تمام گفتگو آپ کے گوش گزار فرمائی۔

تو رسول اللہ ﷺ آپ کے دُکھ کو سمجھ گئے، پھر آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اے اسماء تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ تم لوگوں نے تو ایک ہی ہجرت کی ہے اور ہم نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۱، صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۷۱، ۳، صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۷۲، ابوداؤد شریف ص ۲۷۴۵۔ ترمذی ص ۱۵۵۹

اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس جب بھی تشریف لاتے تو بار بار فرماتے تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں، ایک شاہ نجاشی کی طرف اور دوسری شاہِ دو عالم ﷺ کی طرف۔

پانچواں شرف: شہادتِ جعفرؓ اور دعائے نبوی ﷺ

معرکہ جنگِ موتہ!

جانثار برادرِ نبی حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب جنگِ موتہ کیلئے نکلے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے محبوب رفیقِ حیات کو الوداع کرنے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ اس دن غالبًا پہلی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے خصوصًا تین سالار مقرر فرمائے۔ اوّل حضرت زیدؓ، ثانی جناب جعفرؓ اور ثالث حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مختصر اقصہ

Marfat.com

ذکر کرتے ہیں۔

جناب سیّد دو عالم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لشکر کو ہدایات دیں اور فرمایا کہ زید شہید ہو جائیں تو تم جعفر کو اپنا امیر مقرر کر لینا اور جب یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر کر لینا۔ (اعلام النبلاء، ج ا ص ۲۰۸)

یہ ہدایت سن کر تمام صحابہ کرام سمجھ گئے کہ کوئی شہید ہو یا نہ ہو یہ تینوں تو ضرور شہید ہو جائیں گے۔

پھر جب معرکہ موتہ وقوع پذیر ہوا تو تمام عالم نے دیکھا کہ اصحابِ رسول جیسا کوئی کمانڈر کوئی بہادر کوئی جانثار واللہ واللہ اس دنیا میں (سوائے انبیاء کے) نہ کوئی پیدا ہوا تھا نہ پیدا ہوا ہے اور نہ پیدا ہو گا۔

بالآخر حضرت زید بن حارثہ آپ کے چہیتے اور آپ کے متبنٰی تھے وہ پہلے شہید ہو گئے تو ان کے بعد بحکمِ نبی جنگ کا اور اسلام کا علم (جھنڈا) حضرت جعفر طیار ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھال لیا۔

بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمانڈر نے جنگ کی کمان اپنے ہاتھ میں سنبھالی اور لشکر کو لے کر دشمن پر عذاب الٰہی کی صورت میں نازل ہو گئے۔

جب دشمن نے دیکھا کہ یہ علمبردار نہایت بہادری سے لڑ رہا ہے اور لڑا بھی رہا ہے تو اس نے اپنی پوری طاقت ان کی جانب صرف کر دی اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ہر طرف سے دشمن کے نرغے میں آ گئے، جاں نثارانِ محمد ﷺ نے اس گھیرے کو توڑنے کے لئے کشتوں کے پشتے لگا دیئے مگر دشمن بڑا ہی سخت گھیرا دیے ہوئے تھا، بالآخر آپ کا علم والا ایک ہاتھ جنت میں جانے میں سبقت کر گیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے دوسرے ہاتھ میں علمِ نبوی کو تھام لیا، اب آپ صرف پرچم نبوی کو سنبھال رہے تھے کیونکہ ایک ہی ہاتھ تھا، مگر دشمن نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا کہ پرچمِ نبوی گر جائے اور مجاہدینِ اسلام کی ہمت ٹوٹ جائے مگر قربان جائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد جعفرؓ پر کہ دوسرا ہاتھ کٹنے پر بھی پرچم نبوی کو گرنے نہ دیا، بلکہ اپنے دانتوں میں پرچم کو سنبھال لیا۔

Marfat.com

اسی دوران جاں نثارانِ محمد ﷺ گھیرا توڑنے میں کامیاب ہو گئے اور ان کی طرف سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے امانتِ نبوت ان کے سپرد کی اور جنت الفردوس کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ قصہ مختصر عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شیرِ محمد ﷺ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (سیف اللہ الخالد) نے مجاہدین کی کمان سنبھالی اور دشمن کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

اور یہاں مدینہ منورہ میں جنگِ موتہ کا معرکہ عالم الغیب علیم وخبیر جلّ شانہٗ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹا کر پورا دکھا دیا۔ تو اس دل دوز معرکہ کے حالات دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں اشک رواں ہو گئے، آپ منبر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر مسلمانوں کو سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور اپنے چہیتے زید بن حارثہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی المناک خبر سنائی اور سب کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا صبر

اس کے بعد آپ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے گھر تشریف لائے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو بلایا، یہ بڑا اثر انگیز اور رقت آمیز لمحہ تھا۔

آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے اور آپ شہیدانِ کربلا عون، عبداللہ اور محمد کو چوم رہے تھے (یہ تینوں اصحاب بعد میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کے میدان میں جامِ شہادت نوش کر گئے) حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فداک اُمی وابی کیا جعفر کے متعلق کوئی خبر موصول ہوئی ہے؟ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں وہ آج شہید کر دیئے گئے ہیں۔

تو یہ سن کر ہم رونے لگے، پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ آلِ جعفر کے لئے کھانا تیار کرو، اس لئے کہ ان کے ہاں وہ خبر آگئی ہے جو ان کو کھانے پینے سے توجہ ہٹائے رکھے

Marfat.com

گی۔ (ترمذی شریف ص ۹۹۸، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

پھر آنحضور ﷺ تیسرے دن آپ کے گھر تشریف لائے تو فرمایا کہ اے اسماء تو اس دن کے بعد غم نہ کر۔

تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آنسو بہہ پڑے اور اپنے بچوں کے یتیم ہونے کا ذکر کیا، تو رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے بچوں کا خوف کرتی ہے، جبکہ دنیا و آخرت میں میں ان کا ولی ہوں، پھر آپ ﷺ نے ان کے اور ان کے بچوں کیلئے دعا فرمائی۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۲۲۵، مسلم شریف ص ۲۱۸۔ ابوداؤد شریف ص ۱۹۰۵، ابن ماجہ شریف حدیث ۳۰۷۴)

پھر اس کے بعد جب آپ کو ولایتِ نبوی اور دعاءِ نبوی کا شرف حاصل ہوگیا تو آپ نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھام لیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان آپ کے پیشِ نظر تھا۔

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (البقرہ)

"اور وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن پر ان کے رب کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

چھٹا شرف: بافضیلت اصحاب کی زوجیت

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو آپ سے جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمالیا۔ (تاریخ اسلام۔ ص ۱۱۹ ج ۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

آپ سے جنگِ صفین کے موقع پر نکاح فرمایا۔ (طبقات ابن سعد ۲۸۵ ج ۸، سیر اعلام النبلاء ۲۸۶ ج ۲)

حجۃ الوداع کے موقع پر مقامِ ذوالحلیفہ میں آپ کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی اوران کا نام محمد تجویز کیا گیا، یہاں آپ کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہوئی کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کو مدینہ منورہ واپس بھیج دیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ غسل کرلیں اور حج کے لئے تلبیہ کہہ لیں۔

(طبقات ابن سعد ۲۷۸ ج ۸)

اسی طرح اسماء نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حج ادا فرمایا۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ سے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمالیا اور آپ کے ہاں دو صاجزادے عون اور یحیٰی پیدا ہوئے۔

(اسد الغابہ ص ۳۹۶ ج ۵، سیر اعلام النبلاء ص ۲۸۷ ج ۲)

ساتواں شرف: کئی فضائل اور خصوصی سلام

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کئی قسم کے فضائل و مراتب حاصل کیے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کے بہنوئی تھے، حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی ماں شریک بہن تھیں۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۲۵ برحاشیہ الاصابہ۔ سیرت امہات المومنین مکتبہ رحمانیہ ص ۱۷۷)

اتنے بڑے بڑے عظیم المرتبت صحابہ کرام آپ کے بہنوئی تھے اور سب سے بڑھ کر آپ کی دو بہنوں، ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ میمونہ جو کہ آپ کی ماں شریک بہنیں تھیں کے شوہر یعنی آپ کے بہنوئی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور خود آپ کے شوہروں میں یکے بعد دیگرے جناب جعفرؓ، جناب صدیق اکبرؓ اور جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں۔

یقیناً رشتہ داری میں آپ سے زیادہ مرتبہ والی کوئی اور خاتون نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور سیدہ اسماء بھی آپ کے قریب ہی تشریف فرما تھیں تو حضور

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اسماء! یہ جعفر جبرائیل و میکائیل کے ساتھ یہاں سے گزرے ہیں اور مشرکین کے ساتھ ان کی مڈ بھیڑ ہوئی ہے۔ انہوں نے تمہیں سلام بھیجا ہے تم بھی ان کے سلام کا جواب دو''۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۱ ج ۱)

آٹھواں شرف: علم حدیث میں تیسرا نمبر

یقیناً حضرات صحابہ کرام اور صحابیات کا اکثر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرتا تھا اور وہ آپ کے ہر قول و فعل و عمل کو دیکھتے اور سنتے اور اپنی زندگیوں میں اپناتے، اور دوسروں تک اس بات کو پہنچاتے تھے اور اسماء بھی ان صحابیات میں سے تھیں کہ جنہوں نے کثرت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور اس عظیم شرف میں مہاجرات میں سوائے اُم المومنین حضرت عائشہ اور اُم المومنین اُم سلمہ صلوات اللہ علیہما کے کوئی خاتون آپ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ احادیث نقل فرمائی ہیں جن کو تخریج فرمانے میں امام مسلم نے منفرد کردار ادا کیا ہے۔

جس میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو آپ کے فرزند حضرت عبداللہ نے روایت کی ہے کہ میری والدہ نے مجھے سکھایا اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ جب کوئی مصیبت پہنچے تو یہ دعا پڑھا کرو، هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا. (وہ اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند لمحے

جب جناب عمر فاروق امیر المومنین مقرر ہوئے تو اولین مہاجرات کے لئے ہزار ہزار درہم مقرر فرمائے ان میں اسماء بنت ابی بکر، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما وغیرہ شامل تھیں۔ (طبقات ابن سعد ص ۳۰۴ جلد ۳)

آپ خوابوں کی تعبیر بھی بتلایا کرتی تھیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب

Marfat.com

دیکھا کہ ایک مرغ آپ کے ناف کے نیچے چونچ مار رہا ہے اور دو سوراخ کر دیئے۔ جب انہوں نے آپ سے تعبیر معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک عجمی شخص آپ کو شہید کر دے گا۔ اور ایسا ہی ہوا ایک مجوسی ابولؤلؤ فیروز ایرانی نے آپ کی ناف کے نیچے خنجر سے تین یا دو وار کیے جس کے زخم کی وجہ سے آپ کی شہادت ہوگئی اور وہ خنجر زہر میں بجھا ہوا تھا۔

سانحہ ارتحال

بے شک حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی ساری زندگی زہد، صبر و قناعت، عبادت، علم و معرفت کے فضائل سے منور رہی اور آپ نے اپنی زندگی میں دلچسپ فضائل و مناقب کو سمیٹا۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک طویل مبارک زندگی گزاری۔ آپ کی وفات کے بارے میں دو قول ہیں کہ آپ کے ۶۰ ہجری میں وفات پائی اور دوسرا قول ۴۰ ہجری کا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔

ھو اللہ ربّی لا أشرک بہ شیًا......

"وہ اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا"۔

(ازواجِ صحابہ کرامؓ سے ماخوذ)

Marfat.com

سابقہ، صابرہ، مجاہدہ

حضرت بُسیرہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ پر ابتداء میں ایمان لانے والی اسلام کی خاطر شدید مشکلات برداشت کیں، کئی جنگوں غزوات میں حصہ لیا ایک عبادت گزار زاہد خاتون۔

خاندانی پس منظر

آپ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں آپ کا تعلق عرب کے جس قبیلہ سے تھا اس کا شمار جنگ جو قبائل میں ہوتا تھا۔ پیشے کے اعتبار سے یہ لوگ زیادہ تر اونٹ اور بکریاں پالتے تھے، البتہ کچھ لوگ تجارت بھی کرتے تھے، اور اس کی خاطر شام، طائف اور بصریٰ وغیرہ کا سفر بھی کرتے تھے۔

قبولِ اسلام

ان کے قبیلے کے کچھ افراد ایسے بھی تھے جو راہبوں اور تارک الدنیا زاہدوں سے ملاقات کرتے رہتے تھے۔ یہ راہب ان کو بتاتے تھے کہ انجیل اور دیگر کتبِ الٰہی کی پیشن گوئی کے مطابق ایک ایسا نبی آنے والا ہے جو سرزمین عرب میں پیدا ہوگا اور آخری نبی ہوگا اور کچھ ہی عرصے میں تمام دنیا اس کے تابع ہو جائے گی۔ اسی اثناء میں ان کے قبیلے کے ایک

Marfat.com

شخص نے ایک دن شام کے سفر سے واپسی پر بتایا کہ ایک راہب کا کہنا ہے کہ عرب میں آخری نبی پیدا ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ نبی قریش کے خاندان میں سے ہو۔ پھر جب رسول اکرم ﷺ کا ظہور ہوا تو عرب کے لوگوں نے راہبوں کی ان باتوں پر جو وہ آخری نبی کے بارے میں کرتے تھے سنجیدگی سے غور وفکر شروع کر دیا۔ انہی دنوں یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا اپنے بعض اقربا سے ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ سے طائف تشریف لے گئی تھیں۔ قریباً تین ماہ بعد واپسی ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کچھ لوگ جن میں بوڑھے، بچے، جوان عورتیں، خواندہ ناخواندہ، غلام، آزاد، امیر غریب شامل ہیں۔ ان پر ایمان لا چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی اسلام کی تعلیمات کو جاننے اور ان پر غور وفکر کا جذبہ بیدار ہوا۔ انہوں نے خفیہ طور پر چند خواتین سے ملاقات کی اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں بعد ازاں غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے پھر ایک دن حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور اکرم ﷺ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما تھے۔

آپ ﷺ نے ان سے آنے کے مقصد کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ چند باتیں پوچھنا چاہتی ہوں:

(۱) اسلام کے بارے میں کچھ آگاہ فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام اللہ کے فرشتوں اس کی کتابوں اور رسولوں کو سچا ماننے اور ان پر ایمان لانے کا نام ہے۔

(۲) پھر حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی تعلیمات کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ ہمسائیوں کا خیال رکھا جائے، اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے رسول کی اطاعت کی جائے۔"

Marfat.com

یہ تمام باتیں حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اتر گئیں اور وہ اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔

قبول اسلام کے بعد مشکلات اور ان کی استقامت

اسلام قبول کرتے ہی حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک آزمائشی دور شروع ہو گیا۔ چونکہ یہ مکی زندگی تھی اور بہت سے مسلمان اسلام قبول کرنے کے جرم میں مشرکین کے ہاتھوں ظلم وستم کا شکار تھے۔ لہٰذا حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے سے مظلوموں کی فہرست میں ایک نام اور شامل ہو گیا کل تک جو لوگ ان سے اچھی طرح ملتے تھے آج انہوں نے ان سے نظریں پھیر لیں ان کے گھر اور گھر سے باہر کی فضاء یک دم تبدیل ہو گئی۔ عزیز واقارب سب اجنبی بن گئے۔ گھر والوں نے ان کا کھانا پانی تک بند کر دیا۔ ایک روز جب ان کے گھر والے اور کچھ ہمسائے انہیں مار پیٹ رہے تھے تو انہوں نے کہا: اگر تم مجھے اس لئے تکلیف دیتے ہو کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو یاد رکھو میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، ہر شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کی اطاعت کرے اب اگر تم چاہو تو مجھے جان سے مار ڈالو یا مجھے آگ میں جلا کر میری راکھ فضا میں اڑا دو میں اسلام کو ہرگز نہ چھوڑوں گی۔ تم چاہو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو لیکن میں کفر وشرک کی نجاست کو ہرگز قبول نہیں کروں گی۔ تم لوگ ظالم ہو اور میں مظلوم اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے۔

حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر اس قدر پر اثر تھی کہ جو لوگ ان کو مار رہے تھے وہ سب پیچھے ہٹ گئے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ بلکہ بہت سے لوگ اس وقت یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی اسلام ایک سچا مذہب ہے کہ ایک عورت جان قربان کرنے پر تو تیار ہے لیکن اس مذہب کو ترک کرنا اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا جن میں ان کے کچھ عزیز واقارب بھی شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کا رہنا تنگ اور دشوار ہو گیا تو اب مسلمانوں نے

Marfat.com

مدینہ منورہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے بھائی، بیٹے، بہنوں اور بعض دیگر رشتہ داروں کے ساتھ ہجرت مدینہ کی سعادت حاصل کی۔

غزوات میں شرکت

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاندان کے دیگر افراد نے مسلمانوں اور دشمنان اسلام کے درمیان ہونے والے غزوات اور دیگر جنگوں میں بھرپور حصہ لیا۔ ان میں غزوہ بدر اور غزوہ احد قابل ذکر ہیں۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب ان کا خاندان اسلام کا زبردست دشمن تھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے خاندان نے اسلام کی عزت، وقار اور سربلندی کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔

حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا اور علم حدیث

حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی کچھ احادیث بھی مروی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے شاگردوں کا ایک حلقہ بھی ہے جنہوں نے حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا سے احادیث سن کر لوگوں کو حضور ﷺ کے قیمتی ارشادات سے آگاہ کیا۔

آخری لمحات

حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا اپنی شاندار زندگی اسی نہج پر گزارتی رہیں تا آنکہ خالق حقیقی سے جا ملیں۔ ان کے سن وفات کا تعین کے ساتھ علم نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

Marfat.com

صابرہ، شاعرہ، زوجۂ حسینؓ

رباب بنت امرؤ القیس رحمہا اللہ

شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ایک وفا شعار، صابرہ اور جرأت مند خاتون ایک زاہد خاتون ایک عظیم شاعرہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو سسر بنانے سے انکار کر دیا تھا۔

آپ کے نکاح کا دلچسپ واقعہ

مسجد نبوی میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالبؓ، حضرت حسنین رضی اللہ عنہما اور دیگر اصحاب رسول بیٹھے تھے کہ ایک اجنبی شخص لوگوں کو پھلانگتا ہوا آیا اور آداب خلافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلام کیا۔ اس کے چہرے پر بزرگی اور سرداری کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا آپ کس قوم سے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا ایک عیسائی ہوں امرؤ القیس بن عدی الکلبی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہچان گئے کہ یہ بنو کلب کا سردار ہے پھر آپ نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟

امرؤ القیس نے کہا اسلام چاہتا ہوں اے امیر المومنین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی باعث افتخار تھی کہ امرؤ القیس آپ کے ہاتھ

Marfat.com

پر اسلام لایا...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں بھلائی کو محسوس کیا تو اس کے ساتھ چند معتمد لوگ کر دیئے اور اسی وقت ایک نیزہ منگوا کر اس پر جھنڈا باندھ کر انہیں شام کے قضاعہ قبائل کے مسلمانوں کا امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت عوف بن خارجہ المری جو اس مجلس میں موجود تھے بڑے تعجب سے کہنے لگے میں نے پہلے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک رکعت نماز بھی نہ پڑھی ہو اور اسے مسلمانوں کا امیر بنا دیا گیا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست جو ہمیشہ راست رہتی تھی کی وجہ سے ہی ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن و حسین کے ساتھ فوراً اٹھے اور اس شخص کا دامن تھام لیا اور کہا کہ میں حضور ﷺ کا چچازاد بھائی ہوں اور یہ میرے بیٹے فاطمہ بنت رسول کی اولاد ہیں۔

ہم تمہاری رشتہ داری میں آنا چاہتے ہیں۔ ہمارا نکاح تم اپنے ہاں کر دو۔ وہ شخص آپ کے اچانک آنے سے مبہوت سا ہوا پھر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار آ گئے کہ اتنی بڑی بڑی ہستیاں اس کے پاس آتی ہیں۔

پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی تین بیٹیاں آ گئیں تھوڑی دیر چند لمحے اس نے سوچا کہ کون کس کے لئے بہتر ہے پھر اس نے کہا خوش آمدید اے علی، میں نے تمہارا نکاح محیاہ بنت امرؤالقیس سے کر دیا اور حسن تمہارا اسلمٰی بنت امرؤالقیس سے اور حسین تمہارا رباب بنت امرؤالقیس سے نکاح کر دیا۔ اور اس دنیا کی دو بڑی دولتیں ایک اسلام اور دوسری دنیا کے سب سے زیادہ باعزت خاندان سے رشتہ داری لے کر لوٹا اور اس طرح رباب بنت امرؤالقیس حضرت حسین کی زوجیت سے آ کر رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں سے ہو گئیں۔

رباب کی عظمت

جو لوگ رباب بنت امرؤالقیس کو جانتے ہیں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ رباب عورتوں میں برگزیدہ اور تابعی خواتین میں افضل اور ایک بامرتبہ خاتون تھیں کہ جنہوں نے فضائل وفا اور اخلاق سے بزرگی کی بنیاد رکھی تھی۔

Marfat.com

آپ ان نوجوان لڑکیوں میں سے تھیں کہ جن سے عقل مندی اور ذہانت کے آثار جھلکتے تھے اور ان کی زبان پر شعری قصیدے اور ادبی معانی جاری رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل وحسن کے نشان عطا کیے تھے۔ انہوں نے ہر فضیلت کا کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کیا ہوا تھا۔ جس نے ان کا مقام اپنے شوہر کی نظروں میں بلند ہو گیا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے شادی کے بعد آپ کے ہاں عبداللہ اور آمنہ پیدا ہوئیں جن کا لقب سکینہ پڑ گیا تھا۔

ان بچوں کی پیدائش کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت رباب سے اور زیادہ بڑھ گئی تھی اس محبت کو دیکھ کر بعض احباب نے رباب کی کچھ شکایات بھی لگائیں مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور آپ کی محبت میں اشعار بھی کہتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اس گھر سے بھی محبت ہو گئی جس میں رباب اور سکینہ رہتی تھیں۔

ان اشعار میں آخری شعر آپ کی محبت کا انتہا کو بیان کرتا ہے۔

کان اللیل موصول بلیل
اذ زارت سکینۃ والرباب

اور جب سکینہ اور رباب اپنے ننھیال میں جائیں تو یہاں کے دن، رات بن جاتے ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں (یعنی رات کے بعد بھی بجائے دن کے پھر رات اور جب سکینہ اور رباب واپس آجائیں تو اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔

اور حسین رضی اللہ عنہ کا مبالغۂ اہتمام یوں ہی نہ فرماتے تھے کہ فرصت میں کہہ دیا جائے بلکہ رباب رحمہا اللہ ان عورتوں میں سے تھیں جو اپنے شوہر کی قدر کرنا اور ان کے حقوق جانتی تھیں۔ اور ان کی پرورش بہتر تربیت سے ہوئی اور ان کی باکمال تربیت بیت نبوت کے اخلاق سے متعارف ہونے سے اور نکھر گئی تھی، یہ وہ اخلاق ہیں جو کسی شوہر کی بیوی کو اونچا مقام دلاتے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کا صبر

کربلا میں رباب بنت امرؤ القیس اپنے خاوند حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

ساتھ تھیں اور بنی ہاشم کی کچھ عورتیں بھی تھیں۔ جن میں زینب بنت علی، ان کی دو بیٹیاں فاطمہ وسکینہ اور دوسری بزرگ خواتین تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں نظر بھر کر دیکھا تو فرمایا میری بہنو! ام کلثوم زینب اے سکینہ اور اے فاطمہ تو پھر اپنی زوجہ سے مخاطب ہوئے اے رباب تو بھی جب میں شہید ہو جاؤں تو تم میں سے کوئی بھی مجھ پر نہ کپڑے پھاڑے اور نہ ہی چہرہ پیٹے اور نہ ہی الٹے سیدھے کلمات کہے۔

ان سب نے سر تسلیم کر دیا اور یہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رباب کو اپنی بیٹی سکینہ کے بارے میں کچھ نصیحتیں کیں اور سرزمین کربلاء میں شہید ہو گئے۔ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

سیدنا حسینؓ کے بارے میں آپؓ کا قصیدہ

رباب نے ان کی شان میں قصیدوں سے دنیا کو بھر دیا تھا۔ ان کا ایک قصیدہ آپ کی خدمت میں پیش ہے جو کہ اس وفادار زوجہ نے جو سارے معانی کی حامل تھیں اپنے شہید شوہر کے فضائل کی سچی تصویر کشی کی ہے۔

ان الذی نور ایستضاء بہ ـ بکربلاء قتیل غیر مدفون

بے شک وہ نور تھا جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی کربلا میں غیر مدفون پڑا ہے۔

سبط النبی جزاک اللہ صالحۃ ـ عنا وجنبت خسران الموازین

اے نبی کے نواسے تجھے اللہ ہماری طرف سے جزا دے اور تو میزانوں کے خسارے سے بچایا جائے۔

قد کنت لی جبلا صعبا الوذبہ ـ وکنت تصعبا بالرحم والدین

تو میرے لئے کٹھن گذار پہاڑ تھا جس سے میں پناہ حاصل کرتی تھی اور تو ہمارے لئے رحم اور دین کے ساتھ رہا۔

Marfat.com

من للیتامیٰ ومن للسائلین ومن یعنی ویاوی الیه کل مسکین
کون ہے یتیموں کا والی کون ہے اور سائلوں کے لئے کون ہے؟ حفاظت
کرنے والا اور جس کی طرف ہر مسکین پناہ لینے آئے۔

وفا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے

کربلاء کے اس سخت تکلیف دہ واقعہ کے ختم ہونے کے بعد رباب دوسری خواتین کے ساتھ مدینے لوٹ آئیں۔ اور وہاں رہیں۔ ان کے ساتھ غم تھے تکلیفیں تھیں ان کے خیالات سے ایک لمحے کو بھی اپنے محبوب شوہر کی صورت غائب نہ ہوتی اور آپ مدینے میں ہی رہائش پذیر رہیں۔

جب رباب کی عدت ختم ہوگئی تو معزز لوگوں کے نکاح کے پیغامات آئے لوگوں کو ان کی بہترین صفات علم، زہد وتقویٰ، ادب جو دوسری خواتین میں کم ہی پائی جاتی ہیں، کا علم تھا۔ لیکن ان کی قسمت کہاں؟

......رباب نے ایک حلفیہ دستاویز لکھی جس کا عنوان تھا۔

"وفا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے"

اس کے بعد انہوں نے دوسرا نکاح کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنا مشہور جملہ جو ان کے حسن ادب پر دلیل ہے کہا کہ:

"خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو سسر نہیں بناؤں گی"۔

(الکامل فی التاریخ صفحہ ۸۸ جلد ۴)

اس طرح انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی بیوی بننے سے انکار کر دیا اور کسی اور کی بہو بننا پسند نہ کیا۔

آپ نے ایک شعر کہا

والله لا ابتغی صهراً بصهرکم
حتی اغیب بین الرمل والطین

Marfat.com

خدا کی قسم میں تمہارے رشتہ کے سوا کسی رشتہ کو نہیں جانتی یہاں تک کہ میں مٹی اور ریت کے درمیان گم ہو جاؤں۔

اسی لئے ہشام بن سائر الکلبی نے فرمایا تھا کہ رباب عورتوں میں سے بہتر اور افضل خاتون تھیں۔

رباب کی وفات

علامہ زرکلی نے "الاعلام" میں فرمایا کہ رباب حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ عرصہ جدا نہ رہیں بلکہ ایک سال کے بعد ہی آپ کے پاس چلی گئیں۔ آپ کی وفات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ایک سال بعد ہی ہو گئی۔

آپ اپنے شوہر اور اپنے بیٹے عبداللہ جو کہ کربلا میں شہید ہو گیا تھا کے غم میں گھلتی رہیں اور ایک سال بعد ہی خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اس طرح ان کی وفات ۶۲ ہجری بنتی ہے۔

(الاعلام ص ۳/۱۳۔ الکامل ابن اثیر ص ۴/ ۸۸۔ البدایہ والنہایہ ص ۸/۲۲۰)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے آپ کو اپنے شہید شوہر اور بیٹے کے ساتھ جنت میں جمع فرمائے آمین۔

Marfat.com

اُم مسلم الخولانیہ رحمۃ اللہ علیہا

جن کا رب تعالیٰ سے انتہائی گہرا تعلق تھا۔ رب تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مانگنے کو وہ گستاخی سمجھتی تھیں۔ ایک ایسے شخص کی بیوی جسے اسود عنسی نے آگ میں ڈلوا دیا تھا مگر یہ محفوظ رہے ایک راہب نے اپنی کتابوں کے حوالے سے بتایا کہ امت محمدیہ کا یہ شخص جنت میں حضرت عیسیٰؑ کا رفیق ہوگا۔ اپنے شوہر کی تربیت سے زاہدہ بننے والی ایک عظیم خاتون۔

اللہ تعالیٰ کی اس دنیا میں یقیناً ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اتنا گہرا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر حالت میں پسند فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور ان بندوں کے درمیان وہ تعلق راز ہوتا ہے جس سے دنیا بہت کم ہی واقف ہوتی ہے۔

ایسے ہی حضرات میں ابو مسلم خولانی اور ان کی زوجہ ام مسلم خولانیہ بھی تھیں کہ ان کا تعلق اپنے رب سے انتہائی گہرا تھا، اپنے رب کے سوا کسی سے مانگنا ان کے نزدیک اپنے رب کی شان میں گستاخی کرنا تھی۔ آیئے ان کے حالات پڑھ کر اللہ سے اپنا تعلق جوڑنے کی کوشش کریں۔

ام مسلم الخولانیہ رفیع الشان، علم و معرفت، اور زہد و تقویٰ کے عظیم منصب پر فائز خاتون تھیں اور بلاشبہ یہ مرتبہ انہوں نے اپنے زاہد و عابد شوہر عبداللہ بن ثوب ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور ان کے علم و زہد کی بنا پر حاصل کیا تھا۔

ابو مسلم آنحضرت ﷺ کے دور ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ لیکن ملاقات کا

Marfat.com

شرف انہیں حاصل نہ ہوسکا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ تشریف لائے۔ ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل، ابوذر غفاری، ابو عبیدہ، اور عبادہ بن صامت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث نقل کی ہیں اور خود ان سے بھی بڑے بڑے تابعین نے روایات لی ہیں۔ یہ امت کے دانشور اور حکیم تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کا خاص تعلق تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی فضیلت اور علم عطا فرمایا تھا، آپ بڑے متقی اور اولیاء اللہ کے خاص اور بڑے طبقے میں سے تھے شام آئے اور داریا نامی مقام پر رہائش پذیر ہو گئے۔

ام مسلم خولانیہ نے بھی اپنے شوہر کی اس حالت کو دیکھ کر اپنے صبح و شام میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم کر لیا تھا اور عبادت نیک کاری علم و معرفت زہد و تقویٰ کی بناء پر تابعی خواتین کے اونچے طبقے سے منسلک ہو گئیں اور آپ کا نام بھی اس دنیا میں اچھائی کے ساتھ لکھ دیا گیا اور آنے والی امت کے لئے رہنما اور مقتداء بن گئیں۔

زہد و تقویٰ کی برکت

ام مسلم خالانی ایک محنتی خاتون تھیں، آپ ان عورتوں میں سے نہیں تھیں کہ جو دنیاوی غرض سے سب سے ناطہ توڑ لیں، بلکہ آپ علم و معرفت سے اپنا کام بھی کرتی تھیں اور محنت بھی، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو محنت کر کے کمانے والے لوگ پسند ہیں اور محنت عبادت ہے۔ آپ سوت کاتا کرتی تھیں۔ اور دیگر پیش آنے والے کام بھی اس طرح آپ نے امت کو محنت کا درس دیا اور عبادت گذاروں محنتی علم و عمل والوں اور ہاتھ سے کمانے والوں میں آپ کا شمار ہوا۔

رب تعالیٰ کی طرف سے اکرام

ام مسلم سوت کات کر بیچ دیتیں اور آمدنی کو ضروریات خرید نے کے لئے اپنے شوہر کو دیتیں، ایک مرتبہ آپ نے اپنے شوہر کو آٹا لانے کے لئے رقم دی جو کہ ابو مسلم نے صدقہ کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا راز رکھنے کے لئے ان کا اکرام کیا۔

Marfat.com

حضرت عطا خراسانی نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

ابو مسلم کو ام مسلم نے کہا کہ گھر میں پکانے کے لئے آٹا نہیں ہے تو ابو مسلم نے پوچھا کہ گھر میں آٹا خریدنے کے لئے کوئی رقم وغیرہ ہے؟ تو ام مسلم نے کہا یک درہم ہے جو سوت بیچ کر حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا وہ مجھے دے دو اور تھیلا لا دو پھر وہ بازار چل دیئے اور وہاں پر آٹا وغیرہ خرید رہے تھے کہ ایک سائل آیا اور آہ وزاری کرنے لگا کہ مجھے دے دو چنانچہ مسلم سوچنے لگے بیوی کو کیا جواب دوں گا؟ بہر حال اسے وہ درہم دے دیا۔ پھر سوچنے لگے کہ کیا کروں؟ پھر آگے آئے تو لکڑی کی دکان پر برادہ نظر آیا تو تھیلے کو مٹی اور برادے سے بھر دیا اور خاموشی سے گھر کے دروازے کے پیچھے رکھ کر چل دیئے جب ام مسلم نے اس تھیلے کو کھولا تو اس میں سفید آٹا نکلا، انہوں نے اسے گوندا اور روٹیاں بنا کر رکھ لیں اور اپنے شوہر کا انتظار کرنے لگیں۔

جب رات کو ابو مسلم آئے تو انہوں نے ان کے سامنے دستر خوان بچھا دیا اور چپاتیاں رکھیں تو ابو مسلم حیران ہو گئے۔ اور ان سے پوچھا کہ یہ آٹا کہاں سے تمہارے پاس آیا اے ام مسلم؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہی سے تو منگایا تھا جو آپ دروازے پر رکھ کر چلے گئے تھے اسی سے روٹیاں بنائی ہیں۔ تو ابو مسلم کھانا کھانے لگے اور روتے رہے، بیوی نے سبب پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ مگر کوئی جواب نہ دیا......

مستجاب الدعوات ابو مسلم

ام مسلم ایک اچھی با اخلاق خاتون تھیں، اپنے شوہر کا مرتبہ پہچانتی تھیں اور اپنے شوہر سے ہمیشہ اچھا برتاؤ کرتی تھیں، زہد و قناعت کا درس حاصل کیا ہوا تھا اور اسی کو اپناتی تھیں، اپنے شوہر کی اچھی مصاحبہ تھیں کہتے ہیں کہ ناشکرے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اور جنہیں مانگ کر کھانے کی عادت ہو وہ دوسروں کو بھی اپنے واسطے استعمال کرنے اور مانگنے کی ترغیب دیتے ہیں اور یہاں بھی ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا۔

ان کے پڑوس میں ایک عورت تھی اس نے ان کی قناعت پر ایک ضرب لگائی

Marfat.com

جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے شوہر سے غصہ کیا۔ اور بظاہر یہ کوئی بری بات بھی نہ تھی لیکن زہد، قناعت اور تقویٰ اس کی اجازت نہیں دیتے، چنانچہ ان کی زوجہ کے خلوص قناعت میں تھوڑی سی کمی آگئی۔

علامہ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی چونکہ اللہ والے انسان تھے اس لئے اپنے گھر میں ایک ترتیب بنا رکھی تھی کہ جب آپ مسجد سے لوٹتے تو گھر کے دروازے پر تکبیر کہتے، تو ان کی زوجہ ام مسلم بھی تکبیر کہتیں جب صحن میں پہنچتے تو پھر تکبیر کہتے اور آپ کی زوجہ بھی تکبیر کہتی۔ پھر جب گھر کے اندرونی دروازے پر آتے تو پھر یہی عمل دہراتے اور یوں دونوں میاں بیوی اللہ کے ذکر سے گھر کو آباد رکھتے۔

ایک دن آپ حسب معمول گھر پر آئے اور دروازے پر تکبیر کہی مگر جواب نہ ملا بڑے حیران ہوئے پھر صحن میں پہنچ کر تکبیر کہی تو پھر جواب ندارد، تو پریشان ہو گئے کہ کہیں کوئی مسئلہ نہ ہو گیا ہو پھر دروازے پر پہنچے تو جب گھر میں داخل ہوئے تو ام درداء خاموشی سے آگے آئیں ان کی چادر اور چپل اٹھا کر رکھی پھر کھانا لے کر آئیں، گھر میں چراغ بھی نہیں جلایا ہوا تھا اور ام مسلم سر جھکائے لکڑی سے کچھ کرید رہی تھیں، ابو مسلم نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے...... تو ام مسلم نے کہا کہ آپ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں بہت بڑا مقام ہے، مرتبہ ہے ہمارے پاس گھر کے کام کاج کے لئے خادم نہیں ہے۔ اگر آپ ان سے کہیں گے تو وہ ہمیں خادم دے دیں گے۔ ابو مسلم سمجھ گئے بات کوئی گڑبڑ ہے، یقیناً کسی نے ان کے کان بھرے ہیں.......... تو انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ جس نے میری بیوی کو بہکایا ہے اس کو اندھا کر دے۔

نعیم اصبہانی کہتے ہیں کہ.......... وہ عورت تھوڑی دیر پہلے ان کے گھر آ کر گئی تھی اور اسی نے ام مسلم کو یہ بات بتائی تھی کہ تمہارے شوہر کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بڑا مقام ہے اگر تم کہو گی تو وہ ان سے کہہ کر تمہارے لئے خادم کا انتظام کر دیں گے اور رقم بھی دیں گے۔ ام مسلم نے سوچا کہ اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے اس لئے صرف خادم کے لئے کہہ دیا۔

Marfat.com

اب وہ عورت رات کے وقت اپنے گھر میں تھی اور جس ابو مسلم نے بدعا کی، اس وقت وہ چراغ جلا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ اچانک اس کی آنکھوں کی روشنی چلی گئی وہ حیران ہوئی کہ چراغ کو کیا ہو گیا پھر اس نے گھر والوں سے کہا کہ یہ چراغ کیوں بجھ گیا؟ تو انہوں نے کہا وہ تو جل رہا ہے تو اس عورت کو اپنی فضول گوئی یاد آئی جو اس نے ام مسلم سے کی تھی اور وہ ابو مسلم کے تقویٰ سے بھی واقف تھی تو فوراً اٹھ کر ان کے گھر گئی اور معافی مانگنے لگی اور سوال کرنے لگی کہ خدا سے دعا کرو کہ میری آنکھیں واپس آجائیں، تو ان کا دل پسیج گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کی روشنی پھر لوٹا دی۔

ابو مسلم نے اپنا دل خالص اللہ سے لگایا ہوا تھا۔ انہیں دنیا اور دنیا والوں کی طرف کوئی حاجت نہ تھی اور وہ اپنی بیوی کو بھی توکل کی تعلیم دیتے تھے اور وہ یقیناً اس پر عمل کرتی تھیں، اور یہ سکھلاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے ضرور دیتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. (آیت ۲، الطلاق)

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے راستہ نکال دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔

ام مسلم کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ وہ توکل علی اللہ کو بھی پہچان گئیں اور اپنے شوہر کی خودداری اور زہد سے بھی واقف ہو گئیں اور آئندہ دنیا کی طرف بالکل نظر کرنا چھوڑ دیا...... ہوا یوں کہ سردیاں آرہی تھیں اور ان کے پاس گھر میں نہ گرم کپڑے تھے نہ جوتے وغیرہ تو ام مسلم نے ابو مسلم سے کہا کہ ابو مسلم! سردی آگئی ہے اور ہمارے پاس نہ گرم کپڑے ہیں نہ جوتے نہ کھانا اور ایندھن۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ ابو مسلم نے کہا کہ چاہتی کیا ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ تمہیں جانتے ہیں تو ابو مسلم نے کہا اے ام مسلم ہلاکت ہو...... میں تو اللہ کے سوا کسی سے نہ مانگوں گا۔ تو ام مسلم نے ضد کی۔ ابو مسلم نے کہا لاؤ میری تیاری کراؤ۔ پھر مسجد کی طرف چل پڑے اور رات تک وہیں

Marfat.com

رہے جب عشاء کے بعد سب لوگ چلے گئے تو ابو مسلم گھٹنوں کے بل جھک کر اور آہ وزاری کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے گویا ہوئے......

"اے اللہ! تو اپنے اور میرے درمیان میرا حال جانتا ہے اور ام مسلم کی بات بھی جانتا ہے کہ وہ کیا چاہتی ہے اس نے مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہے حالانکہ سارے خزانے تیرے پاس ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی تو تو نے ہی دیا ہے وہ بھی تیری مخلوق ہیں۔ میں تجھ سے آسانی اور خیر کثیر مانگتا ہوں۔"

پھر اپنی ضروریات گنوائیں۔ اس کے بعد عرض کیا کہ بے شک تیرے خزانے کبھی خالی نہیں ہوں گے تو مجھے جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مجھے تیرے سوا کوئی محبوب نہیں۔ اس وقت ایک شخص جو کہ آل معاویہ رضی اللہ عنہ سے تھا ساری باتیں سن رہا تھا جو کہ اچانک مسجد میں آ گیا تھا۔ وہ فوراً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور سارا واقعہ سنا دیا۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو جانتا ہے وہ کون ہے؟

وہ اللہ کا دوست ابو مسلم ہے۔

پھر پوچھا کیا تجھے ان کی مانگی ہوئی چیزیں یاد ہیں؟

اس نے کہا ہاں امیر المومنین۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فوراً ہر چیز دوگنی لے کر اس کے گھر دے آؤ یہ کام صبح سے پہلے پہلے کر لو۔

ادھر جب ابو مسلم صبح کی نماز پڑھ کر گھر پہنچے تو دیکھا کہ گھر میں سارا سامان رکھا ہے۔ ام مسلم نے کہا دیکھ رہے ہو ابو مسلم یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے تو ابو مسلم نے کہا کہ ہلاکت ہو تیرے لئے اللہ سے کفران نعمت کر رہی ہو اور رزق دینے والے کا شکر نہیں کر رہی؟ خدا کی قسم میں نہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ہوں نہ انہیں اپنی ضروریات کہلوائی ہے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے عطیہ ہے۔ پس تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہی ہیں۔ تو ام مسلم پر حقیقت کھل گئی اور وہ توکل علی اللہ کی تعلیم سمجھ گئی۔ اس کے بعد انہوں

Marfat.com

نے بھی اپنے شوہر سے کوئی چیز نہیں مانگی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہیں۔
پھر اسی نہج پر زندگی گزار دی۔ یہاں تک کہ خالق حقیقی سے جاملیں۔

آخری لمحات

ام مسلم ایک عظیم تابعیہ تھیں جنہیں ان کے شوہر کی تربیت نے کندن کر کے ایک بڑی زاہد خاتون بنا دیا۔ ام مسلم کب تک زندہ رہیں اس بارے میں ہمیں کوئی شہادت نہیں ملتی البتہ ابو مسلم خولانی ۶۲ھ میں دمشق میں وفات پا گئے تھے۔ ام مسلم ان کے کچھ عرصے کے بعد فوت ہوئیں۔

Marfat.com

حضرت صفیہ بنت ابی عبید رحمہا اللہ

(متوفیہ ۲۷ھ کے بعد)

ایک عظیم خاتون جو محدثہ، زاہدہ اور عابدہ تھی شوہر کی خدمت اور خیال رکھنے میں ضرب المثل خاتون ایک باکمال اور باوصف کاتون۔ خاندان فاروقی کی بہو۔

صفیہ بنت ابی عبید بن مسعود الثقفی شیخ الاسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابوعبدالرحمٰن القرشی کی زوجہ تھیں اور صفیہ وہ جنہوں نے فضل وشرف کو ہر طرف سے جمع کیا تھا۔

آپ ان بہترین عورتوں میں تھیں جو اپنے شوہر کی اللہ کی اطاعت میں زندگی گزارنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ آپ نے اپنے شوہر کے اخلاق رشد وہدایت سے استفادہ کیا تھا اور اسی وصف نے آپ کو تابعین کے دور کی بلند ترین خواتین میں شامل کر دیا۔

شادی اور آپ کی پاک اولاد

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ نے جو بڑے امام ہیں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صفیہ سے اپنے والد کی زندگی میں ۱۶ھ میں شادی کی تھی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری طرف سے میرے والد نے صفیہ کو مہر کا چار سو درہم ادا کیا تھا اور میں نے چھپ کر دو سو درہم زیادہ دیئے۔ اس مبارک شادی میں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے برکت بہت زیادہ عطا فرمائی۔

صفیہؒ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں اور لڑکے اپنے زمانے کے بڑے علماء بنے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوبکر (۲) ابوعبیدہ (۳) واقد (۴) عبداللہ (۵) عمر

اور لڑکیوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) حفصہ (۲) سودہ۔

حضرت صفیہ رحمہا اللہ نے اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی تاکہ خاندان عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طریق پر چلیں۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہیں بہت اہمیت دیتے تھے اور احترام کرتے تھے۔

حضرت صفیہ بنت ابی عبید ایک عبادت گزار خاتون

حضرت صفیہؒ ایک نیک متقی اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ آپ کی بزرگی اور تقویٰ کی گواہی دیتے ہوئے امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

صفیہ بنت ابی عبید نیک، عبادت گزار خاتون تھیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ پوری زندگی ان کی عزت واحترام اور ان سے محبت کرتے تھے۔ اور یہ سب کیوں نہ ہوتا ان کے شوہر اپنے زمانے کے ایک عظیم انسان اور اس امت کے زاہد شخص تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پورے سال کا روزہ رکھنے والے صحابی اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبادلہ اربعہ میں سے ایک تھے۔

زاہد اور سخی شوہر کی سخی اور زاہد بیوی

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت سے کون واقف نہیں ہے آپ کے زہد کی انتہا یہ تھی کہ کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

آپ عبداللہ رضی اللہ عنہ کبھی بھی اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک دستر خوان پر کوئی یتیم نہ ہوتا۔ حتی کہ اسی عادت نے آپ کو جسمانی طور پر لاغر اور کمزور کر دیا تھا۔ ایک

Marfat.com

مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے مچھلی کھانے کی فرمائش کی پورے بازار میں صرف ایک مچھلی دستیاب ہوئی، حضرت صفیہ نے اسے بڑی اچھی طرح پکایا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے خواہش کی تھی، جب حضرت صفیہ نے کھانا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ اسی دم کسی فقیر نے آواز لگائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ کھانا فقیر کو دے دو۔

حضرت صفیہ نے کہا آپ نے تو ہمیں تھکا ڈالا اور اب کہتے ہیں کہ یہ کھانا فقیر کو دے دوں۔ آپ نے کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ یہی پسند کرتا ہے تو صفیہ نے کہا کہ ہم فقیر کو ایک درہم دے دیں گے آپ اپنی خواہش کے مطابق کھالیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی خواہش پوری کرنا نہیں چاہتا۔

اس دلچسپ قصہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ کو یہ سبق دیا کہ مساکین کو کھلانا فضائل کی انواع میں سے بلند و اعلیٰ نوع ہے۔ اور اسی طرح یہ سبق بھی سکھایا کہ نفس کی تربیت خواہشات کو چھپانے کی محتاج ہے اور یہی تقویٰ کے زیادہ قریب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی ہے۔

شوہر کی خدمت کو اولیت

چنانچہ حضرت صفیہ نے اپنے شوہر سے سخاوت سیکھی اور اس پر عمل کیا۔ آپ ہر خیر و بھلائی کو اپنے شوہر کے لئے مقدم رکھتی تھیں کہ پہلے میں اپنے شوہر کے ساتھ بھلائی کروں تاکہ حضور ﷺ کی اس حدیث کے فضائل پالوں۔

> ”حضرت اسماء بنت یزید نے سوال کیا تھا تو آنحضور ﷺ نے جواب دیا کہ تم اپنے شوہروں کی اطاعت کرو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے کہنے پر چلو تو تمہیں یہی باعث جہاد، جمعہ اور باجماعت نماز کا ثواب دے گی۔“

آپ کے آزاد کردہ غلام نے حضرت صفیہ کا اپنے شوہر کے ساتھ حسن رعایت کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انہوں نے انگور کھانے کی خواہش کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو ایک درہم دے کر بھیجا وہ انگور کا ایک خوشہ لایا

Marfat.com

تو اس کے پیچھے ایک فقیر ہولیا جب وہ گھر میں انگور لے کر داخل ہوا تو فقیر دروازے پر آ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اسے دے دو۔ پھر دوبارہ انگور منگوائے تو وہی فقیر دوبارہ آ گیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اسے دینے کا حکم دیا غرض تین یا چار بار ایسا ہی ہوا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے پھر انگور منگوائے اور اس فقیر کو کہلوا بھیجا کہ اگر اب تو آیا تو خیر نہیں پائے گا۔ اس کے بعد جب فقیر نہیں آیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انگور کھائے۔ غرض ایسے کتنے ہی واقعات ہیں جہاں حضرت صفیہ سخاوت کرتیں۔ مگر اپنے شوہر کے ساتھ بھلائی کو ہمیشہ مقدم رکھتیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک ثقہ راویہ

علامہ ابن حبان نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں لکھا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ثقہ (بااعتماد) راویہ کہا جاتا ہے۔ جن سے خود بھی روایات لی گئی ہیں علامہ ابن عجلیؒ نے فرمایا صفیہ بنت ابی عبید مدنی تابعیہ اور ثقہ خاتون ہیں۔

حضرت صفیہ نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے روایات لی ہیں اور ان کے ساتھ صفیہؒ کے قصص معروف ہیں۔

حضرت صفیہ نے تین امہات المومنین حضرت امی عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضوان اللہ علیہن کو بھی دیکھا اور ان سے بھی روایات لی ہیں۔ اسی طرح حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی روایات لی ہیں۔

اور اسی طرح سے خود حضرت صفیہ سے اکابر تابعین اور ثقات کی ایک جماعت نے جو علم و فضل میں اپنے ہم عصروں میں مشہور حضرات تھے، روایات لی ہیں۔

ان میں آپ کے سوتیلے بیٹے سلام بن عبداللہ، نافع (ان کے شوہر کے غلام) عبداللہ بن دینار، عبداللہ بن صفوان بن امیہ، موسیٰ بن عقبہ رحمھم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ابوداؤد امام نسائی نے اپنی اپنی سنن میں آپ سے روایات نقل کی ہیں۔

Marfat.com

آپ کی وفات

کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے ان کی وفات سن ۷۳ھ میں ہوئی۔

اور صفیہ بنت ابی عبید کی وفات کی تاریخ کا تعین ہم نہیں جانتے مگر دلائل بتاتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر کی وفات کے کافی عرصہ بعد تک زندہ تھیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع کے حوالے سے موطا میں نقل کیا ہے کہ حضرت صفیہ کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کی عدت میں آنکھیں آ گئی تھیں۔ تو انہوں نے کوئی سرمہ دواء استعمال نہیں کی تھی حتی کہ آپ کی آنکھوں سے کیچڑ بہنے لگی۔

......ایک روایت ہے کہ آپ کافی عرصہ زندہ تھیں یہاں تک کہ آپ کے بال سفید ہو گئے تھے اور ان کے دانت ٹوٹنے لگے، ابن سعد نے فلیح بن نافع کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”صفیہ اتنی بوڑھی ہو گئی تھیں کہ صفا مروہ کی سعی اپنی سواری پر کرتی تھیں۔

بہر حال صفیہ بنت ابی عبید قابل اسوہ خاتون تھیں، مشفق ماں اور فرمانبردار بیوی تھیں۔ ہمیں ان کی اطاعت کرنے چاہیئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

Marfat.com

اُمِ عاصم لیلیٰ بنت عاصمؒ

(متوفیہ ۸۰ ہجری کے بعد)

جس کے خوف خدا نے اسے خاندان فاروقی کی بہو بنادیا جس کے تقوے سے اسلام کو ایک عظیم خلیفہ اسلام ملا سخاوت دینداری اور زہد سے معمور ایک خاتون عمر بن العزیز کی نانی محترمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہو۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا انتخاب

رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا لوگ اپنے گھروں میں آرام وسکون اور امن وامان سے بے فکر ہو کر سوئے ہوئے تھے سرد ہوائیں مدینہ کی گلیوں میں سنسناتی ہوئی گذر رہی تھیں گویا ان کا دعویٰ ہو کوئی ہے جو ہمارے مقابلے میں آئے۔ مگر ایک شخص تھا جسے جہنم کی آگ کے خوف نے جگا رکھا تھا اور وہ مدینہ کی سرد اور ٹھٹھرا دینے والی ہواؤں کا مقابلہ کر رہا تھا کہ شاید کوئی مسافر بے سہارا ہو، کوئی درد سے رات کو جاگ رہا ہو، شاید کوئی بھوکا ہو کہ اس کی آنتوں کے درد نے اسے سونے نہ دیا ہو یا کوئی رعیت کا ایسا واقعہ ہو جو اس کے علم میں نہ آیا ہو۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری کا بچہ بھی پیاسا مر جائے تو اس شخص سے اس کا سوال ہوگا۔

یقیناً آپ پہچان چکے ہوں گے کہ اس صفت کا ایک ہی آدمی تھا۔ جی ہاں وہ امیر

Marfat.com

المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

اس تاریک رات میں آپ کا گھومنا اور نگرانی کرنا طویل ہو چکا تھا آپ کے جسم پر بھی تھکاوٹ کے آثار نمایاں ہو چکے تھے۔ آپ ذرا دیر استراحت کے لئے ایک چھوٹے سے مکان کی دیوار سے سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ انہی لحات میں آپ کے کانوں میں دو عورتوں کے جھگڑنے کی آواز سنائی دی جو یقیناً اس گھر سے ہی آ رہی تھی جو کہ بہت معمولی اور ہلکی تھی۔

نہیں میں دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی یہ ان میں سے ایک لڑکی کی آواز تھی...... بیٹی تھوڑا سا ملا لے۔ نہیں ماں تم نے سنا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منادی نے کل آواز لگائی تھی، جس نے ملاوٹ سے منع کیا تھا۔ تو ماں نے کہا کہ عمر تو نہیں دیکھ رہا۔ بیٹی نے جواب دیا ماں عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے۔ اس جواب کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ٹھنڈک سی پڑ گئی۔ اور آپ کو اس لڑکی کے سچے ایمان اور خوف من اللہ کے جامع جواب نے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہ لڑکی خلوت اور جلوت دونوں میں گناہ سے بچنے کی ہمت رکھتی ہے۔

آپ فوراً مسجد لوٹے اور نماز کے بعد اپنے بیٹے عاصم کو بلایا جو کہ رشتہ کی تلاش میں تھے اور انہیں یہ واقعہ سنا کر اس لڑکی سے رشتہ کرنے کا مشورہ دیا...... عاصم نے باپ کے مشورہ پر اس لڑکی سے نکاح کر لیا۔ یہ لڑکی عمارہ بنت سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ الثقفی تھیں۔ ان سے حضرت عاصم کی دو اولاد ہوئیں ان میں ایک ہماری ممدوح لیلیٰ بھی تھیں کنیت ام عاصم ہوئی اور دوسری بیٹی حفصہ بنت عاصم تھیں۔

ام عاصم اور ان کی تربیت

ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطاب القرشیہ العدویہ نے پاکیزگی اور پرہیزگاروں کے درمیان پاکیزہ پرورش پائی۔ آپ ابتدائے جوانی میں ہی علم، تقویٰ، زہد سخاوت کے مدارج طے کر گئی تھیں۔ آپ کا بچپن اپنے دادا کی گود میں گزرا اور جوانی اپنے

Marfat.com

والد جو کہ خود بھی صحابی رسول ﷺ تھے کہ زیر نگرانی گزری۔

آپ نے اپنے والد سے اپنے دادا کے فضائل حمیدہ اور خصائل کریمہ حاصل کیے اور ورثہ نبوت احادیث کا ذخیرہ حاصل کیا اور اپنے زمانہ کے بڑے بڑے زہاد اور متقی حضرات میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

آپ کی ایک مشہور روایت جسے آپ کے بیٹے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سرکہ بہترین سالن ہے۔"

آپ کی شادی حدیث نبوی کے موافق

آنحضور ﷺ نے نکاح کے خواہشمند کو اچھے اور بلند اخلاق او رنیکوکاری اور خدمت کی بنیاد پر عورت کا چناؤ کرنے کی ترغیب دی اور یہ کہ اچھی تربیت کی حامل لڑکی مل جائے آپ ﷺ نے فرمایا اپنے نطفوں کے لئے اچھوں کا انتخاب کرو اور ہمسروں میں نکاح کرو۔

یہی بات عبدالعزیز بن مروان کے پیش نظر تھی وہ اپنے اردگرد کی لڑکیوں میں تفتیشی نظر سے صالحہ اور کامیابی کی طرف چلنے والی کو دیکھتے تا کہ وہ ان کی ساتھی بنے اور یہی ہوا۔ عبدالعزیز بن مروان بنی مروان میں سے ایک امیر تھے اور عبدالمالک کے بعد ولی بھی تھے۔ جب انہوں نے شادی کا ارادہ کیا تو اپنے مال کے منشی کو بلا کر کہا کہ ان کے مال میں سے بہترین مال کا انتخاب کرے تا کہ وہ اس کی بیوی کا مہر بن سکے۔ اور یوں آپ کا نکاح بلند اخلاق علم و زہد کی بنیاد پر عبدالعزیز بن مروان سے ہوا گیا۔

انتخاب عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالعزیز میں موافقت

آپ کی والدہ حضرت عمارہ کا انتخاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تقویٰ اور زہد کو مدنظر رکھ کر کیا کوئی مال و دولت کی فراوانی نہ تھی۔ اور آپ کا انتخاب بھی اسی بنیاد پر ہوا آپ صالحہ تھیں آپ کو تقویٰ اپنے والد و والدہ اور دادا کے ورثے سے ملا تھا۔

Marfat.com

صالح اولاد

آپ سے عبدالعزیز کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے دادا کے نام پر عمر رکھا۔ یہ زہد وتقویٰ کا ثمر تھا۔ مدینہ منورہ عمر بن عبدالعزیز کے جائے پیدائش تھی اور مدینہ کے علوم کے چشموں سے جو سیراب ہونا چاہتا وہ ہو لیتا تھا۔ آپ کی والدہ نے آپ کی تربیت کی بنیادی تقویٰ پر اسی دن سے رکھ دی تھی جب انہوں نے خیر وشر کو پہچانا تھا۔ انہوں نے عمر کے نفس میں اسی حکمت کو بو دیا تھا جو انہوں نے اپنے دادا اور والد ووالدہ سے حاصل کی تھی۔

آگے چل کر یہی عمر بن عبدالعزیز عمر فاروق ثانی کے نام سے مشہور ہوئے اور دنیا کو امن وامان سے بھر دیا۔

حضرت عمر ایک مرتبہ آپ کی نظروں سے بچ کر اصطبل میں داخل ہو گئے اور وہاں ایک گھوڑے نے ان کی پیشانی پر ٹاپ مار کر زخمی کر دیا۔ ان کی والدہ نے انہیں اپنے سینے سے چمٹا لیا اور عبدالعزیز سے لڑنے لگیں کہ آپ نے اس کا کوئی نگران مقرر نہیں کیا۔ مگر عبدالعزیز کچھ سوچ رہے تھے پھر بالآخر وہ خوشی سے چلا اٹھے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر یہی بنی امیہ کا زخمی ہے تو بڑا ہو کر بڑا خوش بخت بنے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خواب

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو تعجب خیز الہامی قوت کے مالک تھے ایک خواب دیکھا کہ۔ پھر وہ اپنے بستر سے اٹھ کر تعجب کرنے لگے کہا کہ یہ بنی امیہ کا زخمی کون ہے جو عمر سے پیدا ہو گا اور اس کا نام بھی عمر ہو گا۔ اور عمر کی سیرت پر چلے گا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ (تاریخ طبری) (روایت میں اشج کا لفظ ہے جس کا معنی پیشانی پر چوٹ ہے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب عبدالعزیز تک بھی پہنچا تھا اور وہ اس کو خوش بختی سے گردان رہے تھے اور آپ کا خواب سچ ثابت ہوا۔

Marfat.com

ام عاصم کی سخاوت

ام عاصم نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا جب عبدالعزیز کو مصر کا والی بنایا گیا تو وہ ان کے ساتھ وہاں چلی گئیں اور وہاں رہنے لگیں۔

آپ کی سخاوت وہاں بہت معروف تھی آپ کی رحم دلی اور نیک سلوک بھی بہت تھا۔ مصر میں ایک فالج زدہ شخص تھا ایک مرتبہ ام عاصم اس کے قریب سے گذریں تو وہ ان کے سامنے آ گیا آپ نے اسے عطیہ دیا اور اس کے بعد جب بھی وہاں سے گذرتیں اس کو عطیہ ضرور دیتیں۔ آپ کے انتقال کے بعد عبدالعزیز نے آپ کی بہن حفصہ سے نکاح کر لیا وہ بھی زہد و تقویٰ سے معروف تھیں، ایک مرتبہ اسی شخص کے قریب سے گزریں تو اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تو اس شخص نے کہا کہ "یہ ام عاصم کے برابر نہیں" مراد اس کی یہ تھی کہ ام عاصم کی طرح سخی اور فیاض نہیں۔

پھر یہ بات ضرب المثل بن گئی۔

جب عمر بن عبدالعزیز نے اہل بیت کے مظالم کا مداوا کیا اور ان پر صحیح گرفت کی تو آل مروان کے ایک بربری غلام نے کہا۔

کہ تم بھی آل خطاب کی بیٹیوں سے نکاح کرو۔

تا کہ عمر بن عبدالعزیز جیسی اولاد پیدا ہو جو دنیا کو امن و سکون اور انصاف کا تحفہ دے)

اللہ تعالیٰ ام عاصم پر رحم فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

آخری لمحات

ام عاصم اپنے شوہر ہی کی زندگی میں جب وہ مصر کے گورنر تھے انتقال کر گئیں اس وقت تک عمر بن عبدالعزیز حکمران نہیں بنے تھے عبدالعزیز بن مروان ۸۰ھ سے لیکر ۸۵ھ کر مصر کے گورنر رہے تھے۔ عبدالعزیز کا انتقال جمادی الاول ۸۵ھ میں ہوا تھا۔

Marfat.com

حضرت ام ربیعہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا

(متوفیہ ۷۵ھ کے بعد)

''امام ربیعہ بن عبدالرحمٰن (ربیعہ رائے) کی والدہ محترمہ ایک عظیم مجاہد کی عجیب وفادار اور جذبہ اسلام سے سرشار بیوی جس نے شوہر کی تیس سالہ غیوبت میں اپنے بیٹے کو فقہاء کا سردار بنادیا۔''

عبدالرحمٰن فروخ

رسول اللہ ﷺ کے مبارک شہر مدینہ منورہ کا ایک خوبصورت صالح، نیک پاکباز اور بہادر جوان عبدالرحمٰن فروخ تھا جو کہ اپنے کمالات میں لاثانی تھا۔ جب وہ نکاح کے قابل ہوا تو اس کا نکاح ایک خوبصورت، متقی اور پاکباز خاتون سے ہوا۔ عبدالرحمٰن کو جہاد کا بہت شوق تھا اور وہ کئی محاذوں پر کارنامے انجام دے چکا تھا نکاح کے کچھ عرصہ کے بعد عبدالرحمٰن کو ایک محاذ پر جانا پڑا۔ اس وقت میں اسلامی سرحدیں تیزی سے پھیلتی جارہی تھیں اور دشمنانِ اسلام تیزی سے ختم ہورہے تھے اور توحید کے ماننے والوں میں اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔

ربیعہ کی پیدائش

عبدالرحمٰن کی تشکیل خراساں کے محاذ پر ہوئی اس نے محاذ پر جاتے ہوئے اپنی

Marfat.com

اہلیہ کو تیس ہزار اشرفیاں دیں اور کہا کہ ان کو احتیاط سے رکھنا اگر میں واپس آیا تو اس سے تجارت کروں گا اور اگر تمہیں ضرورت پڑ جائے تو تم اس میں سے خرچ کر لینا۔ یہ کہہ کر وہ محاذ پر روانہ ہو گئے۔ ادھر ان کی اہلیہ کو چار پانچ ماہ بعد اللہ رب العزت نے ایک خوبصورت فرزند سے نوازا۔ انہوں نے اس بچہ کا نام ربیعہ رکھا۔

ربیعہ کی تعلیم و امامت

عبدالرحمٰن کو ایک محاذ کے بعد دوسرے محاذ میں شرکت کا موقع مل جاتا اور وہ اسی طرح ایک کے بعد ایک محاذ پر شرکت کرتا چلا گیا اور اس طرح سے ان کو ستائیس برس گذر گئے اور وہ گھر واپس نہ آئے اور نہ ہی کوئی رابطہ ہو سکا اور دوسری طرف ان کے صاحبزادے علوم وفنون میں کمال حاصل کر کے اپنے وقت کے امام بن گئے اور مسجد نبوی ﷺ میں درس دینا شروع کر دیا اور لوگ جوق در جوق آپ سے فیض حاصل کرنے لگے اور آپ سے شرف تلمذ کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اور آپ امام ربیعہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

حضرت امام ربیعہ کا علمی مقام

حضرت امام ربیعہ اپنے وقت کے امام تھے آپ نے کم عمری میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور پھر اس کے بعد آپ نے انتہائی محنت اور کوشش سے تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فصاحت وبلاغت میں کمال حاصل کر لیا۔ اور آپ اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے۔ ابھی آپ کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی کہ آپ نے تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ کے درس کے چرچے ہونے لگے۔ اور لوگ آپ کے درس میں شامل ہونے کو سعادت سمجھتے تھے۔

آپ کے تلامیذ

اللہ رب العزت نے جس طرح آپ کو ذہانت اور فطانت عطا فرمائی اسی طرح آپ کے تلامیذ بھی ذہین اور فطین تھے اور وہ بھی اپنے وقت کے امام بنے جن میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

Marfat.com

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبدالرحمٰن کی واپسی

حضرت عبدالرحمٰن ایک مہم کے بعد دوسری مہم اور ایک محاذ کے بعد دوسرے محاذ میں وقت لگاتے گئے اور ان کو اتنی فرصت نہ ملی کہ وہ کچھ وقت کے لئے اپنے گھر آسکتے۔ اسی طرح ان کو ستائیس برس لگ گئے اور آپ ستائیس برس بعد اپنے گھر واپس آئے جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ایک شان سے داخل ہوئے اور آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کی کمر سے تلوار بندھی ہوئی تھی اور گھوڑے پر سوار تھے اور ہاتھ میں نیزہ تھا۔ آپ اپنے گھر کی طرف بڑھے اور نیزہ کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہونے لگے۔ اسی اثناء میں آپ کے صاحبزادے دروازے پر پہنچ گئے اور ایک انجان آدمی کو بے تکلف اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کو بڑا معیوب لگا (کیونکہ امام ربیعہ نے کبھی اپنے والد کو نہیں دیکھا تھا) اور آپ نے اس شخص کو اندر آنے سے روکا جس پر عبدالرحمٰن پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور دونوں باپ بیٹے میں تکرار شروع ہوگئی جب دونوں کی آوازیں ایک دوسرے سے بلند ہونے لگیں تو گھر کے اندر سے امام ربیعہ کی والدہ نے جھانکا تو فوراً اپنے شریک حیات کو پہچان لیا اور اپنے بیٹے امام ربیعہ کو ٹوکا۔ پھر دونوں کا تعارف کروایا تو دونوں باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے گلے لگ کر رونے لگے اور کافی دیر تک روتے رہے پھر جب قرار آیا تو دونوں گھر میں داخل ہوئے اور ساتھ ہی امام ربیعہ نے اپنے والد سے اس گستاخی کی معافی مانگی جو ان سے نادانی اور ناواقفی میں ہوگئی تھی اور عبدالرحمٰن نے بھی اپنے لخت جگر کو دل کی گہرائیوں سے معاف کردیا۔

تیس ہزار اشرفیاں

کھانا کھانے اور آرام کے بعد عبدالرحمٰن کو تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی ساری رقم محفوظ ہے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا تو عبدالرحمٰن نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لے

Marfat.com

گئے نماز کے بعد عبدالرحمٰن نے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں بہت بڑا حلقہ لگا ہوا ہے اور ایک آدمی لمبی ٹوپی پہنے اور سر جھکائے درس دینے میں مشغول ہیں تو انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے تو لوگوں نے کہا یہ وقت امام، امام ربیعہ ہیں یہ سن کر عبدالرحمٰن کی آنکھوں سے بے اختیار خوشی کے آنسو جھلک پڑے اور ان کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے بیٹے کو اتنا بلند درجہ عطا کیا۔''

اسی خوشی کی کیفیت سے مسرور عبدالرحمٰن اپنے گھر کو لوٹے اور بیوی سے اس بات کا تذکرہ کیا تو بیوی نے کہا کہ:

آپ کو بیٹے کی یہ عظمت وشان پسند ہے یا تیس ہزار اشرفیاں؟

جس کے جواب میں عبدالرحمٰن نے کہا کہ:

''خدا کی قسم تیس ہزار اشرفیاں اس مرتبے اور شان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔''

بیوی نے کہا:

''تو پھر سن لیں کہ میں نے یہ تمام رقم اس کی تعلیم پر خرچ کر دی۔''

عبدالرحمٰن نے بے ساختہ کہا کہ:

خدا کی قسم ان اشرفیوں کا اس سے بہتر استعمال اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا، تم نے بہت خوب کیا کہ ان اشرفیوں کو ٹھکانے لگا کر میرے بیٹے کو ایک ایسے خزانے کا مالک بنا دیا جس کو کبھی زوال نہیں۔''

ماں ہو تو ایسی

امام ربیعہ تابعی ہیں اور اپنے وقت کے امام گزرے ہیں مگر تحقیق سے دیکھا جائے تو ان کو امام بنانے میں ان کی والدہ کا کردار بہت اہم ہے۔ کہ بچہ کا والد گھر سے کوسوں دور اپنی جان ہتھیلی پر لئے دشمن اسلام سے برسر پیکار ہے اور ایک دو نہیں بلکہ مستقل ستائیس سال تک گھر سے دور رہا اور گھر کی کوئی خبر نہیں اور نہ ہی گھر والوں کو علم کہ گھر کا سربراہ اور

Marfat.com

اکلوتے بچہ کا باپ زندہ ہے یا جام شہادت نوش کر گیا اس سب کے باوجود اولاد کی تربیت ایسے بہترین انداز میں کی کہ اس کو وقت کا امام بنا دیا بلکہ صرف امام ہی نہیں اماموں کا امام بنا دیا (کیونکہ امام مالک، امام اوزاعی وغیرہ تو شاگرد تھے) ایک تنہا عورت نے ستائیس برس اپنے شوہر کی جدائی برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی ایسی بہترین پرورش کی کہ رہتی دنیا تک اہل علم یاد رکھیں گے کہ امام ربیعہ بھی کوئی امام گذرے ہیں۔

لمحہ فکریہ

ایک آج کی عورت کا حال ہے کہ شوہر ہر طرح کی سہولت اور آسائش دینے کے باوجود پھر بھی برا ہوتا ہے اولاد کو شوہر کے خلاف کر دیا جاتا ہے اور اولاد کی تربیت شیطانی طریقوں پر کی جاتی ہے اولاد کو اسلام دشمنوں کا دوست بنایا جاتا ہے اولاد اگر کسی دشمن اسلام کا حلیہ اختیار کر لے تو اس اولاد پر فخر کیا جاتا ہے اولاد اگر دھوکہ بازی کر کے تجارت کرے تو اسے عقل مند بتایا جاتا ہے اولاد اللہ کی نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ جائے تو اس کو شاباش دی جاتی ہے۔ اولاد اگر راگ رنگ کی محفل سجائے تو اس کی پیٹھ ٹھونکی جاتی ہے اولاد اگر نمازوں سے غافل رہے تو ماتھے پر بل تو کیا دل میں احساس بھی پیدا نہیں ہوتا کہ بیٹا ہمارا جہنم کے قریب ہو رہا ہے اولاد اگر باپ سے جائیداد کے معاملہ پر الجھے تو اس کی حمایت کی جاتی ہے اس کو مشورے دیے جاتے ہیں بلکہ مزید بڑھکایا جاتا ہے کہ یہ تو تمہارا حق ہے اولاد ابھی جوان بھی نہیں ہوتی کہ باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا شروع کر دیتی ہے۔ باپ کو اپنا ازلی دشمن اور ماں کو بہترین خیر خواہ تصور کرتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ماں کی بات ماننی چاہیے۔ اور ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور ماں کی دعائیں زندگی کے ہر موڑ اور کٹھن حالات میں ساتھ دیتی ہیں مگر اسلام میں باپ کا بھی مقام ہے اگرچہ حدیث شریف میں تین دفعہ ماں کا ذکر اور ایک دفعہ باپ کا تذکرہ ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ باپ کا کوئی مقام نہیں اولاد کو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ باپ اگر بدعا دے تو اس کا کوئی حل نہیں اور وہ ضرور بضرور پوری ہوتی

Marfat.com

ہے۔ ماں کی دعا اور باپ کی بد دعا ضرور قبولیت کے درجہ کو پہنچتی ہے اس لئے اولاد کو والدین کا برابر احترام کرنا چاہئے نہ کہ صرف ماں کا۔ اولاد کے لئے دونوں عزت واحترام کے لائق ہیں اور دونوں کی خدمت پر بے انتہاء اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ام ربیعہ جیسی خاتون سے نوازے اور ہر عورت کو ام ربیعہ بنادے۔ (آمین)

آپؓ کی وفات

ام ربیعہ کی وفات کا تعین کے ساتھ علم نہیں ہوسکا۔

Marfat.com

اسماء بنتِ سلامۃ رضی اللہ عنہا

آپؓ کے شوہر کا قبولِ اسلام

جب رات گہری ہو چلی، اور اس نے اپنی سیاہ چادر ''اُمّ القریٰ'' (مکہ مکرمہ) پر پھیلا دی تو اسماء بنت سلامہ کو خوف محسوس ہونے لگا اور دل میں طرح طرح کے اندیشے سر اٹھانے لگے کہ ان کے شوہر عیاش بن ابی ربیعہ نے گھر آنے میں اتنی دیر کیوں کر دی؟ کیا ان کے بھائی ابوجہل نے ان کو محمد بن عبداللہ ﷺ کے ساتھ دیکھ لیا؟ کیا کسی نے جا کر اُن کی والدہ اسماء بنت مخرمۃ کو خبر کر دی کہ ان کے بیٹے نے ابن عبداللہ سے ملاقات کی اور ان کی باتیں سنیں؟ اتنے میں ایک سایہ انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا...... ان کا دل دھڑک اٹھا، یہ تو ان کے شوہر عیاش تھے ان کو دیکھتے ہی وہ بے تابی سے بولیں:

کیا ہوا؟ کیا ان سے ملے؟

عیاش بن ابی ربیعہ بولے: نہیں...... کیونکہ قریش کے جاسوس ان کے گھر پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

تو اسماء بنت سلامۃ بولیں: میری ایک رائے ہے!

عیاش بولے، کیا؟

تو اسماء بنت سلامۃ بولیں: کہ آپ ابی بکر بن ابی قحافہ، زید بن محمد ابن حارثہ، عثمان بن عفان اور جن لوگوں نے محمد ﷺ کا راستہ اپنایا اُن سے جا کر ملیں۔

Marfat.com

صدیقِ اکبرؓ سے ملاقات کا مشورہ

عیاش نے جوش میں اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے ہوئے کہا: بہت بہترین رائے ہے۔

اس کے بعد عیاش بن ابی ربیعہ ابوبکرؓ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، اور وہاں پہنچنے کے بعد انہوں نے اپنے چاروں طرف دیکھا...... اور جب ان کا دل مطمئن ہو گیا کہ کوئی ان کا پیچھا نہیں کر رہا تو انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

صدیقِ اکبرؓ کی زبان سے اسلام کی تشریح

ابوبکرؓ نے اُن کا خیر مقدم کیا اور پھر ان سے نبی و اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے لگے تو عیاش نے پوچھا کہ:

اسلام کیا ہے؟

ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اپنا دل اللہ کے حوالے کر دو اور یہ کہ تمام مسلمان تمہاری زبان اور ہاتھ کے شر سے محفوظ و مامون رہیں۔

پھر عیاش بن ابی ربیعہ نے پوچھا کہ نبی کیا ہے؟

تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نبی وہ ہے کہ جس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور پھر وہ زمین والوں کو اس کی اطلاع کرتا ہے۔

پھر عیاش نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کسی انسان سے کلام کرتے ہیں؟

تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہٗ نے اپنے نبی اور رسول موسیٰ بن عمران سے کلام کیا تھا اور پھر کچھ آیتیں قرآن سے ابوبکرؓ نے انہیں پڑھ کر سنائیں...... تو عیاش اُن کی مٹھاس میں کھو گئے اور بہت خوش ہوئے...... اور پھر جب عیاش بن ابی ربیعہ ابوبکرؓ کے گھر سے نکلے تو ان کی ملاقات عثمان بن عفانؓ سے ہو گئی۔

عیاش نے ان سے پوچھا کہ کون سا اسلام افضل ہے؟

تو عثمان بن عفانؓ نے فرمایا، ایمان!

Marfat.com

تو عیاش بن ابی ربیعہ نے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟

عثمان بن عفان ؓ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر، یومِ آخر یعنی قیامت کے دن پر، اور اچھی یا بُری تقدیر پر۔

پھر عیاش بن ابی ربیعہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے تو اسماء بنت سلامہ اُن سے ملیں اور پوچھنے لگیں، کیا اُن میں سے کسی سے ملاقات ہوئی؟

عیاش بولے، ہاں!

اسماء بنت سلامہ بولیں: تو پھر انہوں نے کیا کہا؟

عیاش کہنے لگے کہ میں نے حیران کر دینے والی باتیں سنیں اور جو کچھ میرے دل میں شک کے مرحلے میں تھا وہ اب یقین میں بدل گیا ہے۔

آپؓ کا قبولِ اسلام

اسماء بنت سلامہ کہنے لگیں کہ عباس بن عبدالمطلب کی بیوی اُم الفضل میرے پاس آئی تھیں اور انہوں نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور یہ کہ محمد ﷺ کی بیوی خدیجہ بنت خویلد، اُمّ الفضل اور زید بن محمد ﷺ (یعنی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کی بیوی برکۃ الحبشیہ بھی اسلام لے آئی ہیں...... اور انہوں نے قرآن کی کچھ آیتیں مجھے پڑھ کر سنائیں...... جن کو سن کر مجھے ایسا لگا کہ میرا دل ان کی طرف کھنچ رہا ہے...... اور میری روح بلندی کی طرف پرواز کر رہی ہے اور میرے ضمیر کو بڑی راحت وسکون کا احساس ہوا۔

عیاش بن ابی ربیعہ نے پوچھا کہ پھر کیا خیال ہے تمہارا؟

اسماء بنت سلامہ بولیں کہ جو آپ کی رائے......!

تو عیاش بن ابی ربیعہ بولے کہ کل ہم محمد ﷺ سے ملاقات کریں گے۔

خواب اور اس کی تعبیر

اور پھر اسماء بنت سلمہ سو گئیں اور خواب میں انہوں نے دیکھا کہ انہیں آگ میں

Marfat.com

ڈال دیا گیا مگر وہ وہاں سے بھاگ کر ایک سرسبز و شاداب وادی میں آ گئیں۔ وہ کپکپاتی ہوئی نیند سے اٹھیں۔

ان کے شوہر نے پوچھا: کیا ہوا؟

انہوں نے ان کو اپنا خواب سنایا۔

تو عیاش بولے کہ تمہارے خواب کی تعبیر تو صاف ظاہر ہے ...... مبارک ہوں ...... تمہارے لئے خوشخبری ہے، وہ اسلام ہے جس نے تمہیں آگ سے بچالیا۔

اور اس سے پہلے کہ ابی قبیس کی پہاڑی کے پیچھے سے سورج اپنا سر اٹھاتا عیاش نے اپنی بیوی سے کہا کہ چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں۔ میں ان سے ملنے کے لئے بے تاب ہوں۔

اسماء بنت سلامۃ بولیں: اور میں بھی ان سے ملنے کے لئے کم بے تاب نہیں۔

اور پھر وہ دونوں چھپتے چھپاتے نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں نکلے تو وہ انہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے والد کی گھاٹی میں نماز پڑھتے ہوئے ملے ...... انہوں نے ان کی نماز ختم ہونے کا انتظار کیا اور پھر عیاش اور اسماء آگے بڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئے ...... تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا ...... اور قرآن کریم کی چند آیات انہیں پڑھ کر سنائیں ...... ان دونوں نے بڑے غور سے کلام اللہ کو سنا ...... یہاں تک کہ ان کے دل حقیقت سے آشکارا ہو گئے ...... اور نور سے جگمگا اٹھے اور پھر بے اختیار عیاش اور ان کی بیوی نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔

گھر میں اسلامی تعلیمات کا مذاکرہ

پھر تو عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی رفاقت کو مستقل طور پر اپنا لیا۔ وہ ہر دم آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے ...... یہاں تک کہ "ارقم بن ابی الارقم المخزومی کا گھر" حضور ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کا مستقل ٹھکانہ بن گیا ...... جس میں ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم ہر دم ان کو گھیرے رہتے تھے ...... کہ حاصل کر سکیں ان

Marfat.com

سے بہترین علم...... اور زندہ کر سکیں اپنے دلوں کو اللہ عزوجل کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت کے نور سے۔

اور جب عیاش بن ابی ربیعہ ''دارِارقم'' سے واپس اپنے گھر لوٹتے تھے تو ان کی بیوی اسماء بنت سلمہ ان سے دریافت کرتی تھیں کہ......

کیا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے؟

اللہ تعالیٰ نے کیا نازل فرمایا اپنے نبی پر؟

پھر عیاش بن ابی ربیعہ انہیں بتاتے تھے اور پھر دونوں بیٹھ کر حضور ﷺ کے اقوال اور جبریل علیہ السلام کے لائے گئے پیغامات پر غور کرتے تھے وہ باتیں دہراتے تھے اور آپس میں مذاکرہ کرتے تھے اور پھر قول کو عمل سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ عیاش کی والدہ اسماء بنت مخزمہ بن جندل اپنے بیٹے کے گھر آئیں اور بولیں:

''مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اپنے مذہب سے پھر گئے ہو اور محمد (ﷺ) کے ساتھ ہو گئے ہو''۔

تو عیاش بولے، بلکہ اسلام لے آیا ہوں۔

اسماء بنت مخزمہ نے اپنی بھتیجی اسماء بنت سلامہ کی طرف دیکھا اور بولیں، اور تم؟

اسماء بنت سلامہ نے جواب دیا، میں نے بتوں کو پوجنا چھوڑ دیا ہے اور اللہ واحد و قہار پر ایمان لے آئی ہوں۔

مشکلات اور مصائب کا ورود

اسماء بنت مخزمہ نے اپنا سر ہلایا اور اپنے بیٹے عیاش سے بولیں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ بنی مخزوم محمد ﷺ کا ساتھ دینے والوں کو کیسی کیسی اذیتوں سے دوچار کرتے ہیں؟ تو وہ اپنے مذہب سے پھرنے والوں کے ساتھ وہ کیا کچھ نہیں کریں گے؟

عیاش بن ابی ربیعہ بولے کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ ہو گوارا ہے۔

Marfat.com

ان کی والدہ نے کہا: اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر لوٹ آؤ، اور چھوڑ دو محمد (ﷺ) کی تعلیمات کو...... کیونکہ وہ ایک ماں کو اپنے بیٹے سے، اور آدمی کو اپنی بیوی سے اور دوست کو اپنے دوست سے جدا کر دیتا ہے......

تو اسماء بنت سلمٰی فوراً بولیں کہ:

کیا تم دونوں بھی وہی کچھ دہراتے ہو جو محمد ﷺ کہتے ہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں اور حساب کتاب کے بارے میں؟

تو عیاش بن ربیعہ بولے کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ہے:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ○ ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ○ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی ○

(النجم: ۳۹ تا ۴۲)

''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ کیا جائے گا اور یہ کہ تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔''

تو ان کی والدہ بولیں: کیا اس نے تمہیں بھی اپنے قرآن کی گھٹی پلا دی؟

تو اسماء بنت سلامہ بولیں کہ ''اپنے نہیں بلکہ اللہ کے قرآن کی''۔

تو اسماء بنت مخرمہ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور پوچھا: کیا تمہارا دین تمہیں والدین کی نافرمانی سے نہیں روکتا؟

تو عیاش بن ابی ربیعہ گویا ہوئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ جَاهَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (لقمان: ۱۵)

اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا (کے

Marfat.com

کاموں) میں اُن کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اس کے رستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

تو ان کی والدہ ایک دم چلا پڑیں اور بولیں: بند کرو محمد (ﷺ) کے اشعار پڑھنا ورنہ میں تمہارے باپ کے حبشی غلاموں کو بلا کر تمہیں ایسی سزا دلواؤں گی ایسے عذاب سے دوچار کراؤں گی جو اس سے پہلے کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ تو عیاش ان سے پوچھنے لگے کہ ماں تم کیوں نہیں کر لیتیں محمد ﷺ کی اتباع؟ تم کیوں نہیں اتار کر پھینک دیتی اپنی گردن سے ان بتوں کی پوجا کا طوق جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں؟

تو اسماء بنت مخرمہ نے غصہ میں جھلا کر بولی: میں تمہیں خبردار کرتی ہوں۔

تو عیاش بن ربیعہ نے جواب میں قرآن پاک یہ آیات پڑھیں:

الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (لقمان: ۱ تا ۶)

الم۔ یہ حکمت کی (بھری ہوئی) کتاب کی آیتیں ہیں۔ نیکوکاروں کے لئے ہدایت اور رحمت۔ جو نماز کی پابندی کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے پروردگار (کی طرف) سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بے ہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے خدا کے رستے سے گمراہ کرے اور اس سے استہزاء کرے یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔"

بے اختیار ان کی والدہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، اور کمرے میں

Marfat.com

ٹہلتے ٹہلتے اچانک رک گئیں اور تیز آواز سے بولیں ......بس بہت ہو چکا...... بہت ہو چکا......قسم ہے لات اور عزیٰ کی میں تیری قوم کو تجھ سے بدگمان کر دوں گی کہ وہ تجھ کو قتل کر ڈالیں کیونکہ تو ہمارے لئے رسوائی اور ذلت کا سبب بن گیا ہے۔

پھر بنی مخزوم محمد (ﷺ) کی اتباع کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے، اور ابوجہل بن ہشام نے اپنے بھائی عیاش کو شدید عذاب اور اذیت کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ مگر عیاش بن ربیع اور ان کی بیوی اسماء بنت سلامہ نے صبر کیا......اور پھر وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں وہاں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، ابوسلامہ المخزومی اور اُم سلامہ قریش کی طرف سے کیے گئے ظلم وستم کا شکوہ کرتے ہوئے ملے......تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

حبشہ کی طرف ہجرت

عیاش بن ابی ربیعہ اور ان کی بیوی اسماء بنت سلامہ نے بھی حبشہ کی جانب ہجرت کی اور اپنا مال ومتاع اور اپنا قبیلہ، خاندان، رشتہ داری سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنا دین بچا کر لے گئے......اور پردیس میں زندگی گزارنے لگے، وہیں پر اسماء بنت سلامہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عیاش بن ابی ربیعہ نے عبداللہ رکھا۔

اور کچھ عرصہ کے بعد عیاش اور اسماء اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آ گئے کہ شاید اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد حالات صحیح ہو گئے ہوں اور اب وہ مکہ میں دوبارہ رہ سکیں......مگر قریش کے سردار حبشہ کے مہاجروں کے لئے اب تک اپنے تمام ظلم وستم کے ہتھیاروں سے لیس تیار بیٹھے تھے۔

اور پھر انصار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یثرب کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ عیاش اور ہشام بن العاص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ دونوں ان کے ساتھ ہی ہجرت کریں گے......کیونکہ عیاش کو خطرہ تھا کہ اگر اس کے بھائیوں ابوجہل اور حارث بن ہشام کو

Marfat.com

پتہ چل گیا تو وہ انہیں ہجرت کرنے سے روک دیں گے اور ہشام کو اپنی قوم کی طرف سے خطرہ تھا۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم بنی غفار کی بستی کی فلاں جگہ پر ملیں گے...... ہم میں سے جو بھی وقت پر وہاں نہ پہنچ سکا تو سمجھ لیں کہ وہ پکڑا گیا، تو باقی دونوں ساتھی وہاں سے روانہ ہو جائیں۔

مدینہ کی طرف ہجرت اور کافروں کا فریب

عیاش کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مقرر کردہ مقام پر مل گئے...... اور انہیں اندازہ ہو گیا کہ ہشام بن عاص پکڑے گئے...... تو عمر اور عیاش رضی اللہ عنہما وہاں سے چل دیئے اور یثرب کی جانب روانہ ہو گئے...... اور قباء کے مقام پر بنی عمرو بن عوف کی بستی میں قیام کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ساتھیوں سے جا کر مل گئے۔

ادھر اسماء بنت سلامہ کو پتہ چلا کہ ابو جہل اور حارث بن ہشام دونوں کے دونوں یثرب کے لئے روانہ ہو چکے ہیں تا کہ وہاں سے عیاش کو واپس لا کر اس کو سزا دے سکیں۔ وہ بڑی بے تابی سے کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگیں کہ جس کو یثرب بھیج کر اپنے شوہر کو خبردار کر سکیں مگر انہیں کوئی نہ مل سکا۔ اور ہشام کے بیٹے ابو جہل اور حارث دونوں یثرب کے لئے روانہ ہو گئے اور عیاش بن ابی ربیعہ سے ملے جو ان کے ماں جائے بھائی تھے اور کہنے لگے کہ:

"تمہاری ماں نے منت مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہیں لے گی نہ اس کے سر کو کنگھا چھوئے گا اور نہ ہی وہ سورج کی تپش سے بچنے کے لئے سائے میں جائے گی۔"

تو عیاش بن ابی ربیعہ نے جواب دیا کہ وہ آزاد ہے جو اس کا دل چاہے کرے۔

حارث بن ہشام بولا: کیا تمہیں نہیں پتہ کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتی ہے؟

جس کے جواب میں عیاش بولے: اور اللہ جانتا ہے کہ میں بھی ان سے کتنی محبت کرتا ہوں، ...... مگر میرا دین مجھے زیادہ عزیز ہے۔

تو ابو جہل نے کہا: کیا تمہارا دین تمہیں اپنے والدین کی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیتا؟

عیاش بن ابی ربیعہ بولے: بالکل دیتا ہے۔

Marfat.com

حارث بن ہشام بولا: تو پھر اپنی ماں کا خیال کیوں نہیں کرتے؟ تمہاری جدائی کے غم میں روتے روتے اس کی آنکھیں سفید پڑ گئی ہیں۔

عیاش ان کی باتوں سے متاثر ہو گئے اور بولے:

تو میں ان کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟

ابو جہل بن ہشام بولا:

اس کے مرنے سے پہلے پہلے اس سے مل لو، اگر تم اس سے نہیں ملنا چاہتے تو کیا ہوا، وہ تم سے ملنے کے لئے بے قرار ہے۔

ماں کی محبت کا غلبہ

ان کی باتوں پر عیاش نے اپنے بھائیوں کو شک بھری نگاہ سے دیکھا تو وہ فوراً بولے:

''ڈرو مت، تم اپنے قبیلے کے سرداروں میں سے ہو، ہم تمہارے ساتھ دوسروں جیسا سلوک نہیں کریں گے''۔

عیاش بھول گئے کہ ابو جہل اسلام اور مسلمانوں کا دیرینہ دشمن ہے اور اپنی ماں کے لئے ان کا دل نرم پڑ گیا اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ واپسی کا اور اپنی ماں سے ملنے کا فیصلہ کر لیا اور سوچا کہ ماں سے مل کر دوبارہ یثرب واپس آ جاؤں گا۔

یہ سوچ کر انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا: تھوڑا رکو میں رسول اللہ ﷺ سے مل کر آتا ہوں۔

راستہ میں انہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ملے تو انہوں نے ان کو اپنی ماں کے بارے میں بتایا...... جس پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ابو جہل اور حارث تمہیں دھوکہ دیں گے اور تمہیں تمہارے دین سے پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ اور قسم خدا پاک کی، اگر تمہاری ماں کو جوئیں تنگ کریں گی تو وہ ضرور کنگھی کرے گی اور اگر مکہ کی گرمی کی شدت اس پر بڑھ جائے گی تو وہ ضرور سایہ ڈھونڈے گی''۔

عیاش بن ابی ربیعہ بولے:

Marfat.com

”ماں کی قسم بھی پوری کرلوں گا اور میرا وہاں پر کچھ مال و متاع بھی ہے جسے لے کر میں لوٹ آؤں گا۔

حضرت عمرؓ کا آپؓ سے تعاون

تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے:

”قسم ہے خدائے پاک کی...... تم تو جانتے ہی ہو کہ میں قریش کا سب سے زیادہ مالدار آدمی ہوں، میں تمہیں اپنی آدھی دولت دیتا ہوں، مگر تم حارث اور ابوجہل کے ساتھ مت جاؤ“۔

مگر عیاش نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آدھی دولت کی طرف نہیں دیکھا اور کہا: ”ماں کی قسم پوری کرنا میرے لئے بہت ضروری ہے“۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ وہ ابوجہل اور حارث کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس جانے پر بضد ہیں تو انہوں نے کہا:

”اگر تم ایسا کرنا ہی چاہتے ہو تو میری یہ اونٹنی لے جاؤ، بہت اچھی نسل کی فرمانبردار اونٹنی ہے...... اس پر سوار رہنا، اگر تمہیں ابوجہل اور حارث کی کسی بات سے شک گزرے تو فوراً اونٹنی دوڑا کر اپنی جان بچالینا۔“

پھر عیاش حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور بے خوف و خطر ہو کر اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ چل پڑے۔

راستے میں ابوجہل کہنے لگا، اُف کتنا تھکا دیا ہے مجھے میرے اس اونٹ نے...... کیا خیال ہے عیاش! اگر ہم دونوں اپنی اپنی سواریاں آپس میں بدل لیں؟......

تو عیاش نے کہا: بڑی خوشی سے!

ابوجہل کا عیاشؓ پر تشدد

چنانچہ عیاش نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا، جیسے ہی ان کے قدموں نے زمین کو چھوا، ان کے بھائیوں ابوجہل اور حارث نے ان پر چھلانگ لگائی اور انہیں زمین پر گرا کر رسیوں

Marfat.com

میں جکڑ دیا...... وہ حیران ہو کر پوچھنے لگے: یہ تم کیا کر رہے ہو؟......

ابوجہل اور حارث نے جواب دیا:

"ہم تمہیں مکہ جا کر قید خانے میں ڈال دیں گے اور اس وقت تک عذاب میں مبتلا رکھیں گے جب تک کہ تمہاری عقل ٹھکانے پر نہیں آ جائے گی"

اور جب وہ انہیں مکہ لے کر پہنچے تو صبح کا وقت تھا...... مکہ میں داخل ہوتے ہی ابوجہل نے قریش کو پکارا اور کہا:

شہر مکہ کے رہنے والو! تم بھی اپنے نادانوں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ہم نے اپنے نادان کے ساتھ کیا ہے۔

قید و بند کی صعوبتیں

عیاش بن ابی ربیعہ کو ہشام بن عاص کے ساتھ لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ایسے قید خانے میں ڈال دیا جس کی چھت نہیں تھی۔ اسماء بنت سلامہ ان کے لیے قید خانے میں ہی کھانا اور پانی بھیج دیا کرتی تھیں۔

اور پھر ایک دن اسماء بنت مخرمہ ان کے قید خانے میں آئیں اور بولیں:

"تم دونوں پر بھی محمد (ﷺ) نے جادو کر دیا؟

عیاش فوراً بول اٹھے: "خدا نہ کرے جو رسول اللہ ﷺ جادوگر ہوتے"۔

تو اسماء بنت مخرمہ بولی: "میرے بیٹے میرا کہنا مان اور لوٹ جا لات اور عزیٰ کی عبادت کی طرف۔

عیاش بولے: قسم خدا کی، ایمان کی مٹھاس چکھنے کے بعد میں کبھی کفر کی طرف نہیں لوٹوں گا۔

تو اسماء بن مخرمہ بولی: کیا ہم کافر ہیں؟

عیاش بولے: بالکل تم لوگ کافر ہو...... خدا کی نعمتوں کو جھٹلانے والے ہو۔ تم لوگ بت ہو جو بتوں کی پوجا کرتے ہو ان کے سامنے گڑگڑاتے ہو؟

اسماء بنت مخرمہ نے جلاد کی طرف دیکھا اور بولی: "اس کو اذیت دو مگر قتل مت

Marfat.com

کرنا، اسے کاٹ ڈالو مگر مرنے مت دینا...... میں بھول چکی ہوں اور مجھے یاد بھی نہیں کہ عیاش نام کا میرا کوئی بیٹا تھا"۔

اور وہ اپنے بیٹے عیاش کو اور ساتھ میں ہشام کو قید خانے میں طرح طرح کے ظلم و ستم سے دوچار ہونے کے رلئے چھوڑ گئی۔

مشرکین کی شکست پر نعرۂ تکبیر

اور جب اسماء بنت سلامہ کو جنگ بدر میں مشرکین کی ہزیمت کا علم ہوا تو انہوں نے تہہ خانے میں اپنے شوہر عیاش کو یہ اطلاع بھجوائی...... تو عیاش اور ہشام دونوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا...... اللہ اکبر اللہ اکبر...... قسم رب کعبہ کی، اسلام کے دشمنوں ابوجہل، ربیعہ اور اُمیہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کی ہلاکتوں کے بعد یہ فتح و نصرت کی پہلی علامات میں سے ہے۔

اسماء بنت سلامہ...... عمیر بن وہب...... اور ولید بن ولید بن مغیرہ کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئیں...... پہلے وہ قریش کے شیطان مانے جاتے تھے اور اب وہ اسلام کے پروانے بن چکے تھے۔

قید خانے سے رہائی

ایک رات ولید بن ولید منہ پر ڈھاٹا باندھے ہوئے آئے اور اسماء بنت سلامہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور جب وہ انہیں پہچان گئیں تو ولید نے ان سے عیاش اور ہشام کے قید خانے کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے اس کا پتہ بتا دیا اور خود بھی ساتھ ہولیں...... وہاں پہنچ کر ولید نے ان دونوں سے کہا، رسول اللہ ﷺ نے عیاش اور ہشام جیسے مجبور اور بے بس مومنوں کو نہیں بھلایا......

اسماء نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور ولید اس پر پاؤں رکھ کر دیوار پر چڑھے اور دوسری طرف کود کر انہوں نے اپنی تلوار سے عیاش اور ہشام کی بندشیں کاٹ ڈالیں۔

اور پھر ولید بن ولید اور ہشام بن عاص اور عیاش اور اسماء بنت سلامہ اپنے بیٹے کے ساتھ شہر نبی ﷺ کی جانب روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

یکے بعد دیگرے پانچ شہیدوں کی بیوہ

عاتکہ بنت زید بن عمرو رضی اللہ عنہا

ان کے والد زید بن نفیل، قریش کی غیر اللہ کے نام پر قربانی پیش کرنے کو بہت بُرا جانتے تھے اور لوگوں کو اپنی بیٹیوں کے قتل سے روکتے تھے اور جب کوئی شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا تو وہ اس سے کہتے تھے کہ اسے مت قتل کرو میں اس کا خرچ برداشت کروں گا اور کہا کرتے تھے، اے خدایا! اگر مجھے پتہ چل جاتا آپ کا پسندیدہ ترین چہرہ کون سا ہے تو میں اس کی عبادت کرتا...... لیکن میں انجان ہوں...... یہ کہہ کر وہ اپنی سواری پر ہی سجدہ ریز ہو جایا کرتے تھے۔

پھر یہ ہوا کہ زید بن عمرو بن نفیل العدوی دین کی کھوج کرتے ہوئے شام جا پہنچے...... جہاں پر یہود اور نصاریٰ کے علماء نے انہیں ایک ہی بات بتائی کہ دین ابراہیمی ہی اصل دین ہے...... کیونکہ وہ نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی...... تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے اور بولے، یا خدا! میں گواہی دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ میں آج سے دینِ ابراہیمی کا پیروکار ہوں۔

اور جب ان کے چچا خطاب نے یہ دیکھا کہ وہ بتوں کی پوجا سے بیزار ہوتے جا رہے ہیں اور ان بتوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں، تو انہوں نے مکہ کے بدمعاش لوگوں کو اُن پر مسلط کر دیا جو اُن کو اذیتیں دینے لگے...... تو وہ حراء پہاڑی کے ایک غار میں جا کر رہنے لگے اور چھپ چھپ کر مکہ آتے تھے۔

Marfat.com

ایک روز زید بن عمرو مکہ شہر سے حراء جا رہے تھے کہ انہیں عامر بن ربیعہ ملے تو وہ عامر سے کہنے لگے...... میں نے اپنی قوم سے ناطہ توڑ لیا ہے اور ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل (علیہما السلام) کا راستہ اپنا لیا ہے وہ اس عمارت (یعنی کعبہ) کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اب مجھے انتظار ہے اُس نبی کا جو اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے اور پھر عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوگا...... مگر مجھے نہیں لگتا کہ میں ان کو دیکھ پاؤں گا...... مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی سچائی پر یقین رکھتا ہوں اور ان کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں...... اگر تمہیں موقع ملا اور تم ان سے ملے تو انہیں میرا اسلام کہنا اور میں تمہیں ان کا حلیہ اور اوصاف بتاتا ہوں تا کہ تم انہیں پہچان جاؤ۔

تو عامر بن ربیعہ بولے: جلدی بتاؤ۔

زید بن عمرو بن نفیل یوں گویا ہوئے:

وہ میانہ قد کے مالک ہیں نہ بہت لمبے ہیں اور نہ بہت چھوٹے...... ان کے بال نہ تو بہت گھنے ہیں اور نہ بہت ہلکے...... اور ان کی آنکھوں میں ایک طرح کی سرخی رہتی ہے...... ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور ان کا نام احمد ہے...... اور یہ شہر ان کی جائے ولادت ہے اور یہیں سے وہ مبعوث ہوں گے...... پھر ان کی قوم انہیں اس شہر سے نکال دے گی اور ان کی دعوت سے نفرت کرے گی...... جس وجہ سے وہ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں گے اور پھر ان کی دعوت عام ہو جائے گی۔ تو خبردار دھوکہ مت کھانا...... میں دینِ ابراہیمی کی طلب میں جگہ جگہ پھرا ہوں اور جس کسی یہودی، نصرانی یا مجوسی سے میں نے پوچھا تو انہوں نے یہی کہا کہ یہ دین تو بہت قریب ہے اور انہوں نے مجھے وہی خوبیاں بتائی ہیں جو میں نے تم سے بیان کی ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور زید بن عمرو نے اپنے دونوں بچوں سعید بن زید اور عاتکہ بنت زید کو وصیت کی کہ وہ دونوں خاتم النبیین پر ایمان لائیں۔ پھر جب زید بن عمرو کو نبی محمد ﷺ کی بعثت کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا مگر شام کے علاقے مقبعہ میں انہیں قتل کر دیا گیا!!

Marfat.com

پھر جب عامر بن ربیعہ اسلام لے آئے تو انہوں نے زید بن عمرو بن نفیل کی ساری باتیں رسول اللہ ﷺ کو بتائیں اور ان تک ان کا سلام بھی پہنچا دیا...... جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت طلب کی اور فرمایا: ''میں نے انہیں جنت میں دیکھا ہے، اپنا دامن کھینچتے چلے جا رہے ہیں''۔

پھر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اسلام لے آئے تو ان کے ساتھ ہی ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں اور خود ان کی بہن عاتکہ بنت زید بن عمرو بھی اسلام لے آئیں۔

ایک دن سعید بن زید بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو تو میرے والد کے سارے حالات و واقعات کا علم ہو چکا ہے تو کیا ان کی مغفرت اور بخشش ہو جائے گی؟...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم فانهٔ يبعث يوم القيامة اُمَّةً واحدةً......

جی ہاں! وہ قیامت کے روز اُمتِ واحد کی طرح اٹھائے جائیں گے۔

عاتکہ بنت زید بے انتہا حسین اور خوش اخلاق تھیں...... حضرت ابوبکر کے بیٹے عبداللہ بن ابوبکر نے ان کو شادی کا پیغام بھجوایا اور ان کا رشتہ طے ہو گیا۔

عاتکہؓ کی عبداللہ بن ابوبکر ﷺ سے شادی

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بڑا اہم رول ادا کیا اور جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں پناہ لی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے ذمہ یہ کام کیا کہ وہ مکہ میں رہ کر ان کے لئے جاسوس کے فرائض سرانجام دیں...... تو عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ دن بھر مکہ میں رہ کر قریش کے لوگوں کی باتیں سنا کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا کہہ رہے ہیں، اور ان کے خلاف کیسی کیسی سازشیں تیار کر رہے ہیں، اور پھر رات ہوتے ہی وہ ان دونوں کے پاس جا کر ساری باتیں باہم پہنچا دیتے۔

Marfat.com

پھر سعید بن زید اپنی بیوی فاطمہ بنت الخطاب اور بہن عاتکہ کے ساتھ یثرب کی طرف ہجرت کر گئے......اور وہیں پر عاتکہ اور عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شادی ہوگئی۔

عبداللہ ان کی محبت میں اتنے مگن ہوئے کہ اپنی جنگی مصروفیات کی طرف سے تھوڑے لاپرواہ ہوگئے......جس بات پر ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ناراض ہوگئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ عاتکہ کو طلاق دے دیں۔

اس پر عبداللہ نے چند اشعار پڑھے جس میں انہوں نے اپنے والد کے اس فیصلے پر رنج وغم اور عاتکہ کے لیے اپنی محبت کا اظہار کیا......مگر انہوں نے اپنے والد کے حکم آگے سر جھکا دیا اور عاتکہ کو طلاق دے دی۔

اِدھر عاتکہ بنت زید بھی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت کرتی تھیں......جبکہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی یاد میں الیہ اشعار پڑھتے تھے جو ایک دن ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لئے اور اپنے بیٹے کی حالت پر ان کا دل پسیج گیا اور انہوں نے اپنے بیٹے کو انہیں واپس لانے کی اجازت دے دی اور وہ انہیں واپس لے آئے (طلاق سے رجوع کرلیا)۔

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور جنگِ حنین میں شریک رہے اور بھرپور حصہ لیا......اور مشرکین کی شکستِ فاش کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مالک بن عوف ان کے چند ساتھیوں نے اپنی شکست کے بعد طائف کے ایک قلعہ میں پناہ لے لی ہے اور اس میں اپنی ضرورت کی سب چیزیں جمع کرلی ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً طائف کی طرف روانہ ہوگئے......اور اس قلعہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑاؤ ڈالا جس میں مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا......اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں طرف سے تیروں کا تبادلہ شروع ہوگیا کہ

Marfat.com

اچانک ایک تیر عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آ کر لگا اور بے تحاشا خون بہنا شروع ہو گیا...... انہیں فوراً ان کے والد کے پاس لے جایا گیا اور پھر مدینہ منورہ لے جائے گئے جہاں انہوں نے کچھ رقم اور زمین اپنی بیوی کے نام کر دی اور ساتھ ہی یہ شرط لگا دی کہ وہ ان کے بعد کبھی شادی نہیں کریں گی! اسی دوران عبداللہ بن ابوبکر کا انتقال ہو گیا اور انہیں مدینہ منورہ میں ہی دفن کر دیا گیا۔

عاتکہ انہیں یاد کرتی تھی اور یہ اشعار پڑھتی تھیں جن کا مفہوم یہ ہے:

"اللہ کے نبی اور ابوبکر کے بعد مجھے سب سے بہترین انسان سے نوازا گیا تھا...... جو میرا بہت خیال رکھتا تھا...... میری آنکھیں ابھی تک تمہارے غم سے پُرنم ہیں اور میری جلد گرد آلود ہے...... کسی آنکھ نے ان جیسا بہادر اور صابر جوان دیکھا ہے؟"

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیچھے اپنے گھر میں سات دینار چھوڑ گئے تھے...... جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظروں میں بہت زیادہ تھے، وہ بار بار یہی کہتے تھے کہ سات دینار...... سات دینار؟......

حضرت زید بن خطابؓ سے شادی

اِدھر عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی خواہش کا احترام کر کے شادی سے انکار کرتی رہیں، لوگ ان کے لئے پیغامات لے کر آتے تھے مگر وہ سب رشتے ٹھکراتی رہیں...... مگر کب تک...... آخر کار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شادی کر لی...... تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو ان کا وہی شعر پڑھ کر سنایا جو وہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پڑھا کرتی تھیں کہ

"میری آنکھیں ابھی تک تمہارے غم میں پُرنم ہیں...... اور میری جلد گرد آلود ہے"......!!

Marfat.com

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ ”ہمیں ہماری زمین واپس کردو!“

زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

تو عاتکہ رضی اللہ عنہا نے رقم اور زمین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں کو لوٹا دی۔ ان کے یہ شوہر زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ کے موقع پر شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سرپرست کے ذریعہ ان کے لئے شادی کا پیغام بھجوایا تو عاتکہ نے ان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کہلوا بھیجا کہ عاتکہ! جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے وہ تم نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شادی

چنانچہ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ان کا پیغام منظور کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ میں ان سے شادی کر لی اور ولیمہ کی دعوت کی جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا...... اُن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المومنین! کیا میں عاتکہ سے کچھ بات کر سکتا ہوں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، بالکل کر سکتے ہو......!

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پردہ کے پاس آ کر عاتکہ سے مخاطب ہو کر بولے، کہ اب آپ کے اس شعر کا کیا ہوا جس میں آپ نے کہا تھا کہ:

میری آنکھیں ابھی تک تمہاری جدائی کے غم میں پُرنم ہیں اور میری جلد گرد آلود ہے......؟

تو عاتکہ بے اختیار رو پڑیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوالحسن! تم نے ایسا کیوں کہا؟ سب عورتیں ایسا ہی کرتی ہیں......

Marfat.com

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں دلاسہ دیا، یہاں تک کہ ان کے دل سے غم و الم کا احساس دور ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس رات گزاری...... جب جانے لگے تو اس سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ جب چلے گئے تو ان کی نفسیاتی حالت کی وجہ سے ان کے پاس آنا موقوف کر دیا تو عاتکہؓ نے اپنی کنیز کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ آپ میرے پاس آئیں میری وہ کیفیت اب ختم ہو گئی ہے (یعنی سابقہ شوہر کی محبت کی وجہ سے آپ سے سرد مہری سے پیش آنا)۔

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں ہوتے تھے تو کبھی کبھی عاتکہ ان کا سر چوم لیتی تھیں مگر وہ انہیں روکتے نہیں تھے۔

مسجد میں جانے کی اجازت

اکثر عاتکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسجد جانے کے لئے اجازت طلب کیا کرتی تھیں تو وہ جواب میں ان سے یہی کہا کرتے تھے کہ عاتکہ! تم تو جانتی ہو کہ مجھے تمہارا گھر میں رہنا زیادہ پسند ہے۔ تو عاتکہ ان سے یہی کہا کرتی کہ میں آپ سے اجازت لینا بند نہیں کروں گی......اور جب وہ ان سے اجازت طلب کیا کرتیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں روکتے نہیں تھے۔

وہ اکثر مسجد نبوی جایا کرتی تھیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی۔ عاتکہؓ سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین کو تمہارا بار بار مسجد جانا پسند نہیں، تو وہ یہی کہتی کہ جب تک وہ مجھے جانے سے منع نہیں کر دیں گے میں جانا نہیں چھوڑوں گی مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہیں زبردستی روکنا پسند نہیں تھا۔

ایک مرتبہ بحرین سے مشک اور عنبر کی سوغات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی تو انہوں نے بے اختیار اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش کوئی بالکل صحیح وزن کا اندازہ رکھنے والی عورت ہو جو اس عطر کا صحیح صحیح وزن کر سکے تاکہ یہ خوشبو مسلمانوں میں تقسیم کی جا سکے۔

Marfat.com

تو عاتکہؓ بولیں کہ میں وزن کا صحیح اندازہ رکھتی ہوں مجھے دے دیں میں وزن کر دوں گی۔

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار میں سر ہلایا کہ نہیں!!

عاتکہؓ نے انکار کی وجہ پوچھی تو وہ بولے کہ مجھے ڈر ہے کہ تم یہ خوشبو خود کو ضرور لگاؤ گی اور اس طرح مسلمانوں کی حق تلفی ہو گی۔

حضرت عمرؓ کی شہادت اور حضرت زبیرؓ سے شادی

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں شہید کر دیئے گئے تو عاتکہؓ انہیں یاد کر کے بہت روتی تھیں اور ان کے فراق میں اشعار پڑھا کرتی تھیں۔

اس کے بعد زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شادی کر لی...... عاتکہ نے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ انہیں مسجد جانے سے نہیں روکیں گے...... جب وہ مسجد جانے کے لئے تیار ہوتیں تو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ان سے کہتے کہ قسم خدا کی مجھے تمہارا جانا پسند نہیں۔ تو عاتکہ کہتیں تو مجھے جانے سے منع کر دو میں رک جاؤں گی..... مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد کہتے کہ میں تمہیں کیسے روک سکتا ہوں جب کہ میں نے تمہاری شرط قبول کر لی تھی۔

ایک دن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے اندھیرے میں اس راستے پر چھپ کر بیٹھ گئے کہ جس سے گزر کر عاتکہ ان کی بیوی مسجد جایا کرتی تھی...... جب وہ عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی جانے لگیں اور ان کے پاس سے گزریں تو انہوں نے ان کے پہلو پر ہاتھ مارا...... عاتکہ ایک دم پیچھے پلٹ گئی...... اور واپس اپنے گھر لوٹ گئی۔ پھر اگلے دن جب ان کے مسجد جانے کا وقت آیا مگر وہ نہیں گئیں تو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا:

کیا بات ہے، تم نماز پڑھنے کیوں نہیں جا رہیں؟

تو انہوں نے جواب دیا: لوگ بہت خراب ہو گئے ہیں...... قسم خدا کی میں اب

Marfat.com

اپنے گھر سے نہیں نکلوں گی۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جان گئے کہ انہوں نے جو کیا ہے وہ اس کے مطابق کہہ رہی ہیں تو وہ بولے...... پریشان مت ہو عمرو کی بیٹی......اور انہیں اصل بات بھی بتادی۔

جنگِ جمل کے موقع پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔

عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ان کی یاد میں بھی المیہ اشعار کہے۔

باپ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عاتکہ بنت زید کو کہلوایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں آپ بنی عدی کی عورت ہیں اور ہم بنی اسد کی قوم ہیں، اگر آپ ہماری مال و دولت میں شریک ہوگئیں تو یہ مناسب نہ ہوگا۔

عاتکہ بنت زید نے جواب دیا کہ اے ابوبکر (عبداللہ بن زبیرؓ) آپ مجھے جو بھیجیں گے وہ مجھے قبول ہوگا۔

تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسّی ہزار درہم بھجوائے جو انہوں نے بخوشی قبول کر لیے۔

عاتکہ بنت زید کی عدت پوری ہونے کے بعد ابوالحسن نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد کے بیٹے...... میں قتل ہونے سے آپ کی ضمانت لیتی ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے شادی اور اُن کی شہادت

اور حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عاتکہ بنت زید سے شادی کر لی اور پھر حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی انتقال ہوگیا......اور یہ عاتکہؓ کے آخری شوہر تھے۔

نوٹ:۔ حضرت عاتکہ کے حالات ان کی شریعت مطہرہ سے شدید وابستگی کا ایک بیّن ثبوت ہیں کہ انہوں نے پے در پے اپنی بیوگی کے صدمات برداشت کیے مگر خود کو شریعت مطہرہ کے تابع رکھا۔ کسی بشری تقاضے کے ہاتھوں بے بس ہوجانے کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف شریعت مطہرہ کے حکم کے آگے اپنا سر خم کرتے ہوئے خود کو عقد ثانی، بلکہ ثالث، رابع اور خامس تک کے لیے آمادہ رکھا۔

Marfat.com

زوجۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا

ان کا پورا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید یا پھر حبیبہ بنت زید بن خارجہ خزرجیہ تھا۔
اُن کی والدہ کا نام خولہ بنت عمرو بن قیس بن امری القیس تھا اور وہ سعد بن ربیع کی بہن اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

ایک دن ایک آدمی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنی کسی ضرورت کے لئے بلایا اور پھر انہیں ایک راستے پر چھوڑ دیا جس سے وہ خود گزرنا پسند نہیں کرتا تھا..... تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم یہ راستہ چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟

وہ آدمی بولا: اس راستہ پر کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جن کے پاس سے گزرتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے۔

تو ابو بکر بولے: تم مجھے ایسے راستے پر چلنے کے لئے کہتے ہو جس پر چلنے سے خود شرماتے ہو؟ اب میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا..... اور اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں وہ سب سے زیادہ پاکیزہ صفت شخص تھے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا پس منظر

ایک دن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کعبہ مشرفہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے..... وہیں پر زید بن عمرو بن نفیل بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اُمیہ بن ابی الصلت ان کے قریب سے گزرے اور پوچھا: اے خیر و بھلائی کے دلدادہ کیسے ہو؟

Marfat.com

زید بن عمرو بن نفیل نے جواب دیا: خیریت سے ہوں۔
امیہ بن ابی الصلت نے پھر پوچھا: کیا تمہیں (تمہارا مطلوب) مل گیا؟
زید بن عمرو بولے: نہیں۔
امیہ بن ابی الصلت نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ:
"قیامت کے روز درحقیقت ہر دین بیکار ہوگا علاوہ اس کے جو اللہ نے اپنی مشیت سے قائم ودائم رکھا۔
اور قیامت کے روز اللہ کے نزدیک ہر مذہب جھوٹا ہوگا علاوہ دینِ حنیفیہ کے۔
پھر امیہ بن ابی الصلت بولے کہ: وہ نبی جس کا ہم لوگوں کو انتظار ہے وہ یا تو ہم میں سے ہوگا (یعنی بنی ثقیف سے) یا پھر تم میں سے ہوگا (یعنی اہلِ مکہ سے)۔
ابوبکر بن ابی قحافہ نے ان دونوں کی یہ گفتگو سنی جبکہ اس سے پہلے انہوں نے کسی ایسے نبی کے بارے میں کبھی نہیں سنا تھا جس کا لوگوں کو اتنی بے چینی سے انتظار ہو۔ تو وہ وہاں سے نکل کر ورقہ بن نوفل کی طرف روانہ ہو گئے جو علم کی طلب اور جستجو میں بے تحاشہ کتابوں کا مطالعہ کر چکے تھے اور ان کی بے چین نظریں اکثر وبیشتر آسمان کی وسعتوں میں کچھ ڈھونڈتی رہتی تھیں۔ اور ان کا دل بتوں کی عبادت سے بیزار ہو چکا تھا۔
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے مل کر امیہ بن ابی الصلت اور زید بن عمرو بن نفیل کے بیچ میں ہونے والی گفتگو ان کے سامنے دہرائی تو ورقہ بن نوفل بولے:
ہاں میرے بھتیجے ہم اہلِ علم ضرور ہیں مگر وہ نبی جس کا سب کو انتظار ہے وہ عرب کی سب سے اونچی نسل والی قوم سے ہیں اور تمہاری قوم حسب و نسب میں سب سے اعلیٰ ہے۔"
ابوبکرؓ علم الانساب کے ماہر تھے۔ بولے: اے چچا، اور وہ نبی کیا کہے گا؟
ورقہ بن نوفل بولے:
"وہ نبی وہ کچھ کہے گا جو اس سے کہا گیا ہوگا، وہ نہ تو کسی پر خود ظلم کرے گا

Marfat.com

اور نہ اس پر کوئی ظلم کر سکے گا اور نہ کسی ظلم پر اعانت کرے گا۔''

اور جب ابوبکر اٹھارہ سال کے ہوئے، تو وہ محمد بن عبداللہ کے ساتھ جو اس وقت بیس سال کے تھے، تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ ہوئے اور وہاں پہنچنے کے بعد ایک جگہ ٹھہرے، وہاں ایک بیری کا درخت تھا...... تو محمد ﷺ اس درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک عیسائی راہب ''بحیرا'' سے کچھ پوچھنے کے لئے چل پڑے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ''بحیرا'' نے درخت کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: وہ آدمی کون ہے جو درخت کے سائے تلے بیٹھا ہوا ہے؟

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔

تو بحیرا بے ساختہ بولا کہ یہ تو قسم خدا کی، نبی ہیں!! کیونکہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد اس درخت کے سائے میں محمد کے علاوہ اور کوئی نہیں بیٹھا۔ تو ابوبکر کے دل میں سچائی اور یقین نے گھر کر لیا۔

غلاموں کی آزادی کیلئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایثار

ابوبکر بن ابی قحافہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو میں ان پر ایمان لے آیا اور ان کی تائید کی...... مردوں میں سب سے پہلے ایمان والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ صرف لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ غلام خرید کر انہیں اللہ کے نام پر آزاد کر دیتے تھے تو ان کے والد نے ان سے کہا:

''اے میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور اور نادار لوگوں کو خرید کر آزاد کرتے ہو...... اگر تم بجائے ان کے مضبوط اور طاقتور خرید کر انہیں آزاد کرو تو وہ تمہارے کام بھی آئیں گے اور تمہاری حفاظت بھی کریں گے''۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: والد محترم! مجھے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے سوا

Marfat.com

اور کچھ نہیں چاہئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے سات لوگوں کو خرید کر آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ پر قائم رکھنے کے جرم میں طرح طرح کے عذاب سہہ رہے تھے...... جیسے بلال بن رباح، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، النہدیہ اور ان کے بیٹے، بنی مؤمل کی جاریہ اور اُم عبیس (رضی اللہ عنہم) کو۔

حضرت ابوبکرؓ کی آپؐ سے شادی

اور حضرت ابوبکرؓ کا رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں سب سے زیادہ وقت گزرا اور انہوں نے ان کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت بھی کی اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبیبہ بنت خارجہ الانصاری سے شادی کر لی۔

مدینہ پہنچنے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان دوستی کرائی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور خارجہ بن زیدؓ کے درمیان بھی دوستی کرائی۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے وزیر تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ نبی اِلّا لہٗ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمرؓ.

"ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں...... تو آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر تو جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شرکت فرمائی۔

Marfat.com

خارجہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کی مجلس بڑی پُروقار ہوا کرتی تھی...... اور اس مجلس کی سب سے زیادہ باوقار شخصیت آپ ﷺ کی ذات تھی...... آپ ﷺ زیادہ تر خاموش رہا کرتے تھے اور ضرورت کے وقت ہی گفتگو فرماتے تھے اور اگر کوئی ناپسندیدہ بات کہہ دیا کرتا تھا تو آپ ﷺ منہ پھیر لیتے تھے۔ آپ ﷺ کی ہنسی ایک ہلکا سا تبسم تھا...... آپ ﷺ کی گفتگو بڑی واضح اور جامع ہوا کرتی تھی، ادھوری یا طویل نہیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی ہنسی بھی آپ ﷺ کے سامنے مسکراہٹ کی شکل میں ہوتی تھی...... آپ ﷺ کے احترام اور آپ ﷺ کی اقتداء میں۔

حدیثِ شفاعت کی روایت

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ صبح اٹھے اور فجر کی نماز ادا کی، پھر بیٹھ گئے یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی کہ یکایک نبی کریم ﷺ بے ساختہ ہنس پڑے اور اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں ادا کیں مگر اس دوران بھی ابوالقاسم ﷺ نے کوئی بات نہیں کی اور خاموش ہی رہے...... یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہوگیا تو آپ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی پھر اٹھ کر اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لے گئے۔

لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ سے پوچھئے کہ آخر کیا بات ہے؟ آج انہوں نے ایسا کام کیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے کہ ٹھیک کہتے ہو۔

پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عرض علیّ ما ھو کائن من امر الدنیا والاٰخرۃ فجمع الاوّلون والاٰخرون بصعید واحد حتّی انطلقوا الی آدم علیہ السلام والعرق یکاد یلجمھم فقالوا: یا آدم انت ابو البشر اصطفاک اللہ اشفع لنا الی ربک، فقال: لقد لقیت مثل

Marfat.com

الذی لقیتم انطلقوا الٰی ابیکم نوح......
"ان اللّٰہ اصطفٰی آدم و نوحًا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین. (آل عمران: ۳۳)
فینطلقون الٰی نوح علیہ السلام .... الٰی آخر الحدیث

دنیا و آخرت کے کل معاملات میں جو کچھ رونما ہوگا وہ میرے سامنے پیش کیا گیا اور سارے اگلے اور پچھلے لوگوں کو ایک ساتھ ایک میدان میں جمع کیا گیا، پھر سب کے سب اپنے اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے کہ اے آدم! آپ نوع بشر کے باپ ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے...... اللہ عزّ وجل کے دربار میں ہماری شفاعت کر دیجئے...... تو آدم علیہ السلام نے فرمایا، مجھ پر وہی کچھ بیت رہا ہے جو تم لوگوں پر...... جاؤ اپنے باپ نوح کے پاس جاؤ......

"ان اللّٰہ اصطفٰی آدم و نوحًا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین. (آل عمران: ۳۳)
"بے شک اللہ نے چن لیا ہے تمام عالمین پر آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران علیہم السلام کو"۔

تو پھر سارے کے سارے نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کے حضور ہماری شفاعت فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چنا اور فضیلت عطا فرمائی اور آپ کی دعا قبول فرمائی اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں چھوڑا...... تو وہ فرمائیں گے یہ میرے بس کی بات نہیں تم لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا دوست قرار دیا ہے...... تو پھر سب کے سب ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے یہ میرے بس کی بات نہیں، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس

Marfat.com

جاؤ...... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے گفتگو فرمائی تھی۔تو پھر سب کے سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے یہ میرے بس کی بات نہیں، تم لوگ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اندھے اور کوڑھی کو صحیح کر دیتے ہیں اور مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں......تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یہ میرے بس کی بات نہیں ہاں تم لوگ بنی نوع انسانی کے سردار کے پاس جاؤ کہ قیامت کے روز جب زمین پھٹے گی تو سب سے پہلے انہی کو باہر نکالا جائے گا...... جاؤ محمد کے پاس جاؤ...... وہی تمہارے خدا کے ہاں تمہاری شفاعت کریں گے......تو وہ لوگ جبریل علیہ السلام کے پاس جائیں گے، تو جبریل علیہ السلام اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے اور عرض کریں گے ان کو اجازت دیں اور جنت کی بشارت دیں...... پھر جبریل علیہ السلام انہیں لے کر چلیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر جائیں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا:

یا محمد ارفع رأسک وقل تسمع واشفع تشفع......

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، سنے جاؤ گے، اور شفاعت کرو شفاعت تمہاری قبول کی جائے گی۔

پھر آپ ﷺ سجدہ ریز ہو جائیں گے تو جبریل علیہ السلام انہیں بانہوں سے تھام لیں گے!!

پھر اللہ تعالیٰ ان کو دعا کا وہ انداز عطا فرمائیں گے جو اس سے پہلے کسی انسان کو عطا نہ ہوا ہو، تو آپ ﷺ فرمائیں گے اے میرے خدا! آپ نے مجھے آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار بنایا مجھے اس پر کوئی غرور نہیں...... آپ نے مجھے قیامت کے روز زمین پھٹنے کے بعد اس سے باہر آنے والا پہلا شخص قرار دیا اور مجھے کوئی غرور نہیں...... یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر آنے والوں کی تعداد صنعاء اور شام کے درمیان بسنے والوں سے زیادہ ہوگی،

Marfat.com

پھر ارشاد ہوگا کہ صدیقین کو بلایا جائے وہ آ کر شفاعت کریں گے......
پھر ارشاد ہوگا کہ انبیاء کو بلایا جائے تو کچھ نبی اپنے ساتھ جماعت لے کر آئیں گے اور جماعت کی تعداد دس سے بیس یا چالیس کے درمیان ہوگی اور کچھ اپنے ساتھ پانچ اور چھ لے کر آئیں گے اور کچھ تنہا آئیں گے...... پھر ارشاد ہوگا کہ شہیدوں کو بلایا جائے، پھر شہید آئیں گے اور جس کی چاہیں گے شفاعت کریں گے اور جب شہید ایسا کر لیں گے تو اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہوگا:

میں رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں......!
ہر وہ شخص جس نے میری عبادت میں کسی کو شریک نہیں کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے......تو وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے...... پھر اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہوگا کہ ذرا دوزخ پر بھی نظر ڈالو، کیا اس میں کوئی ایسا ہے جس نے کوئی نیکی کی ہو؟......تو دوزخ میں ایک شخص ملے گا اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں...... علاوہ اس کے کہ میں خرید و فروخت کے معاملے میں لوگوں کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہوگا کہ میرے اس بندے کو بھی معاف کر دیا جائے جیسے یہ میرے اور بندوں کو معاف کیا کرتا تھا۔
پھر دوزخ سے دوسرا آدمی نکالا جائے گا، اور اس سے کہا جائے گا کیا تم نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ علاوہ اس کے کہ میں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا پھر مجھے سُرمے کی مانند باریک پیس کر سمندر پہ جا کر ہوا میں اڑا دینا۔ تو اللہ عزّ وجل نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ آپ کے ڈر سے۔ تو باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ سب سے زیادہ عظیم بادشاہ کی سلطنت اور اس جیسی دس سلطنتیں تمہاری ہیں۔ تو وہ شخص کہے گا

Marfat.com

آپ بادشاہ ہو کر میرا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟ بس اسی بات پر دوپہر کو مجھے ہنسی آگئی تھی۔

غزوۂ اُحد میں خارجہؓ کی شہادت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور خارجہ بن زید کے ساتھ جنگِ اُحد میں حصہ لیا اور اسی جنگ میں خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا ابابکر اذا دخلتم المساجد فارتعوا فیھا فانّ ریاض الجنة المساجد فاکثروا فیھا الرتع: سبحان اللّٰہ والحمد لِلّٰہ واللّٰہ اکبر ولا وحول ولا قوة اِلّا باللّٰہ.

اے ابوبکر! جب تم مسجدوں میں داخل ہوا کرو تو اس میں قیام کیا کرو کہ مساجد جنت کی کیاریاں ہوتی ہیں تو اس میں یہ ذکر کثرت سے کیا کرو:

سبحان اللّٰہ والحمد لِلّٰہ واللّٰہ اکبر ولا وحول ولا قوة اِلّا باللّٰہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا ہے، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

اتمشی امام من ھو خیر منک؟...... ان ابابکرٍ خیرٌ من طلعت علیه الشمس وغربت.

کیا تم اپنے سے بہتر اور افضل آدمی کے آگے چلتے ہو؟ کیونکہ ابوبکر وہ شخص ہیں جن سے بہتر انسان پر سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق، بنی قریظہ، صلح حدیبیہ اور قضاء عمرہ میں شرکت فرمائی اور آپ ﷺ نے اپنے خادم ربیعہ بن کعب

Marfat.com

الاسلمی کوزمین عطا فرمائی۔

ربیعہ اور ابوبکر صدیقؓ میں تنازعہ

دونوں میں ربیعہ بن کعب کی زمین کی حد بندی میں اختلاف ہو گیا...... اور ان کے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی ہے..... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوئی ناپسندیدہ لفظ کہہ دیا اور بعد میں انہوں نے بڑی ندامت محسوس کی، اور ربیعہ سے کہا کہ تم بھی مجھے ایسا ہی جواب دو تا کہ تمہارا بدلہ پورا ہو جائے۔

مگر ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تمہیں ایسا کہنا پڑے گا ورنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری شکایت کروں گا۔

تو ربیعہ بن کعب بولے: میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ زمین ٹھکرا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑے، ان کے پیچھے پیچھے ربیعہ بن کعب بھی چل پڑے۔ راستے میں انہیں بنی اسلم کے کچھ لوگ ملے اور کہنے لگے، اللہ رحم کرے ابوبکر پر، آخر وہ رسول اللہ ﷺ سے تمہاری کس چیز کی شکایت کرنے گئے ہیں؟...... جبکہ انہوں نے تمہیں وہ کچھ کہا جو انہوں نے کہا۔

تو ربیعہ بن کعب الاسلمی بولے:

کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیق ہیں، غار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ان کو اسلام میں بڑی بزرگی حاصل ہے...... اگر انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا کہ تم لوگ مجھے ان کے خلاف اُکسا رہے ہو تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے تو وہ بھی ان کی ناراضگی دیکھ کر ناراض ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ناراض دیکھ کر مجھ سے ناراض ہو جائیں گے، تو ربیعہ تو پھر ہلاک ہو جائے گا۔

تو وہ لوگ بولے: تو پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ربیعہ بن کعب بولے: واپس چلے جاؤ۔

ربیعہؓ اور صدیقؓ دربارِ رسالت میں

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل پڑے تو ربیعہ بھی تنہا ان کے پیچھے چل پڑے...... یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اور جو کچھ ہوا من وعن بیان کر دیا...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا اے ربیعہ تمہارے اور صدیق کے درمیان کیا بات ہوئی؟

تو ربیعہ بن کعب بولے: اے اللہ کے رسول! معاملہ اس اس طرح ہوا اور ابوبکرؓ نے مجھے ایسا لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم بھی ایسا کہو جیسا میں نے تمہیں کہا ہے اور اپنا بدلہ لے لو۔ تو ابوالقاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اجل فلا ترد عليه ولكن قل: غفر الله لك يا ابابكر......

بالکل تم اسکا جواب مت دو، لیکن یہ کہہ دو کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائیں۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس طرح سے داخل ہوئے کہ ایک آپ ﷺ کے دائیں طرف تھے اور دوسرے آپ ﷺ کے بائیں طرف اور آپ نے دونوں کے ہاتھ تھام رکھے تھے......اور فرمایا

"ہم لوگ قیامت کے روز اسی طرح اٹھائے جائیں گے"۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی محبوب ترین ہستی کون ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ!"

عمرو بن عاص ؓ بولے: اور مردوں میں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کے والد"۔

Marfat.com

عمرو بن عاصؓ نے پھر دریافت کیا: اور پھر کون؟

تو نبی صادق ومصدوق ﷺ نے فرمایا: "عمر بن خطاب"۔

عمرو بن عاصؓ نے پھر پوچھا، پھر کون؟

آپ ﷺ نے فرمایا "ابوعبیدہ بن جراح"۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ، حنین اور طائف کے محاصرہ میں حصہ لیا اور جنگ تبوک میں آپ نے ہی پرچم لے کر قیادت کی تھی۔

۹ھ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا، اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی بھی مشرک حج نہیں کرے گا اور حرم میں کوئی بھی برہنہ حالت میں طواف نہیں کرے گا۔

خلافتِ صدیقؓ کے بارے میں حضور ﷺ کا اشارہ

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپ کی شان میں یوں گویا ہوتے:

"آپ امین ہیں، مصطفیٰ ہیں، چاند کی چاندنی کی طرح کہ جس سے سارے اندھیرے چھٹ گئے۔"

آنحضرت ﷺ نے صاف الفاظ میں نہیں مگر اشاروں ہی اشاروں میں بتا دیا تھا کہ ان کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے...... وہ ایسے کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کچھ دریافت کرنے کے لئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر آنا......

تو وہ عورت بولی کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں واپس آئی اور آپ نہ ملے تو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں تمہیں نہ ملا تو ابوبکر تمہیں مل جائیں گے۔"

اور جب آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع کے لئے نکلے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نیز جب آنحضرت ﷺ بستر علالت پر تھے اور آپ کا

Marfat.com

مرض شدت اختیار کر چکا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابو بکر ؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں: اے اللہ کے رسول! وہ بہت نرم دل انسان ہیں اگر آپ کی جگہ پر کھڑے ہوئے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔

مگر آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ ''ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پھر واپس آ گئیں تو آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ:

''ابو بکر ؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں کہ تم سب (عورتیں) یوسف والیاں ہو''۔

اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنی شروع کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکبیر سن لی تو غصہ کی حالت میں سر اٹھا کر فرمایا:

کہاں ہیں ابن ابی قحافہ؟...... نہیں ...... نہیں ...... نہیں، کیونکہ اللہ عزّ وجل اور مسلمانوں کو ابو بکر کے سوا کوئی اور منظور نہیں ...... ابو بکر ہی مسلمانوں کو نماز پڑھائیں۔

کیا یہ واضح ثبوت نہیں ہے اس بات کا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے افضل اور برتر ہیں ...... اور خلافت اور امارت کے سب سے زیادہ حق دار بھی؟؟

خلافت ابو بکر صدیق ؓ

آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ کے انصار ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے جمع ہوئے، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی، وہ عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کے ساتھ وہاں پہنچے اور فرمایا، یہ کیا ہو رہا ہے؟

تو انصار بولے: ایک امیر آپ میں سے اور ایک امیر ہم میں سے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں سے یعنی مہاجرین میں سے امیر ہوں گے اور تم میں سے یعنی انصار میں سے ان کے وزیر ہوں گے۔

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کے لئے اس امت کے

Marfat.com

امانت دار کے طور پر ان دونوں آدمیوں عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو منظور کیا ہے۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون یہ گوارا کرے گا کہ ان قدموں کو پیچھے لوٹائے جن قدموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھایا تھا؟...... اور یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

مگر کچھ انصار نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم اور زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں مصروفیت کی وجہ سے اس بیعت میں شریک نہ ہو سکے۔ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی تلوار کو میان میں نہیں ڈالوں گا جب تک کہ حضرت علی کی بیعت نہیں ہو جاتی۔

تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی تلوار لو اور پتھر پر دے مارو۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا، آپ نے ہمارے سارے معاملات بگاڑ دیئے اور ہمارا انتظار نہیں کیا اور ہمارے یعنی بنو ہاشم کے کسی حق کی رعایت نہیں کی۔

اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایسا نہیں ہے۔ مگر مجھے فتنہ پھیلنے کا ڈر تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھال لیا تو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: مال و دولت کی ذمہ داری میری...... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عدل و انصاف کے تقاضے میں پورے کروں گا۔ مگر پورے ایک سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی دو آدمی بھی لڑتے ہوئے نہیں آئے۔ حضرت علی بن ابی طالب اور زید بن ثابت اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم نے کتابت کے فرائض سنبھال لیے تھے۔

Marfat.com

خلافتِ صدیقی میں مرتدین کی سرکوبی

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پھیلی تو بہت سے قبائل مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے سر اٹھانے لگے، اور اس موقع کا فائدہ اٹھانے کی سوچنے لگے، لوگوں کا اسلام پر قائم رہنا مشکل ہو گیا، یہی وجہ تھی کہ مکہ، مدینہ اور طائف کے مکینوں اور اعراب کے مہاجروں اور بعض اسلام کے قرضداروں جیسے کہ عبدالقیس وغیرہ کے علاوہ کوئی بھی اسلام پر قائم نہیں رہا۔

ان حالات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور مرتدین کی سرکوبی کے لئے فوجیں تیار کرنی شروع کر دیں...... انہوں نے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ بن خویلد الاسدی کے پاس بھیجا، اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کے پاس یمامہ کے لئے روانہ کر دیا اور انہی کے پیچھے پیچھے انہوں نے شرحبیل بن حسنہ کو بھی روانہ کر دیا...... جب وہ لوگ مسیلمہ کے معاملے کو نمٹا چکے تو قضاعۃ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مہاجر بن ابی امیہ کو اسود عنسی کی فوج کی طرف صنعاء یمن کے لئے روانہ کر دیا، حذیفہ بن محصن کو اہل دبا کی سرکوبی کے لئے عمان روانہ کر دیا، عرفجہ بن ھرمہ کو مہرۃ بھیجا، سوید بن مقرن کو تہامہ یمن کی طرف روانہ کیا، علاء بن الحضرمی کو بحرین بھیجا، حذیفہ بن حاجز کو بنی سلیم اور ہوازن کی طرف بھیجا، عمرو بن عاص کو قضاعہ کی طرف بھیجا، خالد بن سعید کو شام کے لئے روانہ کیا اور اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتنہ کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل کر رکھ دیا۔

اس کے بعد انہوں نے روم اور فارس کی طرف اپنی فوجیں روانہ کیں جنہوں نے حیرہ، انبار اور عین التمر کو فتح کیا۔

بصریٰ وہ پہلا شہر تھا جو بلادِ شام میں خالد بن ولید اور اہلِ عراق کے ہاتھوں فتح ہوا۔

ایک اعرابی خلیفہ اول کے پاس آیا اور بولا: کیا آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہیں؟

تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، نہیں۔

وہ اعرابی بولا: تو پھر آپ کیا ہیں؟

Marfat.com

تو خلیفۂ اول نے جواب دیا، ان کے بعد باقی رہ جانے والا ہوں۔

ایک دن صہیب بن سنان الرومی خلیفۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گزرے تو ان سے منہ پھیر کر کترا کر گزرنے لگے...... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ اس طرح منہ پھیر کر کیوں جا رہے ہو؟ کیا تم تک میری کوئی ناپسندیدہ بات پہنچی ہے؟

تو صہیب رومی رضی اللہ عنہ بولے: نہیں قسم خدا کی نہیں۔ بلکہ میں نے آپ کے بارے میں ایک ایسا خواب دیکھا ہے جو مجھے پسند نہیں آیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ خواب کی تعبیر دینا جانتے تھے۔ بولے، تم نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟ خدا تمہیں اس خواب کی بھلائی سے نوازے اور اس کے شر سے بچائے، اس میں ہمارے لئے خیر ہو اور ہمارے دشمنوں کے لئے شر ہو...... اور شکر ہے اللہ رب العالمین کا۔ اب اپنا خواب سناؤ۔

تو صہیب بن سنان بولے: میں نے دیکھا کہ آپ ایک انصاری کے دروازے پر کھڑے ہیں اور آپ کا ہاتھ آپ کی گردن سے بندھا ہوا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بہت اچھا خواب دیکھا ہے تم نے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قیامت کے دن تک کے لیے میرا دین محفوظ کر لیا ہے۔

بیوی کی طرف سے میٹھا کھانے کی خواہش

ایک روز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا کا میٹھا کھانے کو دل چاہا...... انہوں نے اپنے شوہر سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا...... تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس اُسے خریدنے کی گنجائش نہیں۔

تو حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ میں روزمرہ کے اخراجات میں سے کچھ دن تک بچت کروں گی تاکہ میٹھا خرید سکوں۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ ہاں ایسا کرلو۔

اور جب انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا تو بہت دنوں میں جا کر کہیں تھوڑی سی

Marfat.com

بچت ہوئی اور جب انہوں نے میٹھا خریدنے کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس بچت کا ذکر کیا تو انہوں نے ان سے وہ پیسے لیے اور واپس بیت المال میں لوٹا دیے اور کہا: "اس کا مطلب ہے کہ یہ ہماری ضرورت اور خرچ سے زیادہ ہے"۔

اور پھر انہوں نے اپنے اخراجات میں سے اتنی مقدار کم کر دی جتنی ان کی بیوی نے روز تھوڑی بچائی تھی...... اور جو اب تک ان کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ آ تا رہا تھا وہ انہوں نے بیت المال میں موجود اپنے حصے میں سے ادا کیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ وہ مدینہ میں رہنے والی ایک بوڑھی عورت کا بہت خیال رکھتے تھے اور روز رات کو جا کر اس کے کام کاج نمٹاتے تھے اور کھانے پینے کا خیال رکھتے تھے...... مگر وہ جب بھی اس کے پاس پہنچتے تھے انہیں پتہ چلتا تھا کہ ان سے پہلے کوئی اور آ کر اس کے سب کام نمٹا گیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوچ کر کہ وہ شخص ان پر سبقت نہ لے جائے، اس بوڑھی عورت کے گھر کے کئی چکر لگائے اور اس کا کام کیا...... آخر کار انہوں نے اس شخص کا پتہ چلا لیا جو ان سے پہلے آ کر سب کام کر جاتا تھا...... اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول اٹھے: "مجھے قسم ہے کہ وہ آپ ہی ہیں"۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں "خزیرۃ" بطور ہدیہ پیش کیا گیا، (خزیرہ ایک کھانے کا نام ہے جس میں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پانی میں اچھی طرح گلائے جاتے ہیں اور پھر اس پر آٹا چھڑکا جاتا ہے) اس وقت آپ کے ساتھ حارث بن کلدہ بھی وہیں موجود تھے...... دونوں وہ "خزیرۃ" کھانے لگے کہ اچانک حارث بن کلدہ بولے: "اے رسول اللہ کے خلیفہ کھانے سے اپنا ہاتھ اٹھا لیجئے کہ قسم خدا کی اس میں پورے سال کے برابر زہر بھرا ہوا ہے جس سے میں اور آپ ایک ہی دن میں مر سکتے ہیں۔

ایک دن خلیفۂ اول نے درخت پر ایک پرندہ کو بیٹھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے:
خوش نصیب ہے تو اے پرندے!! قسم خدا کی میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں بھی

Marfat.com

تیری طرح ایک پرندہ ہوتا جو درخت پر کودتا پھرتا ہے اور کھجور کھاتا ہے اور پھر اُڑ جاتا ہے...... تیرا نہ حساب کتاب ہوتا ہے نہ کسی عذاب کا خوف۔

پھر کہتے کہ خدا کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ میں راستے میں کھڑا ایک درخت ہوتا اور اونٹ میرے پاس سے ہو کر گزرتا۔ اور مجھے لے کر اپنے منہ میں رکھتا اور کھاتا اور خوب چباتا اور پھر فضلہ کی شکل میں مجھے نکال دیتا مگر میں انسان نہ ہوتا......!!

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی، مگر پھر بھی اللہ عزوجل سے ڈر اور خوف کا یہ عالم تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے آخری لمحات

اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے...... اور ان کا جسم کمزور ہوتا چلا گیا...... مگر اس کے باوجود انہوں نے یرموک کی طرف فوجیں روانہ کیں۔

ایک دن بہت ٹھنڈ تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غسل فرمالیا، جس کی وجہ سے انہیں بخار آ گیا اور وہ پورے پندرہ روز تک نماز پڑھانے نہ جا سکے اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں...... تو آپ کے گھر والوں نے آپ سے کہا:

"اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! کیا آپ کو دیکھنے اور علاج کرنے کے لئے کسی طبیب کو نہ بلائیں؟......

تو خلیفۂ اول نے فرمایا: میرے طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔

حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ انہوں (طبیب) نے آپ سے کیا کہا؟

جس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: اس نے کہا ہے کہ:

اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ...... میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں۔

تو حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا ان کا مطلب سمجھ گئیں اور خاموش ہو گئیں۔

جب خلیفۂ اول کا وقتِ وفات قریب ہوا تو بولے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ آیت پڑھی:

Marfat.com

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً.

(الفجر: ۲۷، ۲۸)

''اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی''۔

حبیبہؓ کے شکم میں بچی کی پیشگوئی

اور کہا کہ یارسول اللہ! یہ آیت کتنی پیاری ہے...... تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے ابوبکر! تمہاری موت کے وقت فرشتہ تم سے یہی کہے گا''......

پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی! میں نے تمہیں ایک باغ عطا کیا تھا جو آج مال اور ورثہ ہے اور تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں...... تو تم لوگ اللہ کی کتاب قرآن کی روشنی میں سے آپس میں بانٹ لینا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، قسم خدا کی اگر ایسا اور ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی...... مگر ایک تو اسماء ہوگئی یہ دوسری کون ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے...... مجھے لگتا ہے کہ وہ لڑکی ہوگی۔ تم اس کا خیال رکھنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں ایسا ہی کروں گی۔

پھر وہ ان کے سرہانے بیٹھ گئیں اور یہ شعر پڑھا:

وکل ذی ابل سیورهـا
وکلّ ذی سلب لابد مسلوب

''اور ہر اونٹ والا ایک دن اس کو گھاٹ پر لے جاتا ہے، اور جس کے پاس بھی مال ہوتا ہے ایک نہ ایک دن اس سے لے لیا جاتا ہے''۔

دراصل یہ شعر ''وکل ذی یوما مورد ہا'' تھا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے شعر کا مفہوم سمجھ گئے اور فرمایا، ایسے نہیں بیٹی بلکہ ایسے جیسے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (ق:۱۹) ''اور آ گئی موت کی سختی سچ مچ''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

فمال الیتامی عصمة للارامل

''اور وہ (آنحضور ﷺ) سفید چہرے والا ہے، بارش طلب کی جاتی ہے اس کے وسیلے سے، وہ یتیموں کا ٹھکانہ اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بولے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری الفاظ یہ تھے:

توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین.

''اے اللہ! مجھے حالتِ اسلام میں وفات عطا فرما اور نیکوکاروں سے ملا دے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ دس راتیں تھی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو شہر مکہ ہل کر رہ گیا۔

ان کے والد نے پوچھا: یہ کیا ہوا؟

لوگوں نے بتایا کہ آپ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔

تو وہ بولے: ان کے بعد ان کی جگہ کون سنبھالے گا؟

کہا گیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

تو ابوقحافہ بولے: ان کے دوست اور ساتھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خواب سچ ہو گیا..... اور ان کی بیوی حبیبہ بنت خارجہ کے یہاں ایک بیٹی کی ولادت ہوئی اور اس کا نام اُم کلثوم رکھا گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد اساف بن عتبہ بن عمر نے حبیبہ بنت خارجہ سے شادی کر لی۔

Marfat.com

دلہن مجاہدہ

حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا

دولہا نے جامِ شہادت نوش کیا

حضرت ام ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اجنادین کے مقام پر حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ابھی آپ کے ہاتھ اور سر سے شب عروسی مہندی اور عطر تک کا اثر زائل نہیں ہوا تھا کہ جنگ دمشق میں حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو زہر میں بجھا ہوا تیر آ کر لگا۔ انہوں نے اگرچہ اسے نکال لیا اور زخم پر اپنا عمامہ ہی بندھ لیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کے زہر کا اثر اپنے بدن میں محسوس کیا اور الٹے گر پڑے۔ ان کے بھائیوں نے انہیں سنبھالا، لشکر میں اٹھا کر لائے اور ارادہ کیا کہ عمامہ کھول کر علاج کریں مگر حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے کھولنے سے منع کیا اور فرمایا کہ اگر اس کو کھول دیا گیا تو میرا دم اسی وقت کھولنے کے ساتھ ہی ساتھ نکل جائے گا۔ خدا کی قسم جو کچھ میں باری تعالیٰ سے مانگتا اور امید کرتا تھا وہ مجھے مل گیا۔ مسلمانوں نے ان کی خواہش کے خلاف اس زخم کو کھولنا شروع کر دیا۔ ابھی یہ کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھائی انگلی سے اشارہ کیا اور کہا:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله هذا ما وعد الرحمان وصدق المرسلون.

Marfat.com

"نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یہ وہ انعام ہے جس کا وعدہ رحمان نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا"۔

آپ کے منہ سے ابھی یہ جملہ پورا نہیں نکلا تھا کہ روح اس قفس عنصری کو چھوڑ کر عالم بالا میں چلی گئی۔ خداوند تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

نئی نویلی دولہن دولہا کی میت پر

حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر کی شہادت کے متعلق علم ہوا تو نہایت گھبراہٹ کے ساتھ لٹکے ہوئے دامنوں میں الجھتی اور ٹھوکریں کھاتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں۔ انہیں دیکھ کر ثواب کی امید میں صبر کر کے سوائے اس جملہ کے اور کچھ زبان سے نہیں نکلنے دیا کہ "آپ کو جو عطا ہوا وہ مبارک ہو۔ آپ رب العالمین کے جوار رحمت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے پاس چلے گئے۔ اس خداوند عالم کے پاس جس نے ہمیں ملایا تھا پھر جدا کر دیا۔ میں تمہاری مشتاق ہوں۔ خدا کی قسم اس قدر جہاد کروں گی کہ تم سے مل جاؤں کیونکہ نہ میں نے تمہیں اچھی طرح دیکھا اور آرام برتا اور نہ تم نے۔ خدا کو یہی منظور تھا۔

میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی مس کرے۔ میں نے اپنی جان کو خداوند تعالیٰ کے راستے میں وقف کر دیا ہے۔ میں تم سے بہت جلد ملوں گی اور مجھے امید ہے کہ یہ کام بہت ہی جلدی ہو جائے گا"۔

کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ صبر کرنے والی عورت کوئی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کی قبر مشہور ہے۔

دلہن انتقام کے سفر پر

حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا قبر کے پاس بالکل نہیں ٹھہریں بلکہ سیدھی خیمے میں

Marfat.com

آ ئیں اسلحہ سے مسلح ہوئیں۔ ڈھاٹا باندھا تلوار ہاتھ میں لی اور ہیئت بدل کر حضرت خالد بن ولید کو بغیر خبر کئے مسلمانوں کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گئیں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ میرے شوہر کون سے دروازے پر شہید ہوئے؟ انہوں نے کہا توما نامی دروازے پر (جو ہرقل بادشاہ کے داماد کے نام سے مشہور ہے) اور اسی نے تمہارے شوہر کو قتل کیا ہے۔ تو آپ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو اس دروازے پر مامور تھے، کی فوج کی طرف روانہ ہوئیں اور اس میں مل کر نہایت سختی سے لڑیں۔ آپ نہایت اچھی تیر انداز تھیں۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس روز باب توما پر توما کے سامنے ایک شخص کو صلیب اٹھائے اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا اور وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ اے خدا! تو صلیب کو اور اس شخص کو جس نے صلیب کی طرف پناہ لی ہے مدد دے۔ اے اللہ! ان پر اس کا غلبہ ظاہر کر اور اس کو بلند مرتبہ کر۔

اُم ابانؓ کا بے خطا نشانہ

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ام ابان رضی اللہ عنہا نے ایک ایسا تیر چلایا کہ خطا کئے بغیر نشانہ پر جا لگا۔ اسی وقت وہ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری۔ میں نے خود پر چمکتے ہوئے جواہر دیکھے۔ مسلمانوں کا ہر شخص اس کے اٹھا لینے کے لئے اپنے بدن کو ڈھالوں سے چھپا کر دوڑا۔ قلعے سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ ہمارے آدمیوں نے صلیب کے اٹھانے کے لئے اس قدر سبقت کی کہ ایک دوسرے پر گرتا پڑتا چلا جا رہا تھا کہ میں پہلے اٹھاؤں۔ خدا کے دشمن توما نے جب صلیب اٹھا لینے کے لئے مسلمانوں کی اس قدر کثرت اور عجلت دیکھی تو اسے اپنی ذلت اور خواری کا احساس ہوا اور سمجھ گیا کہ اب ہلاکت قریب ہے۔ اس کا کفر اس وقت اور تیز ہوا اور اسے یہ سخت ناگوار گزرا۔ پھر اس نے دل میں غور کیا کہ بادشاہ کو اس کی خبر ضرور ہو گی کہ صلیب اعظم مجھ سے چھین لی گئی اور کچھ دنوں کے لئے اس کے مالک مسلمان ہو گئے۔ یہ سوچ کر اس نے کمر کسی، تلوار اور سپر ہاتھ میں لی اور اپنے ساتھیوں سے

Marfat.com

مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ جسے میرا ساتھ دینا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جسے بیٹھنا ہو وہ بیٹھے۔ میں اب ضرور مقابلہ کو نکلوں گا اور دشمن کو دفع کر کے اپنے دل کو آرام دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ بہت پھرتی سے نیچے اترا۔ دروازہ کھول دینے کا حکم دیا اور دروازہ کھلتے ہی سب سے پہلے میدان میں نکلا۔ رومی اس کی شجاعت، مردانگی اور دانشمندی اور شدت حملہ سے خوب واقف تھے۔ اس لئے بعض تیر کمان اور بعض ڈھال اور تلوار لئے ہوئے ٹڈی دل کی طرح اس کے پیچھے پیچھے نکل پڑے۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو متنبہ کیا اور جب رومیوں کو آتے دیکھا تو صلیب حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور خود ان کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ دشمن کی طرف بڑھے اور اگرچہ دروازہ کے اوپر سے تیر اور پتھر کافی مقدار میں برس رہے تھے مگر پھر بھی رومیوں پر پل پڑے۔

حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے آواز سے کہا: ''یا معاشر المسلمین! دروازے کے سامنے سے پیچھے ہٹ کر لڑو تا کہ دشمن کے پتھر اور تیروں سے محفوظ ہو جاؤ''۔ یہ سن کر مسلمان پیچھے ہٹے اور اس طرح دشمن کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ جس وقت یہ پیچھے ہٹے تو خدا کے دشمن توما نے دائیں بائیں لڑتے مارتے ان کا تعاقب کیا۔ بہادرانِ روم اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے اور وہ ایک مست اونٹ کی طرح جھوم رہا تھا۔ حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ حالت اور مشرکوں کا غلبہ دیکھا تو اپنی قوم کو خطاب کر کے کہنے لگے:

''معاشر الناس! بہشت کے طلب کرنے کے لئے اپنی موت کو بھول جاؤ اپنے خالق کو راضی کر لو اور یاد رکھو وہ بھاگنے یا پیٹھ دکھانے سے راضی نہیں ہوتا۔ بڑھو حملہ کرو اور ان میں گھس جاؤ۔ خداوند تعالیٰ برکت دیں گے''۔

کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہ سنتے ہی اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ ایک جماعت دوسری میں گھس گئی''۔

خدا کا دشمن توما صلیب کی تلاش میں تھا۔ اسے حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھتے ہی بے صبری کے عالم میں تلوار نکال کر آپ کی طرف بڑھا۔ حضرت

Marfat.com

شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر صلیب کو ہاتھ سے پھینک کر تلوار ہاتھ میں لی۔ سپر سینہ کے برابر کی اور مقابلے میں ڈٹ گئے۔ توما نے آپ پر پوری طرح حملہ کیا مگر جس وقت صلیب کو زمین پر پڑے دیکھا تو اپنے آدمیوں کو آواز دی اور وہ اس کی کمک کے لئے آ موجود ہوئے۔

دولہا کا قاتل دلہن کے نشانے پر

ادھر حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا نے جس وقت حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ پر توما کو حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا۔ "یہ اپنے نفس کو ذلیل کرنے والا کون ملعون شخص ہے"؟ مسلمانوں نے کہا "یہی ہے وہ بادشاہ کا داماد اور آپ کے شوہر کا قاتل"۔

ام ابان رضی اللہ عنہا یہ سنتے ہی اس کی طرف جھپٹیں اور جس وقت اس کے قریب پہنچیں تو تیر کو چلہ پر چڑھا کر چاہا ہی تھا کہ چھوڑ دیں رومی ان کے قریب پہنچ گئے۔ ارادہ کیا کہ انہیں گزند پہنچائیں مگر آپ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور بسم اللّٰہ وعلیٰ برکۃ رسول اللّٰہ کہہ کر نشان پر تیر چھوڑا۔ توما قریب تھا کہ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جائے کہ اوپر سے یہ تیر آیا جو اس کی دائیں آنکھ میں اترتا چلا گیا۔ تیر کھاتے ہی یہ چلاتا ہوا پیچھے مڑا۔ ادھر حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا نے دوسرے تیر کا ارادہ کیا ہی تھا کہ کچھ رومی ان کی طرف لپکے اور بعض نے خدا کے دشمن توما کو ڈھالوں کی پناہ میں لے لیا۔ مسلمان بھی یہ دیکھ کر حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا کی حفاظت کے لئے اس طرف بڑھے اور جس وقت یہ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو گئیں تو پھر حسب ذیل اشعار پڑھ پڑھ کر تیر برسانے لگیں:

"اے ام ابان! تو اپنا بدلہ لے اور ایک پہنچنے والا حملہ کر۔ تیرے تیروں سے رومیوں میں شور ہو گیا ہے۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ میں اب لڑائیوں سے ہی بات کروں گی میں اب تمہیں چھوڑ کر عیش نہیں کروں گی"۔

انہوں نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے پھر ایک تیر مارا جو ایک رومی کے سینے پر لگا وہ

Marfat.com

چکرا کر زمین پر گرا تھا ہی کہ دوسرا پھر اس کی گردن پر پڑا۔ رومی اوندھا ہوا اور مر گیا۔ خدا کا دشمن توما پہلا تیر کھاتے ہی اونٹ کی طرح بلبلاتا اور چلاتا ہوا بھاگا۔ دروازے کے قریب آیا اور قلعے میں گھس گیا۔

ام ابان رضی اللہ عنہا نے اپنی بہادری اور دلیری سے توما کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اور کفار پر یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان مرد ہی نہیں ان کی عورتیں بھی تم پر بھاری ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

فتوح الشام (اردو) سے ماخوذ

Marfat.com

شیر اسلام حضرت ضرار ؓ دشمن کی قید میں تھے اور درد بھرے لہجے میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

"اے مخبر! میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں قیدی ہوں اور مشکوں میں بندھا ہوا ہوں، کافر بے دین میرے گرد جمع ہیں اور تمام زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ اے دل! غم و حسرت کی وجہ سے مر جا اور اے جواں مردی کے آنسو! میرے رخسار پر بہہ جا"۔

حضرت خولہؓ بھائی کی آواز پہچان چکی تھیں۔ انہوں نے زور زور سے بھائی کی فریاد کا جواب دیا اور کہنے لگیں:

"تیری دعا قبول ہو گئی۔ اللہ کی مدد آ گئی۔ میں تیری بہن خولہ ہوں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دیگر مسلمان بھی تکبیر کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کی تکبیروں کی وجہ سے ان کے گھوڑے بھی خوشی کے مارے ہنہنا رہے تھے۔

ایک ہی گھنٹے میں سب کافر واصل جہنم ہو چکے تھے۔ حضرت ضرار ؓ رسیوں میں جکڑے میدان میں کھڑے تھے، حضرت خولہؓ نے آگے بڑھ کر بھائی کو سلام کیا اور اپنے دلیر ہاتھوں سے بھائی کو کافروں کی باندھی ہوئی رسیوں سے آزاد کر دیا۔ سلام عرض کرنے کے بعد ایک لمبا نیزہ بھائی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اور پھر دونوں بہن بھائی گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک نئے عزم کے ساتھ پرچم اسلام کو سر بلند کرتے ہوئے اپنی اگلی منزل کی طرف بڑھنے لگے جہاں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک نیا میدان سجنے والا تھا۔

Marfat.com

عظیم مجاہدۂ اسلام

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا

مدینہ کے اردگرد پھیلے ہوئے طویل قامت کھجور کے درختوں کی اوٹ سے نکلتا ہوا سورج بڑا سہانا منظر پیش کر رہا تھا۔ آج سورج جیسے روشنی کے ساتھ ساتھ خوشبو بھی بکھیر رہا ہے، مدینۃ النبی کی گلیوں میں معمول سے کئی گنا زیادہ بھیڑ نظر آ رہی ہے۔ مسجد نبوی کا صحن آنے والوں سے کھچا کھچ بھر چکا ہے لیکن دور دور تک اڑتی ہوئی غبار، گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کے دوڑنے کی آوازیں اس بات کا پتہ دے رہی ہیں کہ آنے والوں کا سلسلہ ابھی بند نہیں ہوا۔ ہر آنے والے قافلے نے اپنے ساتھ اپنے قبیلے کا پرچم اٹھا رکھا تھا۔ اور ہر آنے والے قافلے کا سربراہ مسجد میں داخل ہو کر اپنی آمد سے مطلع کرتا اور اپنے ہمراہیوں کو باہر بیٹھنے کی تلقین کرتا۔

مسجد نبوی کے باہر گلیوں میں نئے آنے والوں کے بیٹھنے کے لئے انتظامات شروع ہو گئے۔ مدینہ کے مہمان نواز باسی اپنے آنے والے مہمانوں کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہے تھے۔ چاشت کا وقت ہونے تک مسجد نبوی ﷺ کے اندر اور باہر بیٹھنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔ ہر کوئی اب ٹکٹکی باندھے منبر رسول ﷺ کی طرف متوجہ تھا کہ امیر المومنین اس کے لئے کیا حکم جاری کرتے ہیں؟؟

ملک شام کی طرف جہادی مہم

یہ سنہ ۱۲ھ کا تذکرہ ہے۔ جب امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبوت کے

Marfat.com

چوتھے دعویدار مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے بعد ملک شام پر پرچم اسلام لہرانے کا ارادہ کیا اور اسلام کے شیر دل جوانوں کی تلواروں کا رخ رومیوں کی طرف موڑنے کا عزم کیا اور اپنے ارادے سے صحابہ کرامؓ کو مطلع کیا اور فرمایا:

''آپ حضرات کو معلوم ہے رسول اللہ ﷺ پیغام حق کو ملک شام تک پہنچانے کے لئے وہاں مجاہدین اسلام کا ایک لشکر جرار روانہ کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنی طرف بلالیا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ میں مسلمانوں کو ان کے اہل وعیال کے ساتھ ملک شام کی طرف متوجہ کروں تا کہ آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق وہاں کفر کے باطل نظام کو ختم کر کے حق کے پرچم کو لہرایا جاسکے''۔

رسول اللہ ﷺ کے بلافصل خلیفہ کی گفتگو سن کر سب نے عرض کیا:

''رسول اللہ ﷺ کے جانشین! آقا کی خواہش پر ہم اپنا سب کچھ لٹانے کے لئے تیار ہیں، آپ ہمیں جہاں بھی حکم کریں گے ہم جانے کے لئے تیار ہیں''۔

یہ سن کر سیدنا صدیق اکبرؓ بہت خوش ہوئے اور ایک خط کے ذریعے تمام مسلمانوں کو اس جہادی لشکر میں شرکت کی دعوت دی۔

حضرت انسؓ امیر المومنین کا یہ جہادی خط لے کر مختلف قبائل کی طرف گئے اور انہیں یہ خط پہنچایا جس کے آخر میں امیر المومنین نے یہ آیت تحریر کی تھی:

انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله.

قبیلہ حمیر کے لوگ آ گئے

آج مدینۃ النبی ﷺ میں آنے والے یہ قافلے امیر المومنین کے اسی خط کا جواب بن کر آئے ہیں۔ جانشین پیغمبر ﷺ منبر پر تشریف لا چکے ہیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ ابھی وہ منبر پر آ کر بیٹھے ہی تھے کہ ان سمیت پورے مجمع کی توجہ مدینہ میں داخل ہونے والے اس قافلے کی طرف اٹھ گئی جو نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہوا، گھوڑوں کو کداتا ہوا،

Marfat.com

غبار اڑاتا ہوا، پُر جوش انداز میں یہ اشعار پڑھتا ہوا آ رہا تھا:

الحرب عادتنا والضرب همتنا
وذو الكلاع عندى بالرتب
قدم كتائبنا فالروم بغيتنا
والشام مسكننا بالرغم للصلب
دمشق لنا دون الناس اجمعهم
وساكنيها نوليهم الى العطب

(ہماری عادت لڑائی کی ہے اور ہمت ہی مرنے مارنے کی ہے اور سب پر ذوالکلاع سردار ہے، ہمارا لشکر آ چکا ہے اور ملک روم ہمارا مطلوب و مقصود ہے اور شام ہمارا مسکن ہے اگرچہ عیسائی اس کو برا مانیں۔ دمشق ہمارا ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو ہم ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیں گے)

کسی نے امیر المومنین ؓ کے قریب آ کر بتایا:

"یہ قبیلہ حمیر کے لوگ ہیں جو بمع اہل و عیال جہاد کے لئے آئے ہیں......!"

امیر المومنین ؓ نے مسکرا کر حضرت علی ؓ کی طرف دیکھا:

"سنا آپ نے......؟"

علی کرم اللہ وجہہ کا چہرہ بھی خوشی سے چمک رہا تھا۔ دراصل دونوں حضرات کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت یاد آ گئی کہ "جب قبیلہ حمیر کے لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ جہاد کے لئے آئیں گے تو یہ خوشخبری ہے اللہ رب العزت کی نصرت اور مدد کی"۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کا شوق

قبیلہ بنی مراد کے لوگ بھی جنگی اشعار پڑھتے ہوئے مدینہ میں داخل ہو چکے تھے اور وہ کہہ رہے تھے ہمارا لشکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہے۔ آپ ہمیں حکم دیں ہم رومیوں کو حمائل شدہ تلواروں سے تباہ کر دیں گے۔

قبیلہ طے اور قبیلہ دوس کے لوگ بھی مجمع میں کھڑے رجز یہ اشعار پڑھ رہے

Marfat.com

تھے۔اس قبیلہ میں ایک شخص کو دیکھ کر چہرے پہ مسکراہٹ آ گئی اور جو کمان لٹکائے اور ترکش لئے ہوئے تیار کھڑا تھا۔امیر المومنین ﷛ نے اس سے فرمایا:

''ابو ہریرہ! تم بھی چلے آئے؟ حالانکہ تم لڑائی کے فن سے آشنا نہیں''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے صدیق! جہاد کا ثواب کمانے کا ارادہ ہے۔آقا ﷺ کی خواہش اور اس کے جانشین کے حکم کو دیکھتے ہوئے اب گھر بیٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ آقا ﷺ کے پیغام کو ملک شام میں پہنچانے میں ابو ہریرہ کسی سے پیچھے کیوں رہے گا۔میں نے اللہ رب العزت کے جہاد والے حکم کو آقا ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔پھر میں عورتوں کی طرح گھر کی زینت کیوں بنا رہوں گا؟ اور پھر میں نے شام کے سرسبز علاقوں کے میوے بھی تو کھانے ہیں!''

ابو ہریرہ ﷛ کا جواب سن کر امیر المومنین ﷛ ہنس پڑے اور آپ کو شام کی طرف جانے والے لشکر کے ساتھ شامل فرما دیا۔

''اولئک حزب اللہ''

مدینہ منورہ اب اللہ کے شیروں سے بھر چکا تھا۔تکبیر کے بلند ہونے والے نعروں سے ہر سو ایک زلزلہ بپا ہے۔اسلام کے سپاہی جانشین پیغمبر ﷺ کے اشارہ کے منتظر ہیں۔ شوق و ذوق،عزم و جزم،ایمان و ایقان،رفعت و عظمت،شجاعت و بسالت،ایثار و قربانی کی عجیب منظر ہے۔

تلواروں کی براقت،کمانوں کی کھٹ کھٹاہٹ،نیزوں کی چرچراہٹ،زرہوں کی چمک دمک،اونٹوں اور گھوڑوں کی شوخیوں نے مدینہ میں عجب سماں باندھ دیا ہے کہ ہر دیکھنے والا یہ گواہی دے رہا ہے کہ:

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ .... یہی اللہ کی فوج ہے

جب شہر میں جگہ تنگ پڑ گئی تو لوگوں نے امیر المومنین ﷛ کو مشورہ دیا کہ اب لشکر کو

Marfat.com

روانہ کر دیا جائے۔ امیر المومنین ؓ نے فرمایا، آپ حضرات کو تکلیف دینا مقصود نہیں بلکہ انتظار ہے کہ جانے والے سب آ جائیں اور پھر جب انہیں بتایا گیا کہ جنہوں نے اس لشکر میں جانا ہے وہ سب آ گئے ہیں۔ تو امیر المومنین ؓ شام کی طرف کوچ کرنے والے اس لشکر کو لے کر پیادہ پا اپنے ساتھیوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل آئے اور لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔

صدیق اکبر ؓ لشکر کو روانہ کرتے ہیں

اللہ کے شیروں کی تکبیروں سے پہاڑ گونج رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر جانے والے لشکر کو الوداع کہہ رہے تھے۔ دور دور تک پھیلے ہوئے اللہ کے ان سپاہیوں کو دیکھ کر امیر المومنین ؓ بار بار اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ لشکر کے ذمہ داروں کو ہدایات بھی جاری فرما رہے تھے۔

امیر المومنین ؓ کو پیدل چلتے دیکھ کر یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ہمیں حیا آتی ہے اور اللہ کے غضب سے ڈرتے ہیں کہ آپ پیدل چلیں اور ہم سوار ہوں۔ یا آپ بھی سوار ہو جائیں یا ہم اتر کر پیدل چلنا چاہتے ہیں"۔

آپ ؓ نے فرمایا:

"نہیں! تم اترو، نہ میں سوار ہوں گا۔ ہاں! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کچھ پیدل چلوں تاکہ میرے گناہ معاف ہو جائیں"۔

لشکر اسلام روانہ ہو گیا تو امیر المومنین مدینہ کے باہر دیر تک کھڑے ان کے لئے دعا کرتے رہے اور پھر واپس مدینہ کی طرف لوٹے جہاں ملک فارس کی طرف جانے والے اسلام کے شیران کے منتظر تھے۔

لشکر کے قائد...... "خالد ابن ولید ؓ"

امیر المومنین ؓ پھر منبر رسول اللہ ﷺ پر بیٹھ کر فارس کی طرف جانے والے لشکر کو

Marfat.com

ترتیب دینے لگے۔ مگر ابھی انہیں منبر پر بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک نوجوان نے جس کے جسم پر سجا ہوا خوبصورت جنگی لباس پورے لشکر کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا، امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان کے کان میں کوئی سرگوشی کی۔

اس خوبصورت جنگی لباس والے نوجوان کی بات سن کر امیرالمومنین کے چہرے پر خوشی کے آثار واضح نظر آنے لگے۔ انہوں نے اس خوش خبری کو زیادہ دیر تک لشکر اسلام سے مخفی رکھنا مناسب نہیں سمجھا اور کھڑے ہو کر سپاہ اسلام سے مخاطب ہوئے:

"اے اسلام کے جانبازو! آپ کو معلوم ہے کہ یہ لشکر ایلیہ اور ملک فارس کی طرف روانہ ہونے والا ہے جہاں آپ کا مقابلہ ایسے دشمنان اسلام سے ہوگا جنہوں نے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی قسمیں کھائی تھیں۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم سے آج وہ خود اسلام کے شیروں کے ہاتھوں نیست ونابود ہونے والا ہے۔ آج آپ کو ایک ایسے امیر لشکر کے ساتھ فارس کی طرف روانہ کر رہا ہوں جس نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا۔ فتح وکامرانی نے ہمیشہ اس کے قدم چومے ہیں۔ میری مراد ابوسلیمان خالد بن ولید ہیں جو جنگوں میں آقا ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔"

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام سن کر پورے مجمع میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے تکبیر کے نعروں کی گونج سنائی دینے لگی۔

ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ......اللہ کا شیر

مدینہ سے روانہ ہو کر یہ لشکر ابھی دمشق پہنچا ہی تھا کہ دشمنان اسلام سے مڈھ بھیڑ ہوگئی اور کئی روز تک خون ریز جنگی معرکہ جاری رہا۔ مسلمانوں کی چمکتی ہوئی تلواریں کافروں کے سروں کو ان کی گردنوں سے جدا کرتی رہیں۔

اسی معرکہ کے دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میدان میں یہ شعر پڑھتے ہوئے نظر آ رہے تھے:

"ہم کفار کی جمعیت کو تباہ کر دیں گے اور اپنے نیزے کی پیاس کو رومی

Marfat.com

سرداروں کے خون سے بجھائیں گے۔"

کافروں کی کمک پہنچ چکی تھی۔ دشمن کا ٹڈی دل لشکر پہاڑوں سے اتر آیا تھا۔ لیکن اسلام کے یہ شیر کب دشمن کی تعداد سے مرعوب ہونے والے تھے۔

اللہ کے ایک اور شیر حضرت ضرارؓ فرما رہے تھے:

"خدا کی قسم میں تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں برابر لڑوں گا اور کبھی میری پشت کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھیں گے"۔

دمشق پر لڑائی کے دوسرے دن، عزرائیل اور کلوس کا قتل

دمشق پر لڑائی کے دوسرے روز مسلمانوں نے لشکر کو آراستہ کیا اہل دمشق بھی تیار ہو کر نکلے۔ آج رومیوں کی کمان بادشاہ کے داماد تو ما نامی سردار کے ہاتھ میں تھی جو کہ ایک معتمد افسر تھا جس وقت رومی میدان جنگ میں آئے تو حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ اس قوم کے دل میں مسلمانوں کا رُعب بیٹھ چکا ہے کل یہ اچھی طرح ذلیل وخوار ہو چکے تھے نیز ان دو سرداروں کی گرفتاری نے انہیں کمزور بھی کر دیا ہے پس ہمیں چاہئے کہ ہم اور آپ ان پر ایک متفقہ حملہ کر دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بہت بہتر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ مسلمانوں نے متفقہ طور پر زور سے تکبیر کی آواز بلند کی۔ ان تکبیروں سے غوطہ اور حوالی غوطہ گونج اُٹھا۔ تکبیر کے ساتھ ساتھ حملہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے اس زور شور کے ساتھ ہلہ کیا کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے کفار ذلیل وخوار ہوئے اور دوست اپنے مولا سے سرخرو ہو کر نشہ جہاد میں مست راضی برضائے جبار ہوئے۔

عامر بن طفیل کہتے ہیں کہ اس حملہ میں ہمارے ایک ایک آدمی نے دس دس رومیوں کو تہہ تیغ کیا۔ لڑائی کو ابھی ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ دشمن کے پیر اُکھڑ گئے۔ ہم نے دیر سے باب شرقی تک تعاقب کیا۔ اہل دمشق نے جس وقت اپنے لشکر اور سپاہیوں کی یہ بزدلی دیکھی، شہر کا دروازہ تا کہ ایسے کم ہمت سپاہی اندر نہ گھسنے پائیں بند کر لیا۔ قیس بن ہبیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے دروازے پر پہنچ کر بعض کو قتل اور بعضوں کو گرفتار کیا اور اپنے مقام پر لوٹ آئے یہاں آ کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ میری

Marfat.com

رائے ہے کہ میں باب شرقی کا محاصرہ کرلوں اور آپ باب جابیہ کو محاصرہ میں لے لیں۔ آپ نے کہا واقعی تمہاری رائے بہت زیادہ صائب ہے۔

حضرت خالدؓ کا دمشق کے مشرقی دروازے کا محاصرہ

واقدی کہتے ہیں کہ حجاز، یمن، حضرموت، ساحل عمان، طائف اور حوالی مکہ معظمہ سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں جو فوج آئی تھی اُس کی کل تعداد ۳۷ ہزار تھی اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمان فلسطین کے مقام پر نو ہزار سوار اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ کی ماتحتی میں پندرہ سو جوان عراق سے یہاں آئے تھے اس لئے تمام مسلمانوں کی فوج کی تعداد علاوہ اُس فوج کے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بھرتی کی تھی اور جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آوے گا کل ساڑھے سینتالیس ہزار تھی۔ اس میں نصف حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہمراہ لے کر باب شرقی کا محاصرہ کیا اور نصف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہی جس سے اُنہوں نے باب جابیہ پر پڑاؤ کیا۔ اہل دمشق نے جس وقت یہ حالت دیکھی نہایت درجہ مرعوب ہو گئے پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلوس اور عزرائیل کو طلب فرما کر اُن کے سامنے اسلام پیش کیا مگر کم بختوں نے چونکہ انکار کر دیا تھا اس لئے آپ نے حضرت ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ اُنہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ اُنہوں نے ان کو موت کے حوالے کر دیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھے معتبر راویوں سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ضرار بن ازور نے عزرائیل کو اور رافع بن عمیرۃ الطائی نے کلوس کو قتل کیا تھا۔

جس وقت اہل دمشق کو اُن کے قتل کی خبر پہنچی بادشاہ ہرقل کے پاس ایک خط جو اپنی ہزیمت اور دونوں جنرلوں کے قتل پر مشتمل تھا لکھا نیز اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ اہل عرب نے باب شرقی اور جابیہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ مع اپنی عورتوں اور بچوں کے یہاں آئے ہوئے ہیں، اکثر زرخیز علاقے اور شہر فتح کر لئے ہیں۔ ہماری یا تو خبر لیجئے ورنہ ہم اس شہر کو اُن کے حوالے کرنے پر مجبور ہوں گے۔ قاصد کو یہ خط دے کر رات کے وقت ایک رسی میں

Marfat.com

باندھ کر شہر پناہ کی دیوار سے اُتار دیا۔

ہرقل کا رؤسائے مملکت سے خطاب

ہرقل اس وقت انطاکیہ میں مقیم تھا جس وقت یہ خط پڑھا رونے لگا ہاتھ سے خط پھینک دیا اور اعیان مملکت کو جمع کر کے اس طرح مخاطب ہوا:

''یا بنی اصغر! میں نے تمہیں پہلے ہی ان عربوں کی طرف سے متنبہ کیا تھا، اُن کی بہادری سے شروع ہی میں ڈرایا تھا اور اول ہی خبردار کیا تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ لوگ ضرور میرے اس تاج وتخت کے مالک ہو کے رہیں گے، مگر افسوس تم نے میری بات کو مذاق اور میری اُس گفتگو کو لامعنی خیال کیا اور اُلٹے میرے قتل کے درپے ہو گئے اب یہ چینا، جو اور چھوہارے کھانے والے عربی لوگ خشک اور قحط زمین سے نکل کر فواکہات، پھلدار، کثیر الاشجار اور سرسبز وشاداب ملک تک پہنچ گئے ہیں اور اُن کے ہمارے ملکوں کی آب وہوا بہت زیادہ پسند آ گئی ہے۔ ان کو اب سوائے عزم قوی اور سخت معرکہ آرائی کے یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ اگر مجھے کسی قسم کی عار اور شرم نہ ہوتی تو میں ترک شام کر کے قسطنطنیہ چلا جاتا اور یا خود اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے اُن کے مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔''

ارکان سلطنت اور اعیان مملکت متفق اللسان ہو کر کہنے لگے اہل عرب کی جارحانہ حالت ابھی اس حالت کو نہیں پہنچی کہ حضور بنفس نفیس خود میدان کارزار میں تشریف لے جائیں بلکہ والی حمص وردان نامی کو جو ہم میں سب سے زیادہ بہادر اور فنون حرب میں ہم سب سے زیادہ ماہر ہے، نیز عسکر فارس کے مقابلے میں جبکہ اہل فارس نے ہم پر چڑھائی کی تھی جناب خود اس کی شجاعت دیکھ چکے ہیں، مقابلے کے لئے روانہ کریں۔

بادشاہ نے والی حمص کو بلا کر مقابلے کے لئے کہا، وردان والی حمص نے جواب دیا کہ اگر مجھے آپ کی ناراضگی اور غصہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اہل عرب سے لڑنے کے لئے کبھی تیار نہ ہوتا کیونکہ آپ نے مجھے تمام امرائے روم کے پس پشت ڈال دیا اور ہر ایک سردار سے آخر میں رکھا، بادشاہ نے کہا تمہارے موخر رکھنے اور سب کے بعد اس کام کے واسطے تجویز کرنے میں میری یہی مصلحت تھی کہ دراصل تم ہی میری تلوار اور پشت پناہ ہو۔ تمہیں چاہئے

Marfat.com

کہ فی الفور اس کام کے لئے تیار ہو جاؤ، میں بارہ ہزار رُومیوں پر تمہیں سردار مقرر کرتا ہوں۔ جس وقت بعلبک کے مقام پر پہنچو تو جو لشکر اجنادین کے پڑاو پر موجود ہے اُسے ارض بلقا اور جبال سوداء پر متفرق طور سے متعین کر کے یہ حکم دے دینا کہ وہ عمرو بن عاص کے کسی فرد کو خالد بن ولید کے لشکر میں شامل نہ ہونے دیں وردان نے کہا مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ میں آپ کو تب تک منہ نہیں دکھلا سکتا جب تک خالد بن ولید اور اُس کے ساتھیوں کا سر لے کر آپ کے پاس نہ آؤں۔ اس کے بعد یہاں سے حجاز پر لشکر کشی کروں گا اور تاوقتیکہ مکہ اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادوں (خاکت بدہن) آپ کے پاس نہیں آ سکتا۔"

بادشاہ نے کہا قسم ہے انجیل مقدس کی! اگر تو نے اپنے اس وعدہ کو ایفا اور قول کو پورا کر کے دکھلایا تو میں اُن تمام ممالک کو جو عربوں نے فتح کر لئے ہیں تجھے جاگیر میں بخش دوں گا اور ساتھ ہی ایک وصیت دستاویز کے طور پر لکھ دوں گا کہ میرے بعد تجھے ہی یہاں کا بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔"

ہرقل کا وردان کو دمشق کی طرف بھیجنا

اس کے بعد ہرقل نے جنرل وردان کو ایک خلعت پہنائی، نیام بند باندھا، سونے کی ایک صلیب جس کے چاروں کناروں میں چار بیش بہا یاقوت لگے ہوئے تھے عطا کی اور کہا جس وقت دشمن سے مقابلہ ہو تو اس کو آگے رکھنا یہ تجھے مدد دے گی۔"

واقدی کہتے ہیں کہ وردان صلیب لے کر گرجا (کنیسہ) میں آیا، ماء معمودیہ تبرکا اپنے اوپر چھڑکا، قسیسین بشپ اور پادریوں نے فتح کی دُعائیں کیں۔ کنیسوں میں جو خوشبوئیں جلائی جاتی ہیں اُن کی تبخیر کی گئی۔ اس کے بعد وردان نے اسی وقت شہر کے باہر باب فارس پر خیمے نصب کئے، روم کے چند نفوس اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کئے۔

جس وقت تمام سامان درست ہو اور تمام فوج مکمل ہو چکی تو بادشاہ خود مع ارکان دولت کے جسر حدید تک رخصت کرنے کے لئے آیا۔ وردان' بادشاہ سے رخصت ہو کر معرات ہوتا ہوا حماۃ پہنچا، یہاں سے اُس نے ایک قاصد کے ذریعہ اجنادین کی فوج کو حکم

Marfat.com

دیا کہ تمام راستوں اور گھاٹیوں پر پہرہ رکھیں اور عمرو بن عاص اور اُن کی فوج کو خالد بن ولید تک نہ پہنچنے دیں اور اپنے تمام ماتحت افسروں اور رسالداروں کو جمع کر کے یہ کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ میں ان عربوں پر اُن کی غفلت میں چھاپہ ماروں اور سب کو قید کر لوں۔ اس ترکیب سے کوئی شخص اُن میں سے نہیں بھاگ سکتا۔ اس رائے کو سب نے پسند کیا اور یہ راتوں رات سلمیہ اور وادی الحیات کے راستہ سے چل پڑا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مشورہ

شاد ابن اوس کہتے ہیں کہ ہمیں دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے بیس روز گزر چکے تھے کہ نادی ابن مرہ ہمارے پاس پہنچے اور اُن سے معلوم ہوا کہ اجنادین میں رومیوں نے ایک بہت بڑی جمعیت جمع کی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ ابن جراح کے پاس باب جابیہ تشریف لے گئے اور آپ سے مشورہ کیا کہ اے امین الامۃ! میری رائے ہے کہ ہم اجنادین کی طرف لشکر کشی کر دیں اور جس وقت خداوند تعالیٰ ہمیں فتح دے دیں تو پھر اسی جگہ لوٹ آئیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسی رائے کبھی نہیں دے سکتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں؟ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ ہم نے اہل دمشق کو ناک چنے اچھی طرح چبوا رکھے ہیں اور محاصرہ میں پوری طرح سے لے رکھا ہے جس کی وجہ سے اُن کے دلوں میں رُعب بیٹھ چکا ہے، اگر اب ہم یہاں سے کوچ کر گئے تو یہ فرصت پا کر رسد جمع کر کے از سر نو قوت پکڑ لیں گے اور پھر مشکل ہو گا کہ ہم اس جگہ آسکیں۔ لہٰذا میری رائے میں مناسب نہیں ہے کہ ہم یہاں سے بالشت بھر بھی سرکیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُن کر جواب دیا کہ میں آپ کی رائے اور حکم سے سر مو تجاوز نہیں کر سکتا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر باب شرقیہ پر تشریف لائے دستوں کے افسروں کو حکم دیا کہ وہ اہل دمشق پر اپنی اپنی طرف سے سختی کے ساتھ حملہ کریں اور آپ نے بذات خود باب شرقی کی طرف سے حملہ کیا۔ اہل دمشق نے آج کے حملے میں اتنی صعوبتیں اٹھائیں اور اس قدر کلفتیں کہیں جو آج تک کسی پہلی لڑائی میں نہیں دیکھی تھیں۔ سپہ سالار اعظم خالد بن ولید مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دیتے خود حملہ کرتے

Marfat.com

اور حسب ذیل رجز یہ اشعار پڑھتے جاتے۔

(ترجمہ اشعار رجزیہ) کون شخص حضرت صدیق اعظمؓ تک ہماری اس بات کو پہنچا سکتا ہے کہ ہم رومیوں کے لشکر کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ باری تعالیٰ جل مجدہ نے منع فرمایا ہے کہ مگر یہ کہ میں کفار کی جمعیت کو توڑ دوں اور اپنے نیزے کی پیاس رومیوں کے سرداروں کے خون سے بجھاؤں بہت سے مقتول ابھی زمین پر ڈال دوں گا اور بہت سے دوست اپنے دوستوں کو روتے پھریں گے۔"

مسلمان رزم کو بزم سمجھ کر بڑھ بڑھ کر حملے کرتے مگر رومی چونکہ قلعہ میں بند تھے اُسی طرح حملوں اور محاصرے میں اکیس روز گزر گئے۔ رومیوں کا حال بد سے بدتر ہو گیا۔ محاصرے نے طول کھینچا، بادشاہ کی طرف سے کمک کی جو اُمید تھی منقطع ہونے لگی۔ آخر صلح کا ارادہ کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک ہزار اوقیے چاندی پانچ سو اوقیے سونا اور سو کپڑے دیباج کے عوض صلح کا قاصد بھیجا اور یہ کہا کہ اگر آپ تشریف لے جاویں تو ہم آپ کو یہ چیزیں دینگے۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا ان چیزوں پر صلح نہیں ہو سکتی بلکہ جزیہ اسلام یا جنگ تین چیزیں ہیں جسے چاہو پسند کر لو۔ قاصد نے اپنی قوم کو اس کی اطلاع دی جسے یہ شرائط گراں معلوم ہوئیں۔

رومی لشکر کو کمک پہنچ گئی

عروہ بن شداد کہتے ہیں کہ اہل دمشق حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بہ نسبت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیادہ مائل تھے۔ کیونکہ آپ صاحب شمشیر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سن رسیدہ بزرگ اور متقی شخص تھے نیز آپ نے اُن سے صلح کا وعدہ فرما لیا تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی دھمکی دے رکھی تھی۔ بطل اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کا حکم بھی فرما دیا تھا کہ آپ نے اہل دمشق کو اچانک تالیاں بجاتے اور رقص کرتے اور فتح کے نعرے لگاتے ہوئے سنا آپ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے اور دیوار قلعہ پر نظر کی وہ لوگ جو

Marfat.com

دیوار پر موجود تھے انہیں دیکھا کہ پہاڑ اور بیت لہیا کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نیز آپ نے دور سے ایک ایسا گرد و غبار اُٹھتا ہوا دیکھا جس کی ظلمت سے زمین و آسمان تاریک ہوتا چلا آرہا ہے آپ نے سمجھ لیا کہ اہل دمشق کی کمک ہے جو بڑھتی چلی آرہی ہے۔

جناب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً مسلمانوں کو ہوشیار کیا، تیاری کا حکم فرمایا۔ پس پھر کیا تھا شجاعان اسلام نے ننگی تلواریں برچھے سنبھالے، گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہوئے، ہر دستہ اپنے افسر کے پاس اور ہر رسالہ اپنے سردار کے زیر نگیں کھڑا تھا۔ گھسیاروں نے آکر سپہ سالار اعظم کو اطلاع دی کہ پہاڑی کے قریب ایک لشکر جرار نظر آرہا ہے اور اغلباً وہ رومیوں کا لشکر ہے۔ آپ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یعنی تمام طاقت وقوت اللہ عزوجل کے ساتھ ہے۔

وردان کا بیت لہیا میں پہنچنا

غازی اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باب شرقی پر اپنا لشکر مسلح کر کے گھوڑے کو مہمیز کیا اور پویہ کرتے ہوئے باب جابیہ پر تشریف لائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ کو اطلاع دی اور کہا یا امین الامت! میرا ارادہ ہے کہ میں تمام لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کے حریف کی فوج پر حملہ کردوں، آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے نہیں ہے کہ ہم آگے بڑھ کر حملہ کریں۔ کیونکہ اہل دمشق خالی جگہ دیکھ کر یہاں اپنا قبضہ کرلیں گے۔ آپ نے کہا پھر کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بہتر صورت یہ ہے کہ ہم اپنے لشکر میں سے ایک جری، شجیع، بہادر اور فنون حرب کے ماہر شخص کو منتخب کر کے مقابلے کے لئے روانہ کریں۔ اگر وہ اُن سے مقابلے کی طاقت اور فتح کی کچھ اُمید دیکھے تو حملہ کردے ورنہ ہمارے پاس لوٹ آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُن کر کہا یا امین الامت! ہماری فوج میں ایک ایسا شخص ہے جو موت سے نڈر، فن حرب کا ماہر اور بہادروں سے بازی لے جانے والا ہے اور جس کے باپ اور چچا بھی جہاد میں ہی شہید ہو چکے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا ضرار بن ازور بن سنان بن طارق، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا واللہ! تم نے ایسے شخص کو منتخب کیا جو واقعی ہمہ صفت

Marfat.com

موصوف تجربہ کار اور مشہور سیرت سپاہی ہے۔

مجاہد اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب شرقی سے لوٹے اور آپ نے حضرت ضرار بن ازور کو طلب فرمایا آپ حاضر ہوئے سلام علیک کی اور حکم سننے کے منتظر ہوئے آپ نے فرمایا ابن ازور میرا ارادہ ہے کہ میں تم کو پانچ سو ایسے جانباز سوار دے کر جنہوں نے اپنی جانیں جنت کے عوض باری تعالیٰ جل مجدہ کے ہاتھ فروخت کر دی ہیں اور جنہوں نے عالم جاودانی کو دار فانی پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے دی ہے دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ کروں، اگر تم اپنے میں مقابلے کی طاقت اور لڑائی کی ہمت دیکھو تو مقابلے کے لئے ڈٹ جانا ورنہ واپس چلے آنا۔ حضرت ضرار نے کہا "یا ابن ولید! وافرحاہ! آپ نے آج میرے دل کو اتنا خوش کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں اکیلا تن تنہا اس کام کو انجام دے سکتا ہوں۔" آپ نے فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم واقعی تم اتنے ہی چست و چالاک اور بہادر ہو، مگر باری تعالیٰ جل مجدہ نے دیدہ دانستہ ہلاکت میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جن بہادروں کو میں نے تمہارے ساتھ جانے کے لئے منتخب کیا ہے اُن کو اپنے ہمراہ لئے جاؤ۔

حضرت ضرارؓ کا وردان کے مقابلے کو جانا

کہتے ہیں کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلح ہو کر چلنے میں عجلت سے کام لینا چاہا، مگر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ خدارا اپنی جان پر ترس کھاؤ اور رسالے کے مرتب ہونے تک صبر رکو۔ حضرت ضرار نے جواب دیا واللہ! میں اب نہیں ٹھہر سکتا۔ جو شخص جہاد کو افضل جانتا ہے وہ مجھ سے خود وہیں آملے گا، یہ کہہ کر آپ بہت تیزی سے چلے۔ جس وقت آپ بیت لہیا میں (یہ وہ مقام ہے جہاں آزر بُت تراشا کرتا تھا) پہنچے۔ آپ نے توقف فرمایا اور اتنے میں آپ کے ہمراہی بھی پہنچ گئے جس وقت آپ کا رسالہ یہاں مکمل ہو چکا تو آپ نے رومیوں کے لشکر کی طرف دیکھا جو ٹڈی دل کی طرح منتشر زرہوں اور لباس سے ملبوس پہاڑی سے اُتر رہا تھا اور اُن کی زرہیں اور خود سورج سے چمک رہے تھے جس وقت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا، حضرت ضرار

Marfat.com

بن ازور سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم! یہ لشکر تو بہت بڑا ہے، بہتر یہی ہے کہ ہم لوٹ چلیں۔

آپ نے فرمایا۔ واللہ! میں اللہ کے راستہ میں لڑوں گا اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہے اُن کا اتباع کروں گا۔ مجھے باری تعالیٰ جل مجدہٗ کبھی پشت دے کر بھاگتے نہیں دیکھیں گے اور احکم الحاکمین کبھی اس بندہ کو پیٹھ پھیرنے میں منحرف نہ پائیں گے۔ وہ خود فرماتے ہیں فلا تولو ھم الادبار، یعنی تم پیٹھ نہ پھیرو پس وہ یہ فرماتے ہیں اور میں اگر لوٹ جاؤں تو اُن کی نافرمانی کروں گا اور گناہ گار رہوں گا۔

رافع بن عمیرۃ الطائی نے کہا اے قوم! بے دینوں سے کیا ڈرنا کیا خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ نے اکثر جگہ تمہیں فتح نہیں بخشی اور کیا ہمارے چھوٹے سے دستوں نے بڑی بڑی جمعیتوں کا منہ نہیں پھیر دیا نصر صبر کے ساتھ ہے تم متبع ہو جاؤ، سنن اولین کے اور تضرع و زاری کرو درگاہ میں رب العالمین کے' اور جیسا کہ اصحاب طالوت نے جالوت کے مقابلے کے وقت دُعا مانگی تھی تم بھی مانگو ربنا افرغ علینا صبراً یعنی اے رب ہمیں صبر عنایت کیجئے اور اس آیت کو تلاوت کرو۔

کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللّٰہ واللّٰہ مع الصابرین۔

"اکثر مرتبہ قلیل جماعت کثیر پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہے اور اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہیں۔"

حضرت ضرارؓ کی شجاعت

رافع بن عمیرۃ کی یہ تقریر سُن کر اُن کے دلوں میں حرکت پیدا ہوئی اور اُن کی زبانوں پر جاری ہوا کہ باری تعالیٰ ہمیں میدان سے بھاگتے ہوئے نہ دیکھیں۔ ہم کفار کے ساتھ ضرور لڑیں گے۔ حضرت ضرار نے جس وقت اُن کا یہ کلام سُنا تو یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے دُنیا پر آخرت کو ترجیح دے دی ہے تو اُن کو لے کر ایک کمین گاہ میں بیت لُہیا کے قریب ہی چھپ گئے۔ اس وقت حضرت ضرار برہنہ بدن ہاتھ میں ایک لانبا نیزہ لئے ہوئے عربی گھوڑے پر سوار رومیوں کے لشکر کی تاب میں کھڑے تھے۔

حضرت واقدی سلامۃ بن خویلد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ضرار بن ازور

Marfat.com

کے دستہ میں اُس وقت میں بھی موجود تھا۔ آپ لانبا نیزہ لئے ہوئے عربی گھوڑے پر سوار شوقِ شہادت میں کھڑے ہوئے تھے۔ جس وقت رومیوں کا لشکر آپ کے قریب پہنچا، سب سے پہلے آپ دشمن پر جھپٹے، نعرہ تکبیر بلند کیا اور اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے آپ کی تکبیر کا زور سے استقبال کیا اور اس طرح سے تکبیریں کہیں کہ مشرکین کے قلوب کانپ اُٹھے اور دلوں میں رُعب چھا گیا۔ میں نے حضرت ضرار بن ازور کی طرف دیکھا کہ آپ اُسی ہیئت سے (یعنی برہنہ تن) نیزہ لئے ہوئے عربی گھوڑے پر سوار) رومیوں کے مقدمۃ الجیش میں گھوڑا دوڑائے پھر رہے ہیں۔ وردان چونکہ اسی مقدمۃ الجیش میں تھا، صلیبیں اور علم ایک دوسرے میں مربوط اس کے سر پر متعین جانباز بہادر جو اس کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے والے تھے اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ سپہ سالارِ لشکر یہی ہے یہ سوچ کر آپ نے اس مقدمۃ الجیش کے سپاہیوں کے ساتھ ہل من مبارز کہا اور نہایت بے جگری کے ساتھ قلبِ لشکر پر حملہ کر دیا۔ جو سوار علم لئے ہوئے تھا اُس کے ایک ایسا چاتلا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا۔ علم اُس کے ہاتھ سے گرا اور وہ گھوڑے سے نیچے۔ آپ دوسری طرف پلٹے اور رسالہ کے میمنہ پر حملہ کر کے ایک کا کام تمام کر گئے۔ قلب پر پڑنے ہی کو تھے کہ وردان نے جس کے سر پر ایک سبز بے مجلس گھوڑے کا سوار ایک صلیب جواہر نگار اٹھائے ہوئے دیکھا آ نے اُس سوار کے ایک برچھا مارا کہ پہلو کو چیرتا ہوا انتڑیوں تک پہنچ گیا۔ اس کی صلیب زمین پر گری اور لڑکھڑا کر یہ جہنم میں پہنچ گیا۔

گری ہوئی صلیب کو اٹھانے کی کوشش

وردان نے جب صلیب کو زمین پر پڑے دیکھا اپنی ہلاکت کی دلیل سمجھ کر چاہا کہ گھوڑے سے اُتر کے اٹھالے مگر چند مسلمانوں نے فوراً گھوڑوں سے اُتر کر اُس کے اٹھانے کے لئے حلقہ کر لیا جس کی وجہ سے وردان نہ اُٹھا سکا۔

حضرت ضرار حالانکہ جنگ میں مشغول تھے مگر آپ نے اُسی حالت میں فرمایا معاشر المسلمین نہ صلیب میرا حق ہے نہ تمہارا، لہٰذا اُس کے اٹھانے کی طمع نہ کرو، میں جس

Marfat.com

وقت اس رومی کتے اور اس کی فوج سے نبٹ لوں گا خود اٹھالوں گا، وردان عربی زبان سمجھتا تھا جس وقت اُس نے یہ کلمات سُنے قلب لشکر سے نکل کے چاہا کہ بھاگ جاؤں مگر اُس کی فوج کے افسروں نے بڑھ کے کہا سپہ سالار کہاں بھاگتے ہو؟ اُس نے کہا میں اس شیطان سے ڈر کے بھاگتا ہوں کتنا کریہہ المنظر ہے کیا تم نے کبھی کوئی اس سے زیادہ بدصورت اور خوفناک شخص بھی دیکھا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت ضرارؓ نے جس وقت اسے رُخ پھیرتے ہوئے دیکھا فوراً سمجھ گئے کہ بھاگنا چاہتا ہے آپ نے زور سے مسلمانوں کو آواز دی نیزہ سیدھا کر کے گھوڑے کو مہمیز کیا اور قریب تھا کہ اُسے دبالیں کہ رومیوں نے چلا چلا کر آپ کی طرف گھوڑوں کی باگیں پھیر دیں۔ آپ اس وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے:۔

(ترجمہ اشعار) موت حق ہے میں اُس سے کہاں بھاگ سکتا ہوں۔ جنت الفردوس جہنم سے بہتر ہے یہ میری شہادت ہے اے حاضرین! تم گواہ رہنا اور یہ میرے تمام کارنامے رب بشیر کی رضاجوئی کے لئے ہیں۔

حضرت ضرارؓ کے ہاتھوں کفار کا قتل

آپؓ نے اشعار پڑھتے پڑھتے جو آپ کی طرف رومی بڑھ کر آتے تھے حملہ کر دیا۔ رومی حملہ سے منتشر ہوئے آپ وردان کی تلاش میں آگے بڑھے رومیوں نے پیچھے سے پھر بڑھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آپ ہر چہار طرف سے حملہ روکتے تھے جس موذی کے سینے پر آپ کا بھالا پڑتا وہی دم توڑ دیتا اور جو سورما آپ کے قریب ہوتا وہی زمین پر آرہتا۔ اسی طرح آپ نے رومیوں کے اکثر بہادروں کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور بڑے بڑے جانبازوں کو موت کی نیند سُلا دیا۔ آخر آپ نے مسلمانوں کو آواز دی۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانھم بنیان مرصوص.

"اللہ تبارک وتعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں جو اُس کے راستے میں صف باندھ کے گویا کہ وہ سیسہ پلائی ایک عمارت ہیں مقاتلہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

ابھی تک مسلمان آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے کہ رومیوں کا لشکر اُن کی طرف شوروغل کرتا ہوا بڑھا مسلمان بھی اُن کی طرف چلے اور زور سے معرکہ آرائی شروع ہو گئی حمران بن وردان، حضرت ضرار تک پہنچ گیا اور آپ کے زور سے ایک تیر مارا جو آپ ے بائیں بازو میں لگا۔ آپ کا ہاتھ سست پڑ گیا اور درد کرنے لگا بھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹے، نیزہ سنبھال کے سینے پر تان کے مارا جو دل کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ جس وقت آپ نے نیزہ کھینچ کر باہر نکالنا چاہا تو چونکہ نیزہ کا پھل پیٹھ کی ہڈی توڑتا ہوا مہروں سے بھی تجاوز کر گیا تھا بغیر پھل کے نکلا۔ جس وقت رومیوں نے آپ کا نیزہ خالی دیکھا تو پل پڑے اور چاروں طرف سے گھیر کر شیر کو قابو میں کر لیا۔

حضرت ضرار بن ازورؓ کی گرفتاری

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت آپ کو گرفتار دیکھا تو بے حد شاق گزرا۔ ایک دفاعی حملہ کیا تاکہ آپ کو چھڑا لیں نہایت شدت کے ساتھ حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ اب مسلمانوں کے پیر اُکھڑ چکے تھے چاہا کہ بھاگ پڑیں۔ مگر حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی نے روکا اور کہا۔

"حافظو! اور اے قرآن کے حاملو! کہاں جاتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں جو خدا کے دشمنوں سے ڈر کے بھاگتا ہے وہ خدائے قہار کے قہر و غضب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جنت کے اکثر دروازے مجاہدین، صابرین کے واسطے کھلے ہوئے ہیں، دین کے حاملو! صبر کرو صبر اور ان صلیب کے بندوں پر حملہ کر دو یاد رکھو! اگر تمہارا سپہ سالار اور سردار گرفتار ہو گیا ہے تو خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ تو زندہ ہیں جو تمہیں دیکھ رہے ہیں اور سردار تم سے آگے چلنے والا میں موجود ہوں۔"

یہ سنتے ہی مسلمان سمٹے، اُکھڑے ہوئے جمے اور آپ کے زیر کمان ہو کر حملہ آور ہوئے، بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور اکثر سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا اضطرار

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت ضرار کی

Marfat.com

گرفتاری اور مسلمانوں کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا، آپ نے فرمایا کہ رومی کتنے ہیں؟ مخبر نے جواب دیا بارہ ہزار سوار آپ نے فرمایا واللہ! مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ دشمن کی تعداد اس قدر زیادہ ہے ورنہ میں کبھی اپنی قوم کو ہلاکت کی طرف نہ روانہ کرتا۔ آپ نے پھر دریافت کیا کہ رومیوں کی فوج کا جنرل کون ہے؟ کہا والی حمص وردان ہے اور حضرت ضرار بن ازورؓ نے اس کے لڑکے ہمدان کو قتل بھی کر دیا ہے آپ نے فرمایا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی کی تدبیریں

اس کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص کو بھیج کر مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے مستشیر کو کہلا بھیجا کہ جس آدمی پر تمہیں زیادہ اعتماد ہو اُس کی ماتحتی میں کچھ فوج باب شرقی پر چھوڑ کر تم دشمن کے مقابلے میں چلے جاؤ۔ مجھے اُمید ہے کہ تم انہیں چکی کی طرح دل دو گے اور ہر شخص کو چکٹی میں رکھ کر مل دو گے۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ واللہ! میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خدا کے راستہ میں اپنی جان دینے میں بخل کرتے ہیں۔ میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے ایک ہزار سوار دے کر فرمایا تم یہیں رہو۔ اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا، خدا سے مدد مانگنا اور اُسی پر بھروسہ کرنا۔ حضرت میسرہ نے کہا مجھے بسر و چشم منظور ہے۔

اس کے بعد آپ نے فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا بس اب گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو۔ بھالے سنبھال لو اور جس وقت دشمنوں کے قریب پہنچو تو ایک متفقہ حملہ کر دو، ممکن ہے کہ ہم ضرار کو چھڑا لینے میں اگر وہ زندہ ہیں کامیاب ہو جائیں اور اگر خدانخواستہ دشمنوں نے اُن کو عجلت کر کے شہید ہی کر دیا ہے تو ان شاء اللہ العزیز ہم اُن کا بدلہ ضرور بالضرور لیں گے اور مجھے ذات باری تعالیٰ سے اُمید واثق ہے کہ ہمیں وہ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صدمہ نہیں دیں گے (یعنی وہ زندہ رہائی پاویں گے)۔ آپ حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے لشکر کے آگے آگے چلے:

(ترجمہ اشعار) ''آج وہ دن ہے کہ سچا اپنے مقصد کو پہنچ گیا، جس وقت موت

Marfat.com

آتی ہے تو ایسا شخص موت سے نہیں ڈرتا، میں اپنے نیزے کی پیاس آنکھ کے خون سے بجھاؤں گا خود اور سپر سب کو پھاڑ ڈالوں گا جو آگے چلنے والوں نے پالیا میں بھی کل پالوں گا۔"

وہ نقاب پوش مجاہد کون تھا؟

کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے لشکر کے آگے آگے چل رہے تھے کہ اچانک آپ نے کمیت، بلند قامت، کوتاہ گردن گھوڑے پر ایک سوار جس کے ہاتھ میں ایک چمکدار لابنا نیزہ اور جس کی وضع وقطع، شکل وشباہت سے دانائی باگیں کاٹنے اور پھیرنے سے شجاعت ٹپکتی تھی، دیکھا جو باگیں ڈھیلی چھوڑے زین پر پوری طرح جمے ہوئے، زرہ کے اوپر سیاہ کپڑا پہنے، سبز عمامہ کا پٹکا کمر سے باندھے ہوئے ہے جس کو اس نے اپنے سینے سے پشت تک ڈال رکھا تھا، فوج کے آگے آگے شعلہ جوالہ کی طرح جارہا تھا، جس وقت آپ نے اُسے اس شان وشوکت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا، کاش کہ میں اس سوار سے واقف ہوتا کہ یہ کون ہے؟ واللہ! یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہوتا ہے یہ سوار سب سے آگے آگے مشرکین کے گروہ کی طرف چونکہ جارہا تھا آپ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت استقلال اور بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کمک کے لئے آتے دیکھا اور لشکر کے پہنچتے ہی اس سوار کو جس کی ہم ابھی تعریف وتوصیف کر چکے ہیں، رومیوں پر اس طرح گرتے دیکھا جس طرح باز چڑیا پر اُس کا ایک حملہ تھا جس نے اُن کے لشکر میں تہلکہ ڈال دیا۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور بڑھتے بڑھتے وسط لشکر روم میں گھستا چلا گیا، وہ کوندتی ہوئی بجلی تھی کہ آناً فاناً میں چند جوانوں کے سروں پر گرتی ہوئی چمکی، دو، چار کو بھسم کر کے پانچ سات کے بدن پر گرکے پھر اسی جگہ نمودار ہوئی۔ اُس سوار کا نیزہ جس وقت وسط لشکر میں سے نکلا، خون آلود دل میں قلق و اضطراب، چہرے سے افسوس وناامیدی ظاہر ہو رہی تھی یہ اپنی جان کو چونکہ معرض ہلاکت

Marfat.com

میں ڈال چکا تھا اس لئے دوبارہ پلٹا اور بڑھ کے اس بے جگری کے ساتھ نڈر ہو کر حملہ کیا کہ لوگوں کو کاٹتے لشکر کو چیرتے ہوئے بہادروں کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی اور رومیوں میں بڑھ کر اپنے لشکریوں کی نظروں سے غائب ہو گیا مگر اس کا قلق واضطراب ہی ترقی پر تھا۔

اس نے مجاہدین کو حیران وششدر کر دیا

رافع بن عمیرۃ الطائی اور اُن کے عسکریوں کا خیال تھا کہ یہ خالد ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا ایسے کارہائے نمایاں کون کر سکتا ہے؟ یہ اسی خیال میں تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ آتے ہوئے دکھائی دیئے حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی نے زور سے چلا کر کہا اے دلیر! یہ سوار جو اپنی جان کو خدا کے راستہ میں بے خوف وخطر پیش کر رہا ہے اور خدا کے دشمنوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے کون ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں اس سے خود ناواقف اور اس کی شجاعت، دلیری اور جرأت سے خود متحیر اور متعجب ہوں۔ حضرت ضرارؓ نے کہا۔ اے امیر! یہ عجیب شخص ہے کہ رومیوں کے لشکر میں گھس جاتا ہے اور دائیں بائیں نیزے مار مار کر لوگوں کو گرا دیتا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مسلمانو! حمایت دین کے لئے متحد ہو جاؤ اور ایک متفقہ حملہ کر دو۔

یہ سنتے ہی بہادران اسلام نے باگوں کو درست کیا، نیزوں کو سنبھالا اور صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صف کے آگے کھڑے ہوئے ارادہ تھا کہ دشمن پر حملہ کریں کہ اچانک وہی سوار جو خون میں لت پت اور جس کا گھوڑا پسینے میں غرق تھا رومیوں کے قلب لشکر سے شعلہ جوالہ کی طرح نکلا۔ رومیوں کا اگر کوئی سپاہی اُس کے قریب آجاتا تو پشت دے کر بھاگ جاتا تھا اور یہ تن تنہا رومیوں کے کئی کئی آدمیوں کے ساتھ لڑتا تھا۔ یہ دیکھتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جمعیت کے ساتھ حملہ کر دیا اور جو رومی اس سوار پر حملہ کر رہے تھے اُن کی تیزی سے اس کو بچالیا اور اس طرح یہ سوار مسلمانوں کے لشکر میں آملا۔

نقاب پوش سے حضرت خالدؓ کا خطاب

مسلمانوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ گویا وہ گلاب کے پھول کی ایک

Marfat.com

ارغوانی پٹکھڑی تھی جو خون میں رنگی ہوئی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے آواز دی اور کہا اے شخص! تو نے اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ اور اپنے غصہ کو اُس کے دشمنوں پر صرف کیا ہے تمہیں باری تعالیٰ جل مجدہٗ جزائے خیر عنایت کریں۔ بہتر ہو کہ تو اپنے دہان بند (ڈھاٹے) کو کھول دے تاکہ معلوم ہو سکے کہ تو کون ہے۔

کہتے ہیں کہ اُس سوار نے اُن کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کی اور قبل اس کے کہ آپ سے مخاطب ہو لوگوں میں جا گھسا اہل عرب نے چاروں طرف سے چیخنا اور کہنا شروع کیا کہ خدا کے بندے! امیر افواج اسلامیہ تجھے آواز دیتا اور مخاطب کرتا ہے مگر تو اُس سے اعراض کرتا اور بھاگتا ہے، تجھے چاہئے کہ اُس کے پاس جا کر اپنے نام حسب اور نسب کا پتہ دے تاکہ تیرے عہدے میں ترقی اور مرتبہ میں سربلندی حاصل ہو، مگر سوار نے اُن کی بات کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔

وہ نقاب پوش ایک خاتون مجاہدہ تھی

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سوار کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا تو آپ خود بہ نفس نفیس اُس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا سخت افسوس کی بات ہے کہ امیر نیز تمام مسلمانوں کے دل تیرے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہیں اور تو اس قدر بے پرواہ! تو کون ہے؟ آخر آپ کے بے حد اصرار پر دہان بند کے اندر سے نسوانی زبان میں اُس سوار نے اس طرح کہنا شروع کیا اے امیر! میں آپ سے کسی نافرمانی کے باعث اعراض نہیں کر رہی ہوں بلکہ مجھے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے شرم مانع ہے کیونکہ میں دراصل ایک پردے کی بیٹھنے والیوں اور حجاب میں زندگی گزارنے والیوں میں سے ہوں، مجھ سے اصل میں یہ کام میرے دردِ دل نے کرایا ہے اور میرا رنج ہی مجھے یہاں تک کھینچ لایا ہے۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اُس نے کہا ضرار جو قیدی ہیں ان کی بہن خولہ بنت ازور ہوں، قبیلہ مذحج کی چند عرب عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دفعتاً مجھے ضرار کی گرفتاری کی خبر ملی۔ میں فوراً سوار ہو کر یہاں پہنچی اور جو کچھ کام کیا وہ خود آپ کے سامنے ہے۔

Marfat.com

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل یہ سُن کر بھر آیا آپ رونے لگے اور فرمایا ہمیں سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہیے مجھے خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ کی ذات والاصفات سے اُمید ہے کہ ہم تمہارے بھائی تک پہنچ کر اُن کو چھوڑانے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ حضرت خولہ نے کہا میں اس حملہ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ سب کے پیش پیش رہوں گی۔

خولہ بنت ازورؓ کے تابڑ توڑ حملے

عامر بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں جانب تھا کہ خولہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے سے حملہ کیا اور اُن کے ساتھ ہی تمام مسلمان حملہ آور ہو گئے خولہ بنت ازور کے حملہ نے رومیوں کا قافیہ تنگ کر دیا اور اُن پر ان کا حملہ اتنا گراں گزرا کہ آپس میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ اگر تمام اہل عرب اسی سوار کی طرح بہادر اور جری ہیں تو ہم اُن کے مقابلے کی تاب کبھی نہیں لا سکتے۔ جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا ہے تو رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے قدموں میں لغزش آ گئی قریب تھا کہ پاؤں اکھڑ جائیں مگر وردان نے یہ حالت دیکھ کر پکارنا شروع کیا اے قوم سنبھلو۔ ثابت قدم رہو اگر تم نے ثابت قدمی دکھلائی تو یاد رکھو مسلمان اب بھاگے اور تمام اہل دمشق تمہاری مدد کو اب آئے، یہ سنتے ہی رومی پھر ڈٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اب کسی طرح نہ جم سکے اور لشکر تتر بتر ہو کر متفرق ہو گیا۔

حضرت خولہؓ اپنے گرفتار بھائی کی تلاش میں

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ وردان تک پہنچ جاؤں مگر چونکہ بڑے بڑے جانباز اور ماہرین حرب اس کے چاروں طرف حلقہ کیے ہوئے تھے اس لیے آپ اس تک نہ پہنچ سکے۔ مسلمان بھی متفرق ہو گئے اور جو مسلمان جس رومی کے پاس تھا وہ وہیں لڑنے لگا۔ حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی اس جنگ میں نہایت بہادری سے لڑے،

Marfat.com

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ حال تھا کہ رومیوں کے دستے کے دستے چیرتی قلب میں گھس کر دائیں بائیں مارتی چلی جاتی تھیں، اُن کی آنکھیں بھائی کو چاروں طرف تلاش کرتی جاتی تھیں، زور زور سے چلا چلا کر پکارتی اور یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں:

(ترجمہ اشعار) ضرار کہاں ہیں میں آج اُنہیں نہیں دیکھتی اور نہ انہیں میرے اقرباء اور میری قوم دیکھتی ہے۔ اے میرے اکلوتے اور ماں جائے بھائی، میرے عیش کو تم نے مکدر کر دیا اور میری نیند کو کھو دیا۔"

کہتے ہیں کہ ان کے یہ اشعار سُن کر تمام مسلمان رونے لگے۔ لڑائی برابر ہوتی رہی اور باوجود تلاش کے حضرت ضرار کا کہیں سراغ نہ ملا۔ اب آفتاب ڈھل چکا تھا، دونوں لشکر متفرق ہوئے مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور ان گنت رومی کھیت رہے ہر ایک فوج اپنی قیام گاہ پر پہنچی مسلمانوں کی فتح سے رومیوں کے دل ٹوٹ چکے تھے اور ارادہ تھا کہ بھاگ جائیں مگر وردان کے خوف نے انہیں یہاں روک رکھا تھا۔

بہن کی بھائی سے محبت کا انوکھا منظر

جس وقت مسلمان اپنی فرودگاہ پر پہنچے ہیں تو حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہر ایک سپاہی سے اپنے بھائی کے متعلق دریافت کرنا شروع کیا مگر کسی فرد بشر نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے ضرار کو قیدی یا مقتول دیکھا ہے۔ جب انہیں بھائی کی طرف سے بالکل نا اُمیدی ہو گئی تو یہ رونے لگیں اور نہایت یاس کی حالت میں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر بیان کرنے لگیں۔ "ماں جائے بھائی! کاش مجھے یہ خبر ہوتی کہ آیا جنگل میں تمہیں ڈال دیا یا کہیں ذبح کر ڈالا، تمہاری بہن تم پر قربان افسوس مجھے یہی خبر ہو جاتی کہ میں تم سے کبھی پھر بھی ملوں گی یا نہیں بھائی! واللہ! تم نے اپنی بہن کے دل میں ایک ایسی سُلگتی ہوئی چنگاری چھوڑی ہے جس کے شرارے کبھی ٹھنڈے نہیں ہو سکتے۔ تم اپنے والد جو کافروں کے قاتل تھے اُن سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا ملے۔ میری طرف سے تمہیں قیامت تک سلام پہنچتا رہے۔

Marfat.com

اس خاتون نے حضرت خالدؓ کو بھی رُلا دیا

یہ نوحہ وزاری سُن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام مسلمان رونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارادہ ہوا کہ اسی وقت دوبارہ حملہ کر دیا جائے لیکن اتفاق سے آپ نے چند سوار رومی لشکر کے میمنہ سے نکلتے ہوئے دیکھے کہ گھوڑوں کی باگیں چھوڑے ہوئے اس طرح سرپٹ چلے آرہے ہیں کہ گویا وہ تعاقب کرنا چاہتے ہیں یہ دیکھ کر آپ فوراً لڑائی کے لئے مستعد ہوگئے، بہادرانِ اسلام تیار ہو کر آپ کے گرد جمع ہوئے جس وقت یہ سوار مجاہدین کے قریب پہنچے ہتھیار ڈال دیئے اور پیادہ پا ہو کر لفون لفون (امان امان) پکارنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں سے فرمایا۔ ان کے امان مانگنے کو قبول کرو اور انہیں میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جس وقت وہ حاضر کئے گئے تو آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟

انہوں نے کہا ہم وردان کی فوج کے سپاہی اور حمص کے رہنے والے ہیں، ہمیں کامل یقین ہوگیا ہے کہ ہم آپ سے جنگ میں کسی طرح تاب مقابلہ نہیں لاسکتے اور ہم اپنے اندر اتنی طاقت وقوت نہیں رکھتے کہ آپ سے برسرِ پیکار ہوسکیں، اس لئے بہتر ہو کہ آپ ہمیں ہماری اہل واولاد کو امان بخشیں اور جن جن ممالک سے آپ کی مصالحت اور معاہدہ ہو چکا ہے ہمیں بھی انہی میں شمار کریں۔ صُلح کے معاوضہ میں جتنا مال آپ طلب کریں گے ہم دینے کو تیار ہیں اور جس قرارداد اور اصول پر ہماری اور آپ کی صلح ہوگی ہمارے ملک کے دوسرے باشندے بھی سرمو اُن سے تجاوز نہیں کرسکتے۔"

حضرت ضرارؓ کا سراغ مل گیا

آپ نے فرمایا جس وقت ہم تمہارے شہر میں پہنچ جائیں گے صُلح وہاں ہوگی یہاں نہیں ہوسکتی البتہ تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو، جب تک خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ جو اُن کو منظور ہو نہ کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے انہیں حراست میں لے لینے کا حکم نافذ فرمایا اور اُن سے دریافت کیا کہ ہمارے جس بہادر نے تمہارے سردار

Marfat.com

کے لڑکے کو قتل کیا تھا اس کے متعلق تمہیں کچھ علم ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا شاید آپ انہیں دریافت کرنا چاہتے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنہوں نے ہمارے اکثر آدمیوں کو قتل اور ہمارے سردار کو اس کے بیٹے کے قتل کا داغ مفارقت دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں انہی کو پوچھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت وہ گرفتار ہو کے وردان کے اس پہنچے ہیں تو اُس نے انہیں سو سواروں کی معیت میں خچر پر سوار کر کے حمص کی طرف روانہ کر دیا تھا تا کہ وہاں سے انہیں اپنی شجاعت دکھلانے کی غرض سے ہرقل کے پاس بھیج دیا جائے۔

یہ سُن کر آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی کو بُلا کر آپ نے فرمایا۔ رافع! تم یہاں کے راستوں اور گھاٹیوں سے خوب واقف ہو۔ تمہاری ہی تدبیر اور تجویز سے ہم نے ارض سماوہ وغیرہ جیسے چٹیل میدان آسانی کے ساتھ طے کیے تھے۔ جس وقت تم نے اونٹوں کو پیاسے رکھ کر پانی پلا کے اُن کا منہ باندھ دیا تھا اور ہم روانہ دس اونٹ ذبح کر کے اُن کا گوشت خود کھاتے اور اُن کے پیٹ کے اندر سے جو پانی نکلتا تھا وہ ہم گھوڑوں کو پلا دیتے تھے حتیٰ کہ ہم اور ہماری فوج ارکہ کے مقام تک پہنچ گئی تھی۔ تم لوگوں میں چونکہ زیادہ تجربہ کار اور اہل تدابیر میں فرد واحد ہو اور ضرار سو سواروں کی حراست میں حمص کی طرف روانہ کر دیئے گئے ہیں اس لئے لشکر میں سے جن لوگوں کو تم پسند کرتے ہو اپنے ساتھ لے لو اور اُس دستے کے تعاقب میں روانہ ہو جاؤ۔ مجھے اُمید ہے کہ تم انہیں قریب ہی کہیں پکڑ کے ضرار کو چھوڑا لو گے۔ اگر تم سے یہ کارنمایاں ہو گیا تو واللہ! نہایت درجے خوشی کا مقام اور ایک بہت بڑے مہم کی کشود کاری سرانجام پا جاوے گی۔

حضرت رافعؓ کی ضرارؓ کو چھڑانے کیلئے روانگی

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ خدمت بسر و چشم قبول ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے چیدہ چیدہ سو سوار منتخب کیے اور قریب تھا کہ آپ چل پڑیں۔ مگر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جس وقت اس مسرت خیز خبر کی اطلاع ہوئی کہ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے بھائی کی طلب اور رہائی کے لئے جا رہے ہیں تو سنتے ہی ان کے دل میں خوشی کی

Marfat.com

ایک لہر سی دوڑ گئی۔ ہتھیار لگائے اور سوار ہو کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ایہا الامیر! میں جناب کو طاہر مطہر حضرت محمد خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر ایک سوال کرتی ہوں کہ جو دستہ جناب روانہ کر رہے ہیں مجھے بھی اُس کے ہمراہ جانے کی اجازت بخشیں تا کہ میں بھی اُن کی کوئی مدد کر سکوں۔ یہ سُن کر آپ نے حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تم اُن کی شجاعت و بہادری سے خوب واقف ہو انہیں بھی ساتھ لے لو۔

حضرت ضرارؓ کی رہائی کا منظر

حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی نے انہیں بطیب خاطر اپنے ساتھ لیا اور چل دیئے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور دستہ فوجی قواعد کے ماتحت قدم بڑھاتا ہوا آگے آگے چلا جا رہا تھا جس وقت یہ سلیمہ کی سڑک پر پہنچے ہیں تو حضرت رافع نے ادھر اُدھر دیکھا اور کسی فوج یا دستہ کے گزرنے کی کوئی علامت یا گھوڑوں کے پوڑوں (سموں) کا کوئی نشان نہ دیکھ کر آپ نے اپنے جوانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا دوستو! تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ دشمن ابھی یہاں تک نہیں پہنچا ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے رسالہ کو وادی حیات میں چھپا دیا۔ یہ ابھی کمین گاہ میں چھپے ہی تھے کہ دور سے گرد و غبار اُڑتا ہوا دکھلائی دیا۔ آپ نے دستہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"جوانانِ اسلام! ہوشیار ہو جاؤ" مسلمان تیار ہی تھے کہ وہ قریب پہنچ گئے، حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے درمیان میں لے رکھا تھا اور یہ مجاہد حسب ذیل اشعار پڑھتا جاتا تھا:

حضرت ضرارؓ کے اشعار

(ترجمہ اشعار) اے مخبر! میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں قیدی اور مشکیں بندھا ہوا ہوں، شام کے بے دین اور کافر میرے گرد ہیں اور تمام کے تمام زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ اے دل تو غم و حزن اور حسرت کے مارے مردہ،

Marfat.com

اور اے میرے جوانمردی کے آنسو میرے رخسار پر بہہ جا، کیا تو جانتا ہے کہ میں پھر ایک دفعہ اپنے اہل اور خولہ کو دیکھوں گا اور میں اُس عہد کو یاد دلاؤں گا جو ہمارے اندر تھا۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ اشعار سنتے ہی کمین گاہ سے جواب دیا اور کہا کہ خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ نے تمہاری دُعاؤں کو قبول کر لیا۔ تمہاری گریہ وزاری کو سُن لیا۔ میں ہوں تمہاری بہن خولہ یہ کہہ کر انہوں نے زور سے تکبیر کہی اور حملہ کر دیا حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز دوسرے مسلمان بھی تکبیر پڑھ کر حملہ آور ہو گئے۔

حمید بن سالم کہتے ہیں کہ میں بھی اُس وقت جماعت میں تھا جس وقت ہم نے تکبیر کے نعرے لگائے ہیں تو الہام الٰہی کی بدولت ہمارے گھوڑے بھی خوشی میں آ کر زور زور سے ہنہنانے لگے، ہمارے ایک ایک سوار نے رومیوں کے ایک ایک سوار کو آگے رکھ لیا اور ابھی ایک گھنٹہ بھی گذرنے نہیں پایا تھا کہ ہمارا ہر سپاہی اپنے حریف کو موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ نے حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہائی دلوائی اور ہم نے رومیوں کے گھوڑوں اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔

رافع بن قادم اللتوخی کہتے ہیں کہ ہم ابھی اُن سواروں سے لڑنے میں مشغول تھے کہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی کو چھڑایا، مشکیں کھولیں اور سلام کیا، حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن کو شاباش دی۔ مرحبا کہا اور ایک خالی گھوڑے پر جو دوڑتا ہوا پھر رہا تھا سوار ہو گئے، ہاتھ میں ایک پڑا ہوا نیزہ لیا اور حسب ذیل شکریہ کے اشعار پڑھنے لگے:۔

(ترجمہ اشعار) یا رب! میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، آپ نے میری دُعا قبول فرمائی۔ میرا رنج دُور کر دیا اور میری بے چینی کو ہٹا دیا۔ آپ نے میری تمناؤں کو از رو کرنے سے پہلے پوری کر دیں اور مجھے میری بہن سے باری تعالیٰ آپ نے ملا دیا۔ میں آج اپنے دل کو اپنے دشمنوں سے تسکین دوں گا۔

واقدی کہتے ہیں کہ حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی کا یہ دستہ حضرت ضرار رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کو چھڑانے کے بعد مال غنیمت اور گھوڑے وغیرہ جمع کرنے میں مصروف ہی تھا کہ اچانک رومی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزیمت کھا کر بھاگے اور گھبراہٹ میں کچھ اس طرح پادر ہوا ہوئے کہ اگلوں نے پچھلوں کی طرف مُڑ کر بھی نہ دیکھا حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومیوں کو بھاگتے ہوئے آتا دیکھ کر فوراً سمجھ گئے اور آپ نے ایک ایک کو جو آتا رہا گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی کو روانہ کر دیا تھا اور وردان اور اُس کی قوم پر آپ نے ایک ایسا سخت حملہ کیا تھا جیسا کہ کوئی شخص طلب شہادت اور حصول سعادت کے لئے ہتھیلی پر جان رکھ کر کیا کرتا ہے، مسلمانوں نے بھی جان توڑ کر کوشش کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومی فوراً دُم دبا کر بھاگے۔ وردان بھاگنے والوں کے آگے آگے تھا، مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا، مال گھوڑے اور اسلحہ قبضے میں کئے اور تعاقب کرتے ہوئے وادی حیات میں جہاں حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف رکھتے تھے پہنچ گئے۔ حضرت ضرار کو مبارک باد دی اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رافع کی تعریف اور شکریہ ادا کیا یہاں سے شاداں وفرحاں دمشق کی طرف لوٹے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنائی اور دمشق کی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت وردان کی ہزیمت اور اُس کے لڑکے کے قتل کی خبر شاہ ہرقل کو پہنچی ہے تو اُسے اپنی زوال مملکت کا یقین ہو گیا اور اُس نے وردان کو حسب ذیل خط لکھا

شاہ ہرقل کا وردان کے نام مکتوب

"مجھے خبر ملی ہے کہ ننگے بھوکے عربوں نے تجھے شکست دے دی اور تیرے بیٹے کو قتل کر ڈالا نہ مسیح نے اُس پر رحم کیا نہ تجھ پر، اگر میں یہ نہ جانتا کہ تو نہایت شہسوار، نیزہ باز اور شمشیر زن ہے تو میں تجھے فوراً قتل کر دیتا۔ خیر اب جو ہوا سو ہوا، میں نے اجنادین کی طرف نوے ہزار فوج روانہ کی ہے، تجھے اس کا سردار مقرر کرتا ہوں تو ان کے پاس چلا جا اور فوج کو

Marfat.com

ساتھ لے کر اہل دمشق کی مدد کو پہنچ جا کچھ فوج فلسطین بھیج دے تا کہ جو عرب وہاں موجود ہیں وہ اُن سے لڑے نیز جو اہل عرب فلسطین میں ہیں اُن کے اور جو دمشق میں ہیں اُن کے درمیان میں بھی اسی طرح وہ فوج حائل ہو جائے گی۔ تجھے چاہئے کہ تو اپنے دین اور اپنے ساتھیوں کی مدد کرے۔"

وردان نے جس وقت یہ خط پڑھا اُس کی ڈھارس بندھی غم غلط ہوا سامان سفر درست کر کے اجنادین پہنچا اور یہاں رومیوں کو نہایت طمطراق علم اور صلیبوں سے لیس پایا۔ وہ اس کے استقبال کو نکلے بیٹے کے قتل کی تعزیت کی وردان نے خیمہ میں پہنچ کر بادشاہ کا فرمان سُنایا جس کو رومیوں نے بخوشی منظور کر لیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وردان کو ہزیمت دے کر باب شرقی پر تشریف لائے ہیں تو وہاں حضرت عباد بن سعید جنہیں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بصریٰ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روانہ کیا تھا آئے اور انہوں نے آ کر اطلاع دی کہ نوے ہزار رومی اجنادین کی طرف روانہ کئے گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر کہا یا امین الامت! یہ عباد بن سعید الحضرمی ہیں انہیں شرحبیل بن حسنہ نے اس غرض سے روانہ کیا ہے کہ وہ مجھے اس بات سے مطلع کر دیں کہ اجنادین میں ہرقل نے نوے ہزار فوج بھیجی ہے اور اس پر وردان سپہ سالار مقرر کیا ہے لہٰذا میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے ابوسلیمان! ہمارے خاص خاص بہادر اور سپہ سالار مختلف جگہوں اور مقاموں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً شرحبیل بن حسنہ بصریٰ میں، معاذ بن جبل حوران میں، یزید بن ابی سفیان بلقاء میں، نعمان بن مغیرہ تدمیر میں، عمرو بن عاص فلسطین میں، اس لئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم انہیں سب کو لکھ دیں کہ وہ ہمارے پاس چلے آویں۔ اس کے بعد دشمن پر متفقہ حملہ کریں۔ نصر و اعانت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس مشورہ

Marfat.com

کے بعد حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسب ذیل خط لکھا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اما بعد! تمہارے مسلمان بھائیوں نے اجنادین کی طرف جانے کا قصد کر لیا ہے، کیونکہ وہاں نوے ہزار دشمن کی فوج مجتمع ہوئی ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ خدا کا نور بجھانے کے لئے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو پورا کرنے والے ہیں خواہ کافروں کو کیسا ہی بُرا معلوم ہو ہماری طرف بڑھے اس لئے جس وقت میرا یہ خط تمہیں ملے اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر اجنادین کی طرف فوراً چل پڑو، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں وہیں ملیں گے۔ تمام مسلمانوں کو سلام پہنچے۔ والسلام علیک۔''

لشکر اسلام کی اجنادین کی طرف روانگی

اس کے بعد آپ نے اسی مضمون کے چند خطوط ہر ایک سردار کے پاس جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں روانہ کیے اور کوچ کا حکم دے دیا۔ خیموں کو اونٹوں پر لادا، مال غنیمت اور بکریوں کو چلتا کیا اور حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ساق لشکر میں بکریوں، عورتوں اور مال غنیمت کے ساتھ رہوں اور آپ اصحاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ فوج کے ہراول پر رہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ میں ساق پر رہوں گا اور تم مقدمۃ الجیش (ہراول) میں رہو۔ اگر وردان لشکر لئے ہوئے کہیں تم سے مل جائے تو وہ تم سے ہیبت زدہ ہوگا۔ اس لئے تم اُسے عورتوں، مال اور اسباب تک نہیں آنے دو گے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بہت بہتر ہے میں آپ کی تجویز سے سر مو تجاوز نہیں کر سکتا۔

چلنے سے قبل مسلمانوں کو مخاطب کر کے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

لوگو! تم ایک لشکر کثیر اور جم غفیر کی طرف جا رہے ہو۔ اپنی ہمتوں کو بلند کرو اپنی اجل اور موت سے محبت پیدا کرلو، جو باری تعالیٰ جل مجدہٗ نے تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اُس پر عمل پیرا ہو جاؤ، خداوند تعالیٰ نے تم سے فتح و نصر کا وعدہ فرمایا ہے اور قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے:

کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللّٰہِ وَاللّٰہُ مع الصابرین.

"اکثر جگہ چھوٹی سی جماعت باری تعالیٰ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہیں۔"

اس تقریر کے بعد آپ لشکر کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار سوار کے ساتھ یہیں مقیم رہے۔

کہتے ہیں کہ اہل دمشق نے جب مجاہدین کو جاتے ہوئے دیکھا تو خوش ہو کر بغلیں بجانے لگے اور یہ سمجھے یہ شاید انہیں اجنادین میں ہماری جمعیت کی خبر ہوگئی ہے اس لئے یہ بھاگ رہے ہیں۔ بعض عقلمندوں کی یہ رائے ہوئی اگر یہ بعلبک کی سرحد کا رُخ کریں تو بعلبک، نیز فتح حمص کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر مرض شجوراء اور رلہط کی شاہ راہ کی طرف قدم بڑھائیں تو سمجھ لو کہ بھاگنے کا ارادہ ہے اور حجاز جا کر دم لیں گے۔ بلکہ جو بلاد انہوں نے فتح کر لئے ہیں انہیں بھی چھوڑ کر وہ بھاگ جائیں گے۔

اہلِ دمشق کا سپہ سالار

واقدی کہتے ہیں کہ دمشق میں بولص بن بلقاء نامی ایک بہت بڑا جنرل تھا۔ نصرانیوں میں اُس کی بہت زیادہ قدر و منزلت ہوتی تھی حتیٰ کہ بادشاہ ہرقل کے پاس جب کسی سلطنت کے ایلچی یا سفیر آتے تھے اور ہرقل اُن کے کسی پیام اور جواب میں عاجز ہوتا تھا تو بادشاہ اسے بُلا کر جواب دیا کرتا تھا یہ شخص تیر اندازی میں یگانہ روزگار سمجھا جاتا تھا کہتے ہیں کہ اس کے گھر میں ایک بہت بڑا تناور درخت تھا اس نے اس زور سے درخت میں کھینچ کر تیر مارا تھا کہ یہ تیر اُس درخت میں گھس کر اس کے اندر رہ گیا تھا اور اُس نے اس درخت پر لکھ دیا تھا کہ اگر کسی کو شجاعت کا دعویٰ ہو تو وہ درخت کے دوسری طرف تیر مار کر گھسا دے۔

Marfat.com

اور اس درخت اور تیر کے متعلق اس کی یہ بات زبان زدعوام ہوگئی تھی۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے شام پر چڑھائی کی تھی، بولص آج تک اُن سے لڑنے کے لیے نہیں نکلا تھا۔ جس وقت اہل دمشق نے مسلمانوں کو جاتے ہوئے دیکھا تو وہ بولص کے پاس آئے اس نے اُن سے آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ اہل عرب جارہے ہیں۔ اب اگر تو چاہے تو تیرے لئے موقع ہے کہ بادشاہ اور اہل شام کی نظروں میں اپنی وقعت اور مرتبہ ہمیشہ کے لئے قائم کرے بہتر ہو کہ ہمارے ساتھ چلے اور جو شخص ان میں سے رُکا رکا یا پیچھے رہ جائے اُسے گرفتار کرلے۔ بلکہ اگر اپنے اندر اُن سے لڑنے کی خواہش اور طاقت دیکھے تو ہم سب تیرے ساتھ ہو کر اُن سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔

بولص کو بیوی کا مشورہ

بولص نے کہا میری تمہیں مدد نہ دینے کا باعث محض عربوں کے مقابلے میں تمہاری بزدلی اور کم ہمتی ہے میں نے تمہیں اُن کے مقابلے میں اسی لئے مدد نہیں دی اور نہ اب مجھے ضرورت ہے کہ میں اُن سے لڑوں، انہوں نے کہا ہمیں مسیح اور انجیل کی قسم! اگر تو ہمارے ساتھ چلے تو ہم آخر دم تک تیرے ساتھ رہیں گے کوئی شخص نہیں بھاگ سکتا بلکہ اگر تو کسی کو بھاگتا ہوا دیکھے تو تجھے اختیار ہے کہ بلا روک ٹوک اُس کو قتل کردے۔ تجھے کوئی شخص منع نہیں کرسکتا۔

جس وقت سب عہد و پیمان ہو چکے تو یہ اُٹھ کر اندر گھر میں گیا۔ زرہ پہنی اور چاہتا تھا کہ باہر آئے مگر اس کی بیوی نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ اس نے کہا مجھے اہل دمشق نے اپنا حاکم مقرر کرلیا ہے میں اُن کے ساتھ عربوں سے لڑنے جارہا ہوں۔ اس کی بیوی نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا گھر میں بیٹھ رہ اور جس چیز کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے اس سے خواہ مخواہ نہ ٹکراؤ۔

بولص کی بیوی کا خواب

میں نے آج ہی رات خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کمان ہے اور ہوا

Marfat.com

میں چڑیوں کا شکار کر رہے ہو۔ بعض چڑیاں زخمی ہو کر گریں۔ مگر پھر اُٹھ کر اڑنے لگیں میں اُن کے دوبارہ اڑنے پر متعجب ہی تھی کہ اچانک عقاب آ کر تم اور تمہارے ساتھیوں پر اسی زور سے گرے کہ اپنے پنجوں اور خاروں سے تمہارا سب کا سر اور منہ نوچ ڈالا یہ حالت دیکھ کر تم اور تمہارے ساتھی بھاگے۔ مگر میں نے دیکھا کہ جو عقاب جس شخص کے پنجہ مار دیتا تھا وہی بے ہوش کر گر پڑتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں چونک پڑی اور تمہاری وجہ سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ بولص نے کہا کیا تو نے مجھے بھی خواب میں بے ہوش دیکھا تھا؟ اُس نے کہا ہاں! خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ایک عقاب نے زور سے ایک ٹھونگ (منقار) ماری اور تم بے ہوش ہو کر گر گئے یہ سن کر بولص نے اپنی بیوی کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ کھینچ کر مارا اور کہا کہ مجھے کوئی نیک فال نہ دی۔ افسوس کہ عربوں کا رُعب تیرے دل میں اتنا گھر کر گیا کہ خواب میں بھی انہیں ہی دیکھنے لگی۔ ان سے کچھ خوف نہ کر میں اُن کے امیر کو تیرا خادم اور اُس کے ساتھیوں کو بکری اور خنزیروں کا چرواہا بنا دوں گا۔ اُس کی بیوی نے کہا تمہیں اختیار ہے میں نصیحت کر چکی۔

بولص مسلمانوں کے تعاقب میں

بولص نے اس کی بات کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور لڑائی کے لئے تیار ہو کر گھر سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو کر اہل دمشق کے ساتھ جو چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل اور سب کے سب نہایت آزمودہ اور تجربہ کار تھے چل دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کو لے کر آگے نکل گئے تھے۔ عورتوں، بچوں اور اموال کے ساتھ چونکہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس لئے بولص اور اہل دمشق نے اُنہی کا تعاقب کیا۔ آپ مع اپنے ساتھیوں کے اونٹوں پر سوار چلے جا رہے تھے کہ اچانک آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے دُور سے غبار اُڑتا ہوا دیکھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر کی اور کہا میرا گمان جہاں تک رسائی کرتا ہے یہ ہے کہ یہ گرد و غبار ہمارے دشمنوں کا ہے۔

چند خواتین اسلام کی گرفتاری اور رہائی

آپ نے فرمایا بے شک اہل دمشق معلوم ہوتے ہیں اور ہمیں قلیل دیکھ کر حملہ کرنا

Marfat.com

چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ ٹھہر گئے۔ عورتوں کے ہودج اور بکریاں وغیرہ آ کر آپ کے پاس جمع ہو گئیں، ساتھ ہی غبار بڑھنے لگا آوازیں بلند ہونے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ یا معاشر المسلمین! ہوشیار ہو جاؤ، دشمن سر پر پہنچ گیا ہے۔ آپ نے ابھی یہی فرمایا تھا کہ حریف کی فوج گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح چھا گئی۔ بولص فوج کے آگے آگے تھا جس وقت اس نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو چھ ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوا، بولص کا بھائی بطرس پیدل فوج لے کر حرم کی طرف بڑھا اور کچھ عورتیں گرفتار کر کے دمشق کی طرف لوٹ گیا۔ جس وقت یہ نہر استریاق پر پہنچا ہے تو وہاں اس غرض سے ٹھہر گیا کہ اپنے بھائی بولص کے متعلق معلوم کرے کیا ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آفت ناگہاں دیکھ کر فرمایا واللہ! خالد کی رائے سابق لشکر پر رہنے کے متعلق بہت زیادہ انسب تھی، بولص جس کے سر پر علم اور صلیبیں متعلق تھیں آپ کی طرف بڑھا اس وقت مسلمانوں کی عورتیں بے قرار تھیں۔ لڑکے چیخ اور چلا رہے تھے ایک ہزار مسلمان جو اس وقت یہاں موجود تھے رومیوں کی طرف چلے۔ خدا کے دشمن بولص نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا۔ آپ بھی سینہ سپر ہو کر مقابل ہوئے دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ صحابہؓ اور رومیوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ غبار سروں پر بلند ہونے لگا۔ اس زور و شور سے تلوار چلی کہ ارض سحورا لالہ زار بن گئی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولص کے مقابلے میں اگرچہ سخت پریشان ہوئے مگر نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ڈٹے رہے۔

عورتوں کی گرفتاری پر مسلمانوں کا ردِ عمل

سہیل بن صباح کہتے ہیں کہ میں ایک یمنی بچکیان گھوڑے پر سوار تھا میں نے اُس کی راسیں پھیر کر چھوڑ دیں۔ گھوڑا میری رانوں میں سے کوندتی ہوئی بجلی کی طرح تڑپ کر نکلا اور میں آناً فاناً میں حضرت خالد بن ولید کے قریب تھا میں نے چلا کر آواز دی۔ آپ نے گھوڑا موڑ کر فرمایا ابو صباح کیا ہوا؟ میں نے کہا یا امیر! حضرت ابو عبیدہؓ اور عورتوں کی خبر

Marfat.com

لیجئے۔ دمشق کا ایک گروہ اُن پر چڑھ آیا کچھ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہے جس کی وہ برداشت نہیں کرسکتے۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، اور کہا واللہ! میں نے پہلے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا تھا کہ آپ ساق لشکر پر مجھے چھوڑ دیجئے مگر انہوں نے نہ مانا۔ خیر حکم خداوندی میں کسی کو چارہ نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی کو حکم دیا کہ ایک ہزار سوار لے کر فوراً پہنچیں اور عورتوں کی حفاظت کریں۔ ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر فرمایا کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ پھر خود بہ نفس نفیس تمام لشکر کو ساتھ لے کر چل پڑے۔

حضرت خولہؓ بھی گرفتار ہوگئیں

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولص کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے کہ مسلمانوں کا لشکر پہنچا خدا کے دشمنوں پر چاروں طرف سے چھا گیا بہادران اسلام نے اس زور سے حملہ کیا کہ صلیبیں جھک گئیں رومیوں کو اپنی ذلت وخواری کا یقین ہوگیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگ کے شعلہ کی طرح بولص کی طرف بڑھے جس وقت خدا کے دشمن نے آپ کی طرف دیکھا ہوش اُڑ گئے کانپنے لگا اور چونکہ اُن کی بہادری، شجاعت اور سپہ گیری کے جوہر کلوس اور عزرائیل کے لشکر کے مقابلے میں نیز بیت لہیا کے میدان میں شہر پناہ کی دیوار سے بچشم خود دیکھ چکا تھا اس لئے انہیں دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا۔ اے عربی! تمہیں اپنے دین کی قسم! اس شیطان کو مجھ سے علیحدہ رکھو، میرے پاس نہ آنے دو۔ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں شیطان اسی وقت ٹھہروں گا جس وقت تیری طلب پر تیرے پاس آنے میں کوئی قصور کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے اچانک اُس کے ایک نیزہ مارا بولص نے جس وقت اپنی طرف نیزہ آتا ہوا دیکھا دانستہ گھوڑے سے گر پڑا اور پاپیادہ اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ آپ بھی گھوڑے سے کود کر اس

Marfat.com

کے تعاقب میں دوڑے اور فرمایا تو کہاں جاتا ہے حالانکہ شیطان تیرے پیچھے پیچھے تیری طلب میں ہے۔ اس نے جواب دیا بدوی مجھے زندہ رہنے دے میری زندگی کے ساتھ ساتھ تمہاری عورتوں اور بال بچوں کی بھی زندگی وابستہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے قتل سے ہاتھ روکا اور زندہ گرفتار کرلیا۔ ادھر مسلمانوں نے دل کھول کر رومیوں پر ایک حملہ کر کے اُن کا ناطقہ بند کر دیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ کہ ماجد بن رویم العنبی فرماتے ہیں کہ میں بھی جنگ شحورا کے روز حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں موجود تھا، رومی چھ ہزار کے قریب تھے، ہم نے اُنہیں چاروں طرف سے گھیر کر اُن پر خوب تیغ زنی کی رفاعہ بن قیس کہتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں علم ہے ان چھ ہزار میں سے سو آدمیوں سے زیادہ پھر کر واپس نہیں گئے۔

خواتین کی رہائی کے لئے حضرت خالدؓ کا اقدام

کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بہن کی گرفتاری کے متعلق علم ہوا تو آپ کو نہایت شاق گزرا۔ آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بھی اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ مت ہم نے اُن کے سردار اور قوم کی قوم کو گرفتار کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی عورتوں کی رہائی کے لئے دمشق ضرور چلنا ہے۔ ان قیدیوں کے عوض میں ہم اپنی عورتوں کو چھڑا لیں گے۔

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ عورتوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلیں، میں خواتین کی رہائی کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ نے دو ہزار سوار چیدہ چیدہ منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور باقی تمام لشکر اس خوف سے کہ کہیں وردان اور اس کے لشکر سے راستہ میں مڈبھیڑ نہ ہو جائے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ روانہ کر دیا آپ قیدیوں کی رہائی کے لئے چلے حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی، میسرہ بن مسبوق العبسی، ضرار بن ازور اور چند روسائے قوم آپ کے

Marfat.com

آگے آگے چل رہے تھے۔ راستہ تیزی کے ساتھ طے ہو رہا تھا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی بے چینی

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

(ترجمہ اشعار) یارب آپ ہماری جن مصیبتوں کو دیکھ رہے ہیں دور کر دیجئے اور مجھے جلدی سے حسرت کی موت نہ دیجئے۔ تاوقت یہ کہ میں اپنی بہن کو نہ دیکھ لوں۔ میری یہی خواہش اور دلی تمنا ہے۔ میرے دوستو! میرے ساتھ دشمن کی طرف چلو، میں اپنی مراد اور مقصد کو تاکہ جلدی سے پہنچ جاؤں۔ پھر اگر میں نہ مروں تو میری ڈاڑھی منڈوا دینا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر ہنسے۔ یہ حضرات برابر راستہ طے کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے جس وقت نہر استریاق کے قریب پہنچے تو دور سے ایک ایسا غبار اُٹھتا ہوا دکھائی دیا جس کے اندر نشانات اڑتے اور تلواریں چمکتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ عجیب تعجب کی بات ہے حضرت قیس بن ہبیرۃ نے کہا میری رائے میں یہ شاید دمشق کے باقی ماندہ سوار ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نیزے تان کر تیار ہو جاؤ تاوقت یہ کہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ کے فرمانے کے بموجب لوگوں نے نیزوں کو درست کیا اور آگے چل دیئے۔

بولص کے بھائی بطرس کی بدبختی

کہتے ہیں کہ جس وقت بولص کا بھائی بطرس خواتین عرب کو گرفتار کر کے نہر استریاق پر پہنچا تو اپنے بھائی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ وہاں اُس نے اپنے سامنے ان عورتوں کو بلا کر کھڑا کیا۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ خوبصورت چونکہ اُس کو کوئی عورت نظر نہ آئی اس لئے اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میری ہے اور میں اُن کا ہوں۔ اس کے بارے میں کوئی شخص مجھ سے معارضہ نہ کرے۔ لوگوں نے اس کی اس بات کو منظور کر لیا۔ اسی طرح ہر ایک دمشقی ایک ایک عورت

Marfat.com

کی طرف ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر کہنے لگا کہ یہ عورت میرے لئے ہے اس کے بعد انہوں نے بکریوں اور اس مال کو جو لوٹ لے گئے تھے جمع کیا اور بولص کا انتظار کرنے لگے۔

گرفتار خواتین سے حضرت خولہؓ کا خطاب

ان گرفتار شدہ عورتوں میں اکثر قوم حمیر، قبیلہ عمالقہ اور تابعہ کی بڑی بوڑھیاں بھی تھیں جو گھوڑے کی سواری راتوں رات سفر کرنے اور وقت پر قبائل عرب سے مقابلہ کرنے کی خوگر اور عادی تھیں۔ کہتے ہیں کہ خواتین آپس میں جمع ہوئیں اور حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں مخاطب کر کے کہا حمیر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تبع کی یادگارو! کیا تم اس بات پر رضامند ہو اور یہ چاہتی ہو کہ رومی کافر اور بے دین تم پر غالب آجائیں۔ تم اُن کی لونڈیوں کی طرح رہو گی؟ افسوس! میں تمہیں غیرت وحمیت سے خالی اور شجاعت وجرأت سے علیحدہ دیکھ رہی ہوں۔ میرے نزدیک اس آنے والی مصیبت سے تمہارا قتل ہو جانا بہتر اور رومیوں کی خدمت کرنے سے مر رہنا افضل ہے۔

حضرت عفیرہؓ کی گفتگو

یہ سُن کر عفیرہ بنت عفار حمیریہ نے کہا اے بنت ازور! تم نے ہماری شجاعت و براعت، عقل و دانائی، بزرگی اور مرتبہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ واقعی سچی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہمیں گھوڑے کی سواری کی عادت اور دشمن کا رات کے وقت بھی قافیہ تنگ کر دینا آتا ہے۔ مگر یہ تو بتلایئے کہ جو شخص نہ گھوڑا رکھتا ہو نہ نیزہ نہ اُس کے پاس کوئی ہتھیار ہو نہ تلوار، ایسا شخص کیا کر سکتا ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں دشمن نے اچانک گرفتار کر لیا ہمارے پاس اس وقت کوئی سامان نہیں، ہم بکریوں کی طرح ادھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

یہ سُن کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا قبیلہ تابعہ کی بیٹیو! تمہاری غفلتوں کا کچھ ٹھکانا ہے؟ خیموں کی چوبیں اور ستون تو موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں اٹھا اٹھا کر بدبختوں پر حملہ آور ہوں۔ ممکن ہے کہ ارحم الراحمین ہمیں ان پر مدد دیں اور ہم غالب آجائیں۔ ورنہ کم از کم شہید ہی ہو جائیں تاکہ یہ کلنک کا ٹیکہ تو ہماری پیشانیوں پر نہ لگنے

Marfat.com

پائے۔عفیرہ بنت عفار نے کہا واللہ! میرے نزدیک بھی یہ آپ کی رائے بہت زیادہ انسب اور احب ہے۔

اس کے بعد ہر ایک عورت نے خیمہ کی ایک ایک چوب اٹھائی۔حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کمر باندھ کر ایک چوب کاندھے پر رکھ کر آگے ہوئیں۔ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار،ام ابان بنت عتبہ،سلمہ بنت نعمان بن المقر اور دیگر عورتیں چلیں۔

خواتین اسلام کی بہادری

هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ مارا،جنگ کی منتظر ہوئیں اور اپنی اس نسوانی فوج کو مخاطب کر کے حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح تنظیم اور قواعد کا سبق دینے لگیں۔ زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسری سے ملی رہنا،متفرق ہرگز نہ ہونا،اگر خدانخواستہ تم منشعب اور متفرق ہو گئیں تو یاد رکھنا تمہارے سینوں کو نیزے توڑ دیں گے تمہاری گردنوں کو تلوار کاٹ دے گی۔تمہاری کھوپڑیاں اُڑ جائیں گی اور تم سب کا یہیں ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے قدم بڑھایا اور ایک رومی کے سر پر اس زور سے چوب ماری کہ وہ زمین پر آ رہا اور مر گیا رومیوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ایک نے دوسرے سے پوچھنا شروع کیا کہ کیا ہوا؟ اچانک چوبیں اٹھائے عورتوں کو اپنی طرف آتے دیکھا،بطرس نے چیخ کر عورتوں سے کہا،بدبختو یہ کیا کرتی ہو؟ حضرت عفیرہ بنت عفار الحمیر یہ نے جواب دیا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان چوبوں کے ذریعے تمہارے دماغوں کو درست اور تمہاری عمروں کو منقطع کر کے اپنے اسلاف کے چہروں سے ننگ و عار کا دھبہ مٹا دیں۔

بطرس یہ سُن کر ہنسا اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔تم پر تف ہے تمہیں چاہئے کہ تم انہیں متفرق کر کے زندہ ہی پکڑ لو۔تم میں سے جو شخص خولہ کو پکڑے اُسے چاہیے کہ کسی امر مکروہ کا خیال تک نہ لائے۔

گرفتار خواتین نے تیس سوار مار ڈالے

کہتے ہیں کہ رومیوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر حلقہ باندھ لیا۔چاہتے

Marfat.com

تھے کہ ان تک پہنچیں مگر چونکہ جو شخص اُن کے قریب پہنچتا تھا یہ پہلے چوب سے اُس کے گھوڑے کے ہاتھ پیر توڑ دیتی تھیں اور جس وقت سوار اُلٹے منہ گرتا تھا مارے ضربوں کے اُس کا سر توڑ دیتی تھیں اس لئے اُن تک کوئی نہ پہنچ سکا۔

حضرت واقدی فرماتے ہیں کہ عورتوں نے اس طرح تمیں سوار موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ بطرس یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ گھوڑے سے نیچے اُترا اور اُس کے ساتھ اُس کے ہمراہی بھی پیدل ہو گئے پیش قبض اور تلواریں لے کر اُن کی طرف بڑھے۔ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی طرف لپکیں اور آپس میں کہنے لگیں۔ ذلت کی زندگی سے عزت کے ساتھ مر جانا بہت زیادہ افضل ہے۔

خولہؓ ایک شیرنی تھیں

بطرس نے عورتوں کے مقابلے میں اگرچہ بہت ہاتھ پیر مارے مگر اُن کی بہادری اور شجاعت کے سامنے کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اُس نے دیکھا جو ایک شیرنی کی طرح دوڑ رہی تھیں اور جن کی زبان پر بہادری کے یہ اشعار جاری تھے:۔

(ترجمہ اشعار) "ہم قبیلہ تبع اور حمیر کی لڑکیاں ہیں۔ ہمارا تمہیں قتل کرنا مشکل کام نہیں ہے کیونکہ ہم لڑائی میں دہکتی ہوئی آگ ہیں۔ آج تم سخت عذاب میں مبتلا ہو گئے۔"

بطرس نے جس وقت آپ کی زبان سے یہ اشعار سُنے آپ کا حسن و جمال دیکھا اور قدِ رعنا ملاحظہ کیا تو آپ کے قریب آکر کہنے لگا۔ عربیہ! تم اپنے ان کاموں سے باز رہو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تمہارے متعلق اپنے دل میں ایک ایسا راز رکھتا ہوں جس کو سُن کر تم ضرور خوش ہو گی۔ کیا تمہیں یہ مرغوب نہیں ہے کہ میں تمہارا مالک ہو جاؤں۔ حالانکہ میں وہ شخص ہوں جس کی تمنا میں تمام نصرانی عورتیں رہتی ہیں۔ نیز میں زراعتی زمین، باغات اور مال و اسباب اور اکثر مویشیوں کا مالک اور بادشاہ ہرقل کے نزدیک ذی مرتبت اور صاحبِ عزت شخص ہوں۔ اور یہ سب کچھ تمہارے لئے ہے تمہیں چاہیے کہ خود معترض

Marfat.com

ہلاکت میں نہ پڑو اور اپنی جان کو خود اپنے ہاتھوں سے نہ گنواؤ۔

آپؓ نے فرمایا، کافر بدبخت فاجر کے بچے خدا کی قسم! اگر میرا بس چلے تو میں ابھی اس چوب سے تیرا سر توڑ کے بھیجا نکال ڈالوں۔ واللہ! میں اونٹ اور بکریاں بھی تجھ سے نہ چراؤں چہ جائیکہ تو میری برابری اور ہمسری کا دعویٰ کرے۔"

بطرس کا خواتین کے قتل کا حکم

بطرس یہ سُن کر غصہ سے بھر گیا اور ساتھیوں سے کہنے لگا تمام ملک شام اور گروہ عرب میں اس سے زیادہ اور کیا شرم کی بات ہوگی کہ عورتیں تم پر غالب آجائیں یسوع مسیح اور بادشاہ ہرقل کے خوف سے ڈرو اور انہیں قتل کردو۔

واقدی کہتے ہیں کہ کفار یہ سُن کر جوش میں آئے اور یک لخت حملہ کردیا۔ خواتین اس حملہ کو صبر و سکون سے برداشت کر رہی تھیں کہ انہوں نے اسی حالت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کا جو لشکر قریب آگیا تھا اس کا گرد و غبار اڑتا ہوا اور تلواریں چمکتی ہوئی دیکھیں ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ فاصلے پر ٹھہر کر اپنے جان بازوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تم میں کون شخص ہے جو مجھے اس معاملہ کی خبر لا کر دے۔ حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی نے آگے بڑھ کر خود کو پیش کیا اور گھوڑے کی راس چھوڑ دی۔ عورتوں کے قریب پہنچ کر لوٹے اور جناب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواتین اسلام کی مدافعانہ جنگ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا نہایت تعجب کی بات ہے وہ عورتیں خاندان عمالقہ اور قبیلہ تبابعہ کی ہیں۔ بعض اُن میں سے تبع بن اقرن کی اور بعض تبع بن ابی کرب کی بعض ذی رعین، بعض عبد الکلال المعظم اور بعض تبع بن حسان بن تبع کی ہیں۔

تبع بن حسان بن تبع یہ وہی ہیں جنہوں نے قبل از ظہور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تھا۔ قبل بعثت آپ کی نبوت کی شہادت دی تھی۔ نیز آپ کی شان میں حسب ذیل اشعار مرتب کیے تھے:

(ترجمہ اشعار) میں حضرت احمد ﷺ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ باری تعالیٰ جل

Marfat.com

مجدہٗ کے رسول ہیں، آپ کی ایک اُمت ہو گی جس کا نام زبور میں امت احمد ﷺ خیر الامم ہے۔ اگر میری عمر نے آپ ﷺ کے زمانے تک وفا کی تو میں ان کا خادم اور اُن کے ابن عم کا وزیر ہوں گا۔''

رافع! ان عورتوں کی حرب وضرب اکثر جگہ مشہور ہے جیسا تم ذکر کرتے ہو اگر واقعی اُنہوں نے ایسی ہی بہادری اور شجاعت دکھلائی ہے تو یاد رکھو اُنہوں نے مردوں اور عربوں کی لڑکیوں پر قیامت تک اپنا سکہ بٹھا کر اپنے سر سہرا باندھ لیا اور عورتوں کی پیشانیوں سے ننگ وعار کا دھبہ دھو دیا۔

خواتین کی رہائی کے لئے اسلامی لشکر کی روانگی

کہتے ہیں کہ عورتوں کی بہادری سُن کر خوشی کے مارے مسلمانوں کے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی۔ حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی سے یہ سُن کر حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک والہانہ جوش کے ساتھ ایک جست لگائی۔ آپ پر جو پُرانی کملی تھی اُتار پھینکی نیزہ ہاتھ میں لیا اور یہ ارادہ کر کے کہ میں سب سے پہلے مدد کے لئے پہنچوں، گھوڑے کی راس پھیر دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ضرار! ذرا ٹھہر و جلدی نہ کرو جو شخص کسی کام وصبر واستقلال کے ساتھ کرتا ہے وہ ہمیشہ خوشی کے ساتھ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ جلد بازی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں اُنہیں دامن مراد بھرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوتی۔ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا ایھا الامیر! مجھے اپنی بہن کی نصرت اور مدد دہی میں صبر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ العزیز فرح اور فتح قریب ہے۔

اس کے بعد آپ نے لشکر کے قریب گھوڑوں کو برابر برابر سر سے سر ملا کر کھڑا کیا۔ نشانوں کو اونچا کرایا اور خود قلب لشکر میں پہنچ کر حسب ذیل تقریر کی:

''معاشر المسلمین! جس وقت تم حریف قوم کے قریب پہنچ جاؤ تو متفرق ہو کر فوراً چاروں طرف سے گھیر لینا۔ خداوند تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ اس طرح ہماری عورتوں کو مخلصی اور ہمارے بچوں پر رحم فرما دیں گے۔'' مسلمانوں نے اس کا جواب نہایت

Marfat.com

خندہ پیشانی سے اثبات میں دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد لشکر کے آگے آگے چلے۔ رُومی عورتوں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہی تھے کہ لشکر نشانات اور علم لئے ہوئے پہنچ گیا۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلا کر کہا تابعیہ کی لڑکیو! خداوند تعالیٰ جل مجدہ' کی طرف سے تم پر رحمت نازل ہوئی اور انہوں نے محض اپنی مہربانی سے تمہارے دلوں کو خوش کر دیا۔

بطرس بوکھلا گیا

کہتے ہیں کہ بطرس نے جس وقت توحید پرستوں کی فوج کو اس آن بان سے دیکھا کہ اُن کے نیزے نیستان کے تیروں کی طرح ایک دوسرے سے چسپاں اور اُن کی تلواریں برق کی طرح چمکتی ہوئی چلی آ رہی ہیں تو اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ ہاتھ پیروں میں رعشہ آ گیا۔ شانے کا گوشت پھڑکنے لگا تمام آدمی بوکھلا سے گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے بطرس بیچ میں سے نکلا اور عورتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ چونکہ ہمارے بھی بہو بیٹیاں ماں بہن اور خالائیں ہیں۔ اس لئے میرے دل میں تمہاری محبت و شفقت آ گئی۔ میں تمہیں اس صلیب کے صدقے میں چھوڑتا ہوں جس وقت تمہارے مرد آ جائیں انہیں میرے اس امر کی اطلاع دے دینا یہ کہہ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر کے گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ مگر قبل اس کے کہ گھوڑا اپو یہ شروع کرے اُس نے قلب لشکر سے دو سواروں کو جن میں سے ایک زرہ پہنے دوسرا ننگے بدن عربی گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے نکلے اور گھوڑے سرپٹ دوڑائے شیر کی طرح اپنی طرف آتے ہوئے دیکھے اُن میں سے ایک حضرت خالد بن ولید سپہ سالار افواج اسلامیہ اور دوسرے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت خولہؓ نے اپنے بھائی کو دیکھا

جس وقت حضرت خولہ نے اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو آواز دی اور کہا بھائی جان کہاں چلے؟ آپ کی مدد اور معاونت سے تو ہمیں باری تعالیٰ جل مجدہ نے پہلے ہی مستغنی کر دیا۔

Marfat.com

بطرس حضرت خولہ کی طرف چلا کر کہنے لگا تم اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤ۔ اگر چہ مجھے تمہاری جدائی شاق ہوگی۔ مگر میں تمہیں اُن کے حوالے کرتا ہوں یہ کہہ کر چاہا کہ بھاگ پڑے مگر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے فرمایا۔

''تم ہماری طرف ملاپ اور مہربانی کا ہاتھ بڑھاؤ مگر ہماری طرف سے بے رخی اور کج ادائی ہو یہ ہم عربوں کا شیوہ نہیں ہے تو اپنی خواہش کا بندہ اور اپنی مرضی کا جویندہ رہ یہ کہہ کر آپ اُس کے سامنے ہوگئیں بطرس نے کہا میرے دل سے تمہاری محبت نکل چکی ہے اس لئے اب مجھے اپنی صورت نہ دکھلاؤ۔ آپ نے فرمایا مگر مجھے ہر حالت میں تیرا ساتھ دینا چاہئے یہ کہہ کر آپؓ اس کی طرف لپکیں۔

بطرس جہنم واصل ہو گیا

ادھر حضرت ضرار اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی طرف جھپٹے۔ فوج نے بھی اُسی کی طرف رخ کیا جس وقت اُس نے حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور آپ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ چلا کے کہنے لگا۔ اے عربی! لو اپنی بہن کو لے لو تمہیں مبارک ہو! یہ میری طرف سے تمہیں ایک ہدیہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا۔ مگر میرے پاس اس وقت اس ہدیہ کا بدلا دینے کو سوائے میرے اس نیزے کی سنان (پیکان) کے اور کچھ نہیں ہے لے اسے لے لے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھتے ہوئے کہ:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا
یعنی جب تمہیں کوئی دُعا دے تو تم بھی اُسے اس سے اچھی یا (کم از کم)
وہی دُعا لوٹا دیا کرو

اُس پر حملہ کر دیا اور آپ کا نیزہ اُس کے دل میں لگا۔ ادھر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کے پیروں پر ایک ضرب رسید کی، گھوڑا چکرا کر سر کے بل آیا اور یہ دشمنِ خدا قریب تھا کہ زمین پر آرہے کہ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً قبل اس کے کہ یہ گرے اس زور سے پہلو پر نیزہ مارا کہ پھل ادھر سے اُدھر نکل گیا اور یہ مُردہ

Marfat.com

زمین پر گر گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلائے اور فرمایا شاباش یہی وہ نیزہ ہے جس کا مارنے والا ناکامی کا منہ کبھی نہیں دیکھتا۔ ادھر مسلمانوں نے رومیوں پر حملہ کیا اور گھیر گھیر کر تین ہزار رومیوں کو قتل کر ڈالا۔

حضرت خولہؓ نے رومیوں کو قتل کر دیا

حامد بن عون الربعی کہتے ہیں کہ میں نے شمار کیا تھا حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جنگ میں تیس رومی قتل کیے تھے اور آپ کی بہن حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چوب سے ہی بہت سے رومیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ میں نے حضرت عفیرہ بنت عفار الحمیرہ کو دیکھا کہ آپ اس شدت کے ساتھ لڑیں کہ اس سے پہلے کبھی میں نے آپ کو اس جانبازی کے ساتھ لڑتے نہیں دیکھا تھا۔

رومی جو بقیہ سیف تھے وہ بھاگے مسلمانوں نے دمشق تک اُن کا تعاقب کیا شہر میں سے اُن کا کوئی لواحق اُن کی مدد کو نہ نکلا بلکہ اُن پر اور زیادہ رعب چھا گیا اور پہلے سے زیادہ خائف ہو گئے مسلمان لوٹے، مال غنیمت، گھوڑے اور اسلحہ جمع کیے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لوگو! حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جلدی پہنچنے کی کوشش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وردان آپ تک پہنچ جائے حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطرس کا سر نیزے پر لٹکایا اور مسلمانوں نے کوچ کر دیا۔ مرج راہط کے پڑاؤ پر جہاں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توقف فرمایا تھا پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج نے تکبیروں کی آواز بلند کی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے بھی زور سے تکبیر کے نعروں کے ساتھ جواب دیا۔ قریب آئے تو ایک نے دوسرے پر سلام بھیجا۔ عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اُن کے کارنامے سُن کر۔ بے حد مسرت کی مدد اور نصرت الٰہی کو اپنے ساتھ سمجھا اور شام کے فتح ہونے کا دل میں یقین کر لیا۔

بولص بھی جہنم واصل ہو گیا

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بولص کو بلا کر اس کے سامنے

Marfat.com

اسلام پیش کیا اور فرمایا اسلام لے آور نہ تیرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو تیرے بھائی کے ساتھ ہوا ہے اُس نے کہا اس کے ساتھ کیا ہوا آپ نے فرمایا وہ قتل کر دیا گیا یہ اُس کا سر موجود ہے یہ کہہ کر آپ نے اُس کا سر منگا کر اُس کے سامنے ڈال دیا۔ بھائی کا سر دیکھ کر بولص رونے لگا اور کہا بھائی کے مرنے کے بعد زندگی کا کچھ لطف نہیں رہا، مجھے بھی اسی کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ حضرت میتب بن نجبۃ الفرازی کھڑے ہوئے اور حکم پاتے ہی اس کی گردن اُڑا دی۔ اور مسلمان یہاں سے چل کھڑے ہوئے۔

اسلامی لشکروں کی اجنادین کی طرف روانگی

واقدی کہتے ہیں کہ غازی اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خطوط امراء اسلام یعنی حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت یزید بن ابو سفیان اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام ارسال فرمائے تھے۔ جس وقت ان حضرات کے پاس پہنچے ہیں تو اُنہوں نے فوراً اپنے بھائی مسلمانوں کی اعانت اور مدد کے لئے اپنی اپنی فوجوں اور جمعیت کو اجنادین کی طرف کوچ کا حکم دے دیا اور ہر سردار اپنے ماتحت لشکر کے ہمراہ اجنادین پہنچ گیا۔

حضرت سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کہتے ہیں کہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہیوں میں تھا ہم اجنادین میں کچھ ایسے وقت اور اس طریقے سے پہنچے کہ تمام جمعیتوں اور فوجوں کی آمد ایک ہی وقت یعنی جمادی الاولیٰ ۱۳ھ کی کسی شروع ماہ کی ایک ہی تاریخ میں ہوگئی۔ مسلمانوں نے مل کر آپس میں السلام علیکم کی۔ میں نے رومیوں کا بے شمار لشکر پڑا دیکھا۔ جس وقت ہم اُن کے اتنے قریب ہو گئے کہ وہ ہمیں دیکھ سکیں تو انہوں نے ہمیں دیکھ کے اپنا۔ ازو سامان اور لشکر کا شمار کرنا شروع کیا۔ سوار اور پیادوں کی صف بندی کی اور ہمارے دکھلانے کے واسطے اجنادین کے میدان میں اپنی صفوں کو دور تک پھیلا دیا۔ حریف کو اُس وقت یہاں نوے صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک ہزار جوان موجود تھے۔

Marfat.com

حضرت ضحاک بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں عراق بھی گیا وہاں کسریٰ کا لشکر اور جرامقہ کی فوجیں بھی دیکھیں۔ مگر واللہ میں نے رومیوں کا سا لشکر عظیم اُس کی تعداد اور اس قدر اسلحہ نہیں دیکھے تھے۔ ہم نے اُن کے مقابلے کے لئے یہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ اگلے روز ابھی پوری طرح دن بھی نہیں نکلا تھا کہ رومیوں نے ہماری طرف بڑھنا شروع کیا۔ جس وقت ہم نے انہیں سوار ہوتے دیکھا تو ہم بھی ہوشیار ہو گئے اور تیاری شروع کر دی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہماری صفوں میں تشریف لائے اور فرمایا مسلمانو! یاد رکھو جس قدر فوج تمہارے مقابلے کے لئے آج موجود ہے تم اس کے بعد کبھی نہیں دیکھنے کے۔ اگر باری تعالیٰ جل مجدہٗ نے اسے تمہارے ہاتھ سے شکست دے دی تو پھر کبھی بھی وقت کوئی قیامت تک ان کے عوض تمہارے مقابلے پر نہیں آسکتا۔ تمہیں چاہیئے کہ جہاد میں جان توڑ کے کوشش کرو۔ خدا کے دین کی آبرو رکھو اور اُس کی مدد کرو۔ جنگ سے پشت دے کر بھاگنا دوزخ میں گرنا ہے اس لئے اس سے احتیاط رکھو۔ شانہ (کاندھا) سے شانہ ملا کے کھڑے ہو جاؤ۔ تیغوں کو حرکت دیتے رہو اور جب تک میں حکم نہ دوں حملہ مت کرو۔ ہمتوں کو قوی اور ارادوں کو مضبوط رکھو۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جس وقت جنرل وردان نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کے لئے مجتمع اور حملہ کے واسطے آمادہ اور تیار دیکھا تو اپنے ماتحت کرنل اور سرداروں کو جمع کر کے کہنے لگا۔ یا بنی اصفر! یاد رکھو بادشاہ ہرقل کو تم پر بہت ناز اور بھروسہ ہے۔ اگر تم ہزیمت کھا گئے تو پھر کوئی شخص تمہاری جگہ عربوں کے مقابلے کے لئے نہیں نکل سکتا۔ عرب تمہارے شہروں پر قبضہ کر لیں گے، مردوں کو قتل عورتوں کو قید کر دیں گے۔ تمہیں چاہیئے کہ پامردی کے ساتھ لڑو اور ایک متفقہ حملہ کر دو۔ یاد رکھو! تم ان سے تین گنے ہو۔ تمہارے ہر تین شخصوں کے مقابلے میں اُن کا محض ایک آدمی ہے۔ صلیب سے مدد چاہو وہ تمہیں ضرور مدد دے گی۔

کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بہادران اسلام! تم میں وہ کون شخص ہے جو رومیوں کے پاس جا کر معلوم کر

Marfat.com

کے اُنکی تعداد، چال ڈھال اور ساز وسامان کی ہمیں اطلاع دے، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس کام کے لئے اے امیر میں تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا واللہ اس کام کے لئے تم ہی موزوں ہو مگر ضرار! جس وقت تم دشمن کے پاس پہنچ جاؤ تو احتیاط رکھنا اور نفس پر مغرور ہو کر اپنی جان کو خواہ مخواہ نرغہ میں نہ پھنسانا کیونکہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کہ دانستہ اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ دشمن کی جاسوسی پر

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کی باگ پھیری اور آپ نے وہاں پہنچ کر نہایت طمطراق ساز وسامان، خیمے خودوں اور نیزوں کی چمک ملاحظہ فرمائی اور پرندوں کے پروں کی طرح اُن کے نشانوں کے پھریرے اڑتے دیکھے۔ وردان جو مسلمانوں کی فوج اور اُن کے طور وطریق کو گہری نظر سے دیکھ رہا تھا اُس کی نظر اچانک حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ اپنے چند سرداروں سے کہا کہ میں نے ایک سوار کو آتے ہوئے دیکھا ہے اور مجھے غالب یقین ہے کہ وہ اپنی قوم میں کوئی مغرور سردار ہے۔ پس تم میں کوئی ہے جو اُسے گرفتار کر لائے۔ یہ سُن کر فوج میں سے تیس جوان نکلے اور حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف چلے۔

جس وقت آپ نے اُنہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ نے پشت دے کر چلنا شروع کیا۔ یہ آپ کے پیچھے بطور تعاقب کے چلے اور یہ سمجھے کہ یہ مقابلے سے بھاگ نکلا۔ مگر آپ کا یہ ارادہ تھا کہ انہیں اُن کی جمعیت سے دُور کر کے پھر مقابلہ کیا جائے۔ جب یہ اپنی فوج سے دور چلے آئے تو آپ نے گھوڑے کی راس اُن کی طرف پھیری۔ برچھا سنبھالا اور اس زور سے ایک سوار پر گرے کہ وہ برچھا کھاتے ہی جان توڑتا نظر آیا۔ فوراً ہی دوسرے پر پلٹے اور شیر ببر کی طرح حملہ آور ہو کر بیچ میں گھسے چلے گئے اور اُن کے اندر پہنچ کر اس زور سے ایک ڈانٹ پلائی کہ دلوں میں رُعب ڈالتی چلی گئی۔ رومی بھاگے اور آپ یکے بعد دیگرے ایک ایک کو گراتے اُن کے پیچھے بھاگے۔ حتیٰ کہ آپ نے اُنیس شخصوں کو گرا

Marfat.com

لیا۔ جس وقت تعاقب کرتے کرتے رومیوں کے لشکر کے قریب پہنچے تو آپ لوٹے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر انہیں اس سب واقعہ کی اطلاع دی۔

آپ نے فرمایا کیا میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کرنا اور نہ اُن پر کوئی حملہ کرنا۔ حضرت ضرارؓ نے کہا رومی مجھے پکڑنا چاہتے تھے۔ مجھے اپنے خدا سے خوف معلوم ہوا کہ وہ مجھے بھاگتا ہوا دیکھے۔ لہٰذا میں نے خالصۃً للہ پورے اخلاص کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اسی لئے باری تعالیٰ نے یقینی میری مدد فرمائی۔ واللہ اگر مجھے آپ کی ملامت کا خوف نہ ہوتا تو میں جب تک رومیوں کے تمام لشکر پر حملہ نہ کر لیتا کبھی واپس نہ آتا۔ ایہا الامیر! آپ یقین جانیں کہ یہ تمام لشکر ہمارے لئے مالِ غنیمت ہے۔

جنگ اجنادین میں خواتینِ اسلام کا کردار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کے چار حصے کئے۔ میمنہ، میسرہ، قلب اور ہراول، ہراول کے پھر دو حصے فرمائے۔ ہراول ایمن، ہراول ایسر، میمنہ کی کمان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی میسرہ پر سعید بن عامر کو مقرر کیا۔ ہراول ایمن پر نعمان بن مقرن کو اور ہراول ایسر پر شرحبیل بن حسنہ کو سردار بنایا۔ چار ہزار سوار حضرت یزید بن ابی سفیان کے ماتحت دے کر اُن کو ساق لشکر پر مامور کیا تاکہ وہ اس لشکر سے حرم اور بال بچوں کی نگہداشت کریں۔

اس کے بعد آپ خواتین اسلام کی طرف جن میں حضرت عفیرہ بنت عفار الحمیریہ، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ جن کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی اور اب تک اُن کے ہاتھوں میں مہندی کی سرخی اور سر میں عطر کی خوشبو باقی تھی۔ خولہ بنت ازور حضرت ضرار کی بہن، مزروعہ بنت عملوق، سلمٰی بنت زارع بنت عروہ لیبنا بنت سوار، سلمٰی بنت نعمان اور دیگر عورتیں جن کی شجاعت اور مردانگی زبان زدِ عوام تھی شامل تھیں مخاطب ہوئے اور فرمایا قبیلہ تبابعہ اور بقیہ العمالقہ وسرداران اکاسرہ کی بیٹیو! تم نے وہ وہ کارنامے کیے ہیں کہ اُن کی بدولت اللہ جل جلالہٗ اور تمام مسلمانوں کو راضی کر لیا اور اُن کا ذکر جمیل ہمیشہ تمہاری یاد تازہ

Marfat.com

رکھا کرے گا۔ انہوں نے تمہارے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے۔ تمہارے دشمنوں کے واسطے آگ سلگا دی۔ یاد رکھو! مجھے تم پر پورا پورا اعتماد ہے۔ اگر رومیوں کا کوئی طائفہ تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائے تو اُسے موت کے گھاٹ اتار دینا اور اگر کسی مسلمان کو لڑائی سے بھاگتا ہوا دیکھو تو خیمہ کی چوب اُس کے واسطے تیار رکھنا اور اس کے بال بچوں کو اُسے دکھا کر پوچھنا کہ انہیں کہاں چھوڑے جاتے ہو؟ ان باتوں سے گویا تم مسلمانوں کو ترغیب دے کر اور زیادہ برانگیختہ اور مستعد کرو گی۔

ہمیں کسی کے حملہ کی پرواہ نہیں

حضرت عفیرہ بنت عفار رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ ایہا الامیر! قسم ہے ذات باری تعالیٰ کی ہمیں اُس وقت زیادہ خوشی ہوگی جب کہ آپ ہمیں لشکر کے آگے رکھیں تا کہ ہم رومیوں کے منہ چبا دیں اور ایسا گھمسان کا رن کریں کہ رومیوں کو قتل کرتے کرتے خود فنا ہو جائیں اور ہم میں کوئی باقی نہ رہے۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا امیر! ہمیں کسی کے حملہ اور سختی کی کچھ پرواہ نہیں۔

آپ نے فرمایا تمہیں خداوند تعالیٰ اجزائے خیر عنایت فرمائیں یہ کہہ کر آپ مسلمانوں کی صفوں میں چلے آئے یہاں آ کر آپ نے گھوڑے کو مہمیز کیا۔ صفوف میں چکر لگایا، جہاد کی ترغیب دی اور بلند آواز سے فرمایا یا معاشر المسلمین! خداوند تعالیٰ کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد فرمائیں گے، جنگ میں ثابت قدم رہو۔ حرم، اولاد اور اپنے دین کی حفاظت و صیانت کے لئے جانیں دے دو اور دل کھول کر لڑو۔ یاد رکھو! یہاں نہ تمہارے لئے کوئی ملجا یا قلعہ ہے کہ اُس کی طرف بھاگ پڑو گے نہ کوئی کمین گاہ اور خندقیں ہیں کہ اُن میں چھپ رہو گے۔ تم شانے سے شانہ ملا لو۔ شمشیروں کو نیام سے کھینچ لو اور جب تک میں حکم نہ دوں حملہ نہ کرو، تیروں کے چلانے میں اس قاعدے کو ملحوظ رکھو کہ جس وقت وہ تمہاری کمانوں سے نکلیں تو ایک کمان سے نکلتے ہوئے معلوم ہوں۔ اگر اس طرح اکٹھے اور ایک ساتھ ٹڈی دل کی طرح تیر چلائے جائیں گے تو ممکن ہے کہ کوئی تیر نشانے پر بیٹھ جائے (قرآن شریف

Marfat.com

میں ہے)

واصبرو او صابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون.

''ثابت قدر رہو، مقابلہ میں مضبوط دکھلاؤ اور ٹھہرے رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، شاید تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔''

نیز یاد رکھو کہ تمہارا مقابلہ اس جیسی جماعت کے حمایتیوں اور دلاوروں اور امراء سے پھر کبھی نہیں ہوگا۔

کہتے ہیں کہ مسلمان آپ کی یہ تقریر سن کر بہت خوش ہوئے۔ تلواریں ننگی کر لیں۔ کمانوں کا چلہ چڑھایا، تیروں کو سیدھا کیا اور حرب وضرب کے لئے تیار ہو گئے، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلب لشکر میں پہنچے اور وہاں حضرت عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ صدیق، قیس بن ہبیرہ، رافع بن عمیرۃ الطائی، ہسیب بن نخجۃ ذوالکلاع، ربیعہ بن عامر اور چند ایسے ہی حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ نے یہاں توقف فرمایا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ فوج کو لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔

Marfat.com

ذریعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

اور چند دیگر خواتین میدانِ جہاد میں

جب تین تلواریں ٹوٹ گئیں

قتامہ رضی اللہ عنہ بن اشیم قبیلہ کنانہ کے تھے۔ آپ تلوار اور نیزہ لے کر مسلمانوں کے آگے ہو کر کفار کی نیزہ اور شمشیر دونوں سے تواضع کر رہے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

ساحمل فی الروم الکلاب النوابح
واضربھم ضربًا بحد الصفائح
وارضی رسول اللّٰہ خیر مومل
نبی الھدی المبعوث للدین ناصح

''میں بھونکنے والے رومی کتوں پر بہت جلد حملہ کروں گا اور میں ان کو چوڑی تلواروں سے مار مار کر گراؤں گا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بہترین امید گاہ اور نبی ہدیٰ اور امت کے خیر خواہ ہیں خوش کر لوں گا''۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تین تلواریں ٹوٹ گئیں اور جب تلوار یا نیزہ خراب ہو جاتا تو آپ فرماتے کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اللہ کے راستے میں تلوار عاریۃً دیدے اور اس کا اجر حاصل کرے۔ پھر قتامہ نے اپنی قوم کو پکارا، صبر کی تلقین کی۔ قوم لبیک کہہ کر میدان میں آ گئی اور

Marfat.com

اس طرح سخت جنگ ہوئی کہ باید وشاید۔ قناطر کی فوجیں اور مسلمان ایک دوسرے میں رل مل گئے۔ اتنے میں سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ آئے اور رومیوں کو کاٹنا شروع کیا۔ بے تحاشا لوگوں کو مارا مگر رومی اتنے زیادہ تھے کہ پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ کوئی قتل بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ آپ کے ساتھ دو ہزار کا لشکر تھا۔ بڑی کوشش کے بعد میدان صاف ہو گیا۔ لوگوں نے قسامہ رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور دعا کی۔ ایک خاتون نے خالد رضی اللہ عنہ سے یرموک کے اس میدان کارزار میں فرمایا کہ اے خالدؓ! تو نے لوگوں کو بھاگنا سکھایا، جرنیل کے بھاگنے سے لوگ بھاگتے ہیں اور ان کے استقلال سے ثابت قدم رہتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میدان کے بیچ میں جو غبار اٹھ رہا تھا میں ادھر ہی لڑ رہا تھا، بھاگا نہیں تھا۔ اس خاتون نے فرمایا کہ پھر جو شخص جرنیل کو چھوڑ کر بھاگ جائے اللہ اس کا برا کرے۔ اس خاتون کا نام ذریعہ بنت حارث تھا۔

مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ تھا

لڑائی برابر جاری تھی، رومی مسلمانوں سے مل گئے تھے۔ مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے کہ عورتوں نے اپنے بچوں کو گود میں اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے سامنے کیا اور گھوڑوں کو مار مار کر لوٹا دیا اور بعضوں نے مشرکین سے مقابلہ کیا اور بعضوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مسلمان پھر میدان کی طرف پلٹ گئے۔ مردوں کی حمایت میں عورتیں بھی لڑ رہی تھیں کہ رومیوں نے ان پر حملہ کیا جس سے لخم جذام اور خولان کی عورتیں پسپا ہو گئیں مگر خولہ، ام حکیم، لبنیٰ اور سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین نے ان عورتوں کو ڈانٹا کہ ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ، تم نے ہم کو بھی سست کر دیا۔ یہ سن کر یہ خواتین پھر لڑائی کی طرف لوٹ آئیں اور بے خوف وخطر لڑنے لگیں۔

حضرت ہندہ، ام حکیم، خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن برابر لڑ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ اے عربی ماؤں کے بیٹو! تم ان کافروں سے بھاگتے ہو، آگے آؤ اور ان کو مارو۔ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر حضرت زبیرؓ کے ساتھ اپنا گھوڑا ملا کر برابر لڑ رہی تھیں اور ان عفت مآب باپردہ شریف

Marfat.com

ماؤں نے ایک دفعہ پھر ثابت کیا کہ عورتیں بھی اسلام کی سپاہی ہیں اور اسلام کی آبیاری میں یہ کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

ابوعبیدہؓ بولص کے تعاقب میں

صاحب فتوح الشام لکھتے ہیں کہ اہل دمشق ایک عظیم بہادر کے پاس جمع ہو گئے جو اس سے قبل کسی جنگ میں صحابہ کے سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ شخص ہرقل کا نہایت معتمد تھا اور اللہ کی مخلوق میں بہترین درجہ کا تیرانداز تھا۔ اس شخص کا نام بولص تھا۔ دمشق کے لوگوں نے ان کو امیر بنایا اور ہر قسم کا لالچ دے کر ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ یہ سخت انکار کرتا تھا کہ تم لوگ بزدل ہو، پھر لڑو گے نہیں، تم کم ہمت ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم جائیں گے، انجیل وعیسیٰ کی قسم آخر دم تک لڑیں گے۔ جو بھاگے گا تو آپ کو اختیار ہوگا کہ اس کو خود قتل کر دو۔ یہ عہدو پیمان جب مکمل ہو گیا تو بولص گھر میں داخل ہو کر زرہ وغیرہ اسلحہ پہن رہا تھا تو بیوی نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ بولص نے کہا، کہ دمشق والوں نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے۔ اب عربوں کے ساتھ لڑنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ ایسا مت کرو بلکہ گھر میں بیٹھے رہو، تم میں عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان سے خواہ مخواہ ٹکر مت لو۔ میں نے آج ہی خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کمان ہے اور ہوا میں چڑیوں کا شکار کر رہے ہو۔ بعض چڑیاں زخمی ہو کر گر گئیں مگر پھر اٹھ کر اڑنے لگیں۔ میں تعجب میں پڑ گئی کہ اچانک اوپر سے عقاب آ گئے اور تم اور تمہارے ساتھیوں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ سب کو نیست و نابود کیا۔ بولص نے کہا تو نے مجھے بھی خواب میں دیکھا تھا؟ اس نے کہا ہاں، ایک عقاب نے زور سے تجھے ٹھونگ ماری اور تو بے ہوش ہو گیا۔ بولص نے اپنی بیوی کو طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ تیرے دل میں عربوں کا خوف بیٹھ گیا ہے۔ خواب میں بھی وہی خوف ہے، گھبراؤ مت میں ابھی ان کے امیر کو تیرا خادم اور اس کے ساتھیوں کو بکریوں اور خنزیروں کا چرواہا بنا دوں گا۔

بولص کی گرفتاری کا منظر

بولص نہایت طمطراق سے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل نہایت آزمودہ لشکر کو

Marfat.com

لے کر مقابلہ کے لئے نکل گیا اور عورتوں، بچوں، مال مویشی اور ابوعبیدہؓ کے ایک ہزار لشکر کا تعاقب کیا۔ مسلمان بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کفار اشرار پہنچ گئے۔ بولص آگے آگے ہے، اس نے ایک دم چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ابوعبیدہؓ پر حملہ کیا۔ بولص کا بھائی بطرس پیدل فوج کے ساتھ مسلمان عورتوں کی طرف بڑھا اور کچھ عورتیں گرفتار کر کے دمشق کی طرف واپس لوٹ گیا۔ نہر استریاق پر پہنچ کر اپنے بھائی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

ابوعبیدہؓ نے یہ مصیبت ناگہانی دیکھ کر فرمایا کہ خالدؓ کی رائے صحیح تھی، عورتوں کی حفاظت پر بھی کسی کو رکھنا چاہئے تھا۔ عورتیں اور بچے چلا رہے تھے، ادھر ایک ہزار مسلمانوں نے دل کھول کر مقابلہ کیا۔ بولص نے ابوعبیدہؓ پر بار بار حملہ کیا۔ آپ نے بھی شدید مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے بازارِ کارزار گرم ہوا۔ غبارِ جنگ اٹھنے لگا، اس طرح تلواریں چلیں کہ زمین لالہ زار بن گئی۔ حضرت سہلؓ نے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بجلی کی طرح حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ کر سارا قصہ سنایا۔ حضرت خالدؓ نے انا للہ پڑھا اور اس کے بعد حضرت رافع بن عمیرہؓ کو ایک ہزار کا لشکر دے کر بھیجا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو ایک ہزار لشکر دے کر روانہ کیا تاکہ بچوں، عورتوں کی حفاظت ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت ضرارؓ کو ایک ہزار سوار دے کر رخصت کیا اور خود بھی لشکر لے کر دشمن کی طرف چلے۔ جب بولص کے ساتھ ابوعبیدہؓ مصروف جنگ تھے اتنے میں مسلمانوں کے لشکر پہنچ گئے۔ بہادرانِ اسلام اور محمدی کچھار کے شیر دل جوانوں نے ایسا حملہ کیا کہ صلیبیں جھک گئیں۔ رومیوں کو اپنی ذلت وخواری کا یقین ہو گیا۔ حضرت ضرارؓ آگ کے شعلہ کی طرح بولص کی طرف بڑھے۔ دشمنِ خدا نے جب آپؓ کو دیکھا تو کانپ اٹھا۔ اس نے پہچان لیا کہ کلوں وعزرائیل کے ساتھ جنگ میں کارنامے اسی نے انجام دیئے ہیں۔ بولص نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا، اے عربی! تمہیں اپنے دین کی قسم، مجھے اس شیطان سے علیحدہ رکھو کہ مجھ پر یہ کہیں حملہ نہ کرے۔ حضرت ضرارؓ نے فرمایا کہ میں اس وقت شیطان بنوں گا جب تجھے چھوڑوں گا، یہ کہہ کر بولص پر زور کا نیزہ

Marfat.com

مارا۔ بولص نے نیزہ پڑنے سے پہلے اپنے آپ کو گھوڑے سے نیچے گرایا تا کہ پیدل بھاگ جائے۔ حضرت ضرارؓ نے بھی گھوڑے سے اتر کر اس کا تعاقب کیا اور کہا کہ کہاں بھاگ رہے ہو؟ شیطان تیری طلب میں ہے۔ بولص نے کہا کہ اے بدوی مجھے زندہ چھوڑ دو کیونکہ میرے زندہ چھوڑنے میں تمہاری عورتوں اور بچوں کی زندگی ہے۔ حضرت ضرارؓ نے اس کو زندہ پکڑ لیا اور قید کر لیا۔

جنگ شحورا میں کفار کا انجام

جنگ شحورا میں کفار کے چھ ہزار آدمیوں میں سے بمشکل سو آدمی زندہ بچ گئے تھے اور "قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم" پر خوب عمل ہوا۔ ويخزهم پر بھی ہوا، وينصركم عليهم بھی صادق آیا اور ويشف صدور قوم مومنين بھی واضح ہو گیا اور يذهب غيظ قلوبهم بھی نمایاں ہو گیا اور ويتوب الله على من يشاء بھی دیکھنے میں آیا۔ حضرت ضرارؓ پریشان تھے کیونکہ خولہؓ بھی قید ہو چکی تھیں۔ تو خالدؓ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم نے ان کے ایسے آدمی پکڑے ہیں جس کے بدلے میں ہمارے قیدی با آسانی رہا ہو جائیں گے۔

قیدی خواتین کی رہائی کے لئے اقدام

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے دو ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور باقی تمام افواج کو ابوعبیدہؓ کے حوالہ کر دیا تا کہ عورتوں کی حفاظت ہو جائے اور خود قیدی خواتین کی تلاش میں نکل گئے۔ ضرارؓ بن ازور اور دوسرے بہادرانِ اسلام تیز تیز چل رہے تھے۔ حضرت ضرارؓ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

يا رب فرج ما نزى من كربتى
ولا تمتنى عاجلا بحسرتى
حتى ارى بناظرى اخيتى
ذاك منائى ثم ذاك بغيتى

Marfat.com

سیروبنا الی العدویا صحبتی
عسی انال بغیتی ومنیتی
ان لم اقاتل فاحلقو الی لحیتی

"اے اللہ میری مصیبت دور فرما اور مجھے اس ارمان کی حالت میں نہ مارنا یہاں تک کہ میں اپنی بہن کو دیکھ لوں یہی میرا مقصود و مطلوب ہے۔ دوستو! دشمن کی طرف چلو شاید میں اپنا مقصد پا لوں اور دشمن کے ساتھ اگر میں نہ لڑوں تو میری داڑھی منڈوا دینا"۔

بولص کے بھائی بطرس کی بدبختی

حضرت خالدؓ یہ سن کر ہنستے تھے۔ یہ حضرات جلدی جلدی چلے اور نہر استریاق کے قریب پہنچ گئے۔ دیکھا کہ غبار اڑ رہا ہے اور بیچ میں تلواریں چمک رہی ہیں۔ ان کو تعجب ہوا کہ یہاں لڑائی کیوں ہو رہی ہے۔ چنانچہ مسلمان چوکس ہو گئے اور حقیقت معلوم کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ بولص کا بھائی بطرس خواتین عرب کو گرفتار کر کے نہر کے پاس بھائی کے انتظار میں رک گیا تھا۔ عورتوں کے بارے میں ہر ایک نے کہا کہ فلاں میری ہے، فلاں میری ہے۔ بطرس نے خولہ کے بارے میں کہا کہ یہ میری ہے۔ وہ لوگ عورتوں کو ایک خیمہ میں قید کر کے چھوڑ گئے اور خود آرام کرنے لگے اور بولص کا انتظار بھی تھا۔ ان گرفتار شدہ عورتوں میں اکثر قوم حمیر تابعہ اور قبیلہ عمالقہ کی بڑی بہادر اور تجربہ کار شہسوار عورتیں بھی تھیں۔ وہ ہر قسم کی جنگ جانتی تھیں۔ یہ آپس میں جمع ہوئیں اور خولہ نے اس طرح خطاب کیا۔

"اے حمیر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تبع کی یادگارو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رومی کفار بے دین تم کو لونڈیاں بنائیں، کہاں گئی تمہاری شجاعت اور تمہاری وہ غیرت جس کا ذکر عربی مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس میں تمہیں غیرت سے علیحدہ اور شجاعت و حمیت سے خالی پا رہی ہوں۔ اس آنے والی مصیبت سے تو تمہاری موت بدرجہا افضل ہے۔"

Marfat.com

یہ سن کر عفیرہؓ نے کہا، اے خولہ! تو نے جو کچھ بیان کیا بے شک درست ہے لیکن یہ بتاؤ کہ ہم قید میں ہیں، ہمارے ہاتھ میں نیزہ اور تلوار نہیں، ہم کیا کر سکتی ہیں؟ نہ گھوڑا ہے، نہ اسلحہ۔ کیونکہ اچانک ہم کو قید کر لیا گیا ہے۔ خولہؓ نے فرمایا کہ ہوش کرو خیموں کے ستون تو موجود ہیں، ہمیں چاہئے کہ انہیں اٹھا اٹھا کر ان بدبختوں پر حملہ کریں، آگے مدد اللہ فرمائے گا یا تو غالب آ جائیں گی ورنہ شہید تو ہو جائیں گی۔ اس پر ہر خاتون نے خیمہ کی ایک ایک لکڑی اٹھائی۔ حضرت خولہؓ ایک بڑی لکڑی کاندھے پر رکھ کر آگے ہوئیں۔ حضرت خولہؓ نے اپنی ماتحت خواتین سے فرمایا کہ زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک ساتھ ہو جاؤ، متفرق نہ ہونا ورنہ سب قتل ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد ھل من مبارز کا نعرۂ مستانہ بلند ہوا اور خولہؓ نے آگے بڑھ کر ایک رومی کافر کو مار کر قتل کیا۔

اسلام کی بیٹیاں شیرنیاں بن گئیں

رومی حیران ہوئے کہ یہ کیا ہوا؟ دیکھا تو اسلام کی مائیں اب شیرنیاں بنی ہوئی تھیں۔ بطرس نے کہا، بدبختو! یہ کیا کر رہی ہو؟ حضرت عفیرہؓ نے فرمایا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان لکڑیوں سے تمہارے دماغ درست کر دیں اور تمہیں قتل کر کے اپنے اسلاف کی عزتوں کی حفاظت کریں۔ بطرس نے کہا کہ ان کو زندہ پکڑ لو، خولہ کا خیال رکھو۔ چاروں طرف سے تین ہزار رومی حلقہ باندھ کر کھڑے ہیں مگر کوئی شخص عورتوں تک نہیں آ سکتا اگر آگے بڑھتا ہے تو یہ عورتیں ان کے گھوڑے اور پھر ان کو مار دیتی ہیں۔ اس طرح تیس سواروں کو ان عورتوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بطرس یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا اپنے ساتھیوں کیساتھ ہو کر تلواروں سے حملہ آور ہوا۔ مگر یہ عورتیں ایک جگہ اکٹھی تھیں کوئی قریب نہ آ سکا۔ حضرت خولہ بیچ میں ایک شیرنی کی طرح دوڑ رہی تھی اور کچھ رجزیہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

بطرس ملعون نے کہا کہ اے خولہ اپنی جان پر رحم کرو، میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ میرے دل میں تیرے لئے بہت جگہ ہے، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میں بادشاہ جیسا آدمی تیرا

Marfat.com

مالک بنوں اور میری ساری جائیداد تمہاری ہو جائے۔ حضرت خولہؓ نے فرمایا، اے کافر بدبخت، فاجر کے بیٹے! خدا کی قسم اگر میرا بس چلے تو ابھی تیرا سر اس لکڑی سے توڑ دوں۔ واللہ مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ تو میری بکریوں اور اونٹوں کا چرواہا بنے چہ جائیکہ تو میری برابری کا دعویٰ کرے۔ اس پر بطرس نے لشکر سے کہا کہ ان سب کو قتل کر دو۔ یسوع مسیح اور بادشاہ سے خوف کرو، کسی کو مت چھوڑو۔ لشکر والے نئے سرے سے تیار ہو ہی رہے تھے اور ابتدائی حملہ کر ہی رہے تھے اور یہ جاں نثار خواتین اس حملہ کو برداشت کر ہی رہی تھیں کہ اسلام کا لشکر خالدؓ کی سرکردگی میں پہنچا۔ غبار اٹھا، تلواریں چمکیں، عورتوں کی بہادری اور مقابلہ سے مسلمان انتہائی خوش ہوئے اور پھر پورے لشکر نے کفار کے اردگرد گھیرا ڈال دیا اور ایک ساتھ حملہ کیا۔ خولہؓ نے چلا کر کہا کہ تبابعہ کی لڑکیو! اللہ کی مدد آ گئی ہے، اللہ نے مہربانی کر لی ہے۔

خولہؓ کی رہائی

جب بطرس نے اسلام کی فوج ظفر موج کو دیکھا تو کانپنے لگا۔ سب ایک دوسرے کا حیران ہو کر منہ تکنے لگے۔ بطرس نے عورتوں سے کہا کہ چونکہ ہماری بھی مائیں بہنیں ہیں لہٰذا میرے دل میں شفقت آ گئی ہے اب میں اس صلیب کے صدقے تم کو چھوڑتا ہوں۔ تم اپنے مردوں کو اطلاع کر دینا یہ کہہ کر بھاگنے لگا مگر بھاگنے سے پہلے پہلے اس نے اسلامی لشکر کے دو شہبازوں کو گھوڑے کداتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا۔ ایک ننگے بدن کا ہے، نیزہ ہاتھ میں ہے۔ ایک خالد بن ولیدؓ اور دوسرے ضرارؓ بن ازور ہیں۔ جب خولہؓ نے اپنے بھائی کو دیکھا تو کہا، بھائی جان کہاں چلے آئے۔ اللہ نے پہلے سے ہماری مدد فرمائی تھی۔

بطرس کا انجام

بطرس نے خولہ سے کہا، تم اپنے بھائی کے پاس جاؤ، میں تجھے اس کے حوالے کرتا ہوں اور بھاگنے لگا۔ خولہؓ ایک دم آگے آئیں اور فرمایا کہ یہ عربوں کے دستور کے خلاف ہے کہ تم مہربانی و شفقت کا ہاتھ بڑھاؤ اور ہم بے رخی کریں۔ بطرس نے غصے میں کہا، مجھے اپنی

Marfat.com

شکل مت دکھاؤ۔ خولہؓ نے فرمایا مگر مجھے تو ہر حالت میں تیرا ساتھ دینا چاہئے۔ ادھر سے حضرت ضرارؓ اور خالدؓ آئے۔ جب بطرس نے ضرارؓ کو دیکھا تو چلا کر بولا، اے عربی! یہ میدان میں تیری بہن ہے۔ لے لو تمہیں مبارک ہو۔ میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا، بہت اچھا! میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا مگر میرے پاس اس وقت تیرے ہدیہ کا بدلہ دینے کے لئے کچھ نہیں ہے صرف یہ نیزہ ہے اسے لے لو۔

اس کے بعد ضرار نے یہ آیت پڑھی "وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا" یہ کہہ کر اس کو ایک نیزہ مارا۔ وہ گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ پھر ضرارؓ نے دوسرا وار کیا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ حضرت خالدؓ چلائے اور فرمایا شاباش۔

حضرت ضرارؓ نے 30 رومیوں کو ادھر ہی مارا اور خولہؓ نے بھی بہت سے رومیوں کو قتل کیا تھا جو تھوڑے سے بچ گئے تھے وہ دمشق تک بھاگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

Marfat.com

عظیم مجاہدۂ اسلام

حبیبہ بنت ہاشم رضی اللہ عنہا

آپ اسلام کے ایک مایہ ناز سپہ سالار ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی لیکن چند سال بعد ہی بیوہ ہو گئیں۔ آپ نے اپنی باقی ساری زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی اور بہت سی جنگوں میں حصہ لیا۔ اکثر معرکوں میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے۔

ایک مرتبہ ایران کے آتش پرستوں نے مل کر یہ طے کیا کہ ایک مرتبہ پورا زور لگا کر ایران کی اسلامی حکومت کو ختم کر دیا جائے۔ لہٰذا معرکہ کارزار گرم ہوا۔ مسلمانوں کی فوج کی قیادت آپ کے والد ہاشم بن عتبہ کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ آپ بھی داد شجاعت دے رہی تھیں۔

دوران جنگ آپ بار بار یہ نعرہ لگاتیں ''مردان صف شکن بڑھے چلو فتح تمہاری منتظر ہے''۔ اس نعرے نے اسلامی لشکر میں جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔ آپ خود ایسی بہادری سے لڑیں کہ ایرانی لشکر میں تہلکہ برپا کر دیا۔ آخر کار آپ لڑتے لڑتے گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئیں۔ آپ کے والد نے چاہا کہ آپ کچھ آرام کر لیں لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور برابر لڑتی رہیں۔ جب باپ نے بار بار اصرار کیا تو آپ نے کہا:

''ابا جان! مجھے اس سعادت سے محروم نہ کریں۔ یوں تو اسلام کی ہر چیز مجھے عزیز ہے لیکن شوہر کی وفات کے بعد میری یہی تمنا رہ گئی ہے اسلام کی خاطر

Marfat.com

لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور اپنے شوہر سے جا ملوں"۔

آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ بعد میں آرمینیا کی جنگ میں آپ بذاتِ خود ایک دستے کی کمان کر رہی تھیں۔ چنانچہ اعلیٰ جنگی قابلیت کی بنا پر مختصر عرصہ میں آرمینیا کا پورا علاقہ فتح کر لیا۔ اسی اثنا میں بلخ میں دشمن کا ایک بڑا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع ہوا۔ اطلاع ملتے ہی ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ آپ کو لے کر بلخ جا پہنچے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور عظیم الشان فتح مسلمانوں کا مقدر بنی۔

اس معرکہ کے بعد فرغانہ کا معرکہ پیش آیا اس میں ایک موقع پر آپ بری طرح دشمنوں میں گھر گئیں، آپ کے ساتھ صرف چار سو جانباز تھے۔ یہ ایک ایسا نازک موقع تھا جبکہ بڑے بڑے جانباز بھی گھبرا جاتے ہیں لیکن آپ مطلق نہ گھبرائیں اور مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ تلوار چلاتی دشمنوں کے لشکر کو چیرتی صاف بچ کر نکل گئیں اور پلٹ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے۔

Marfat.com

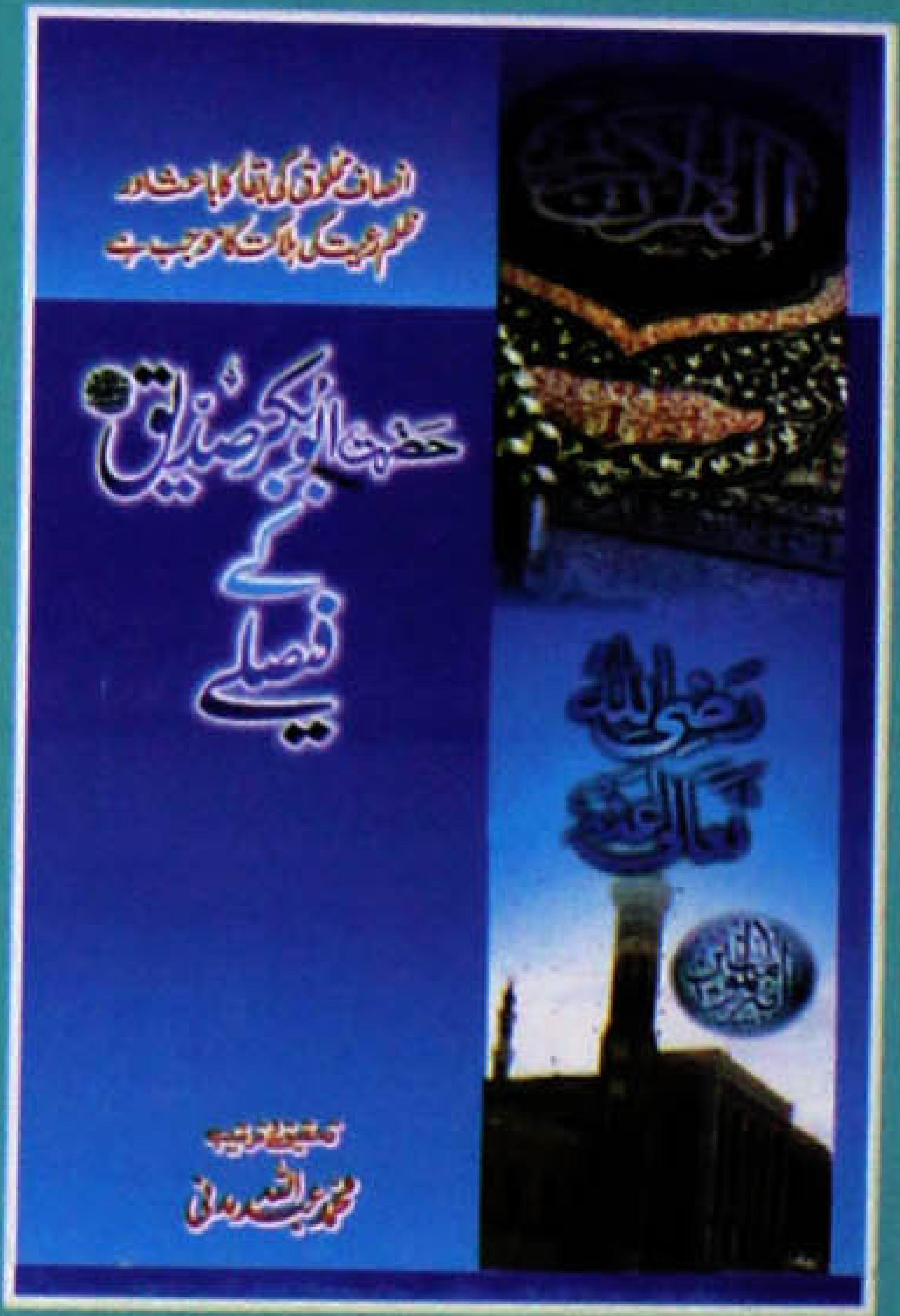

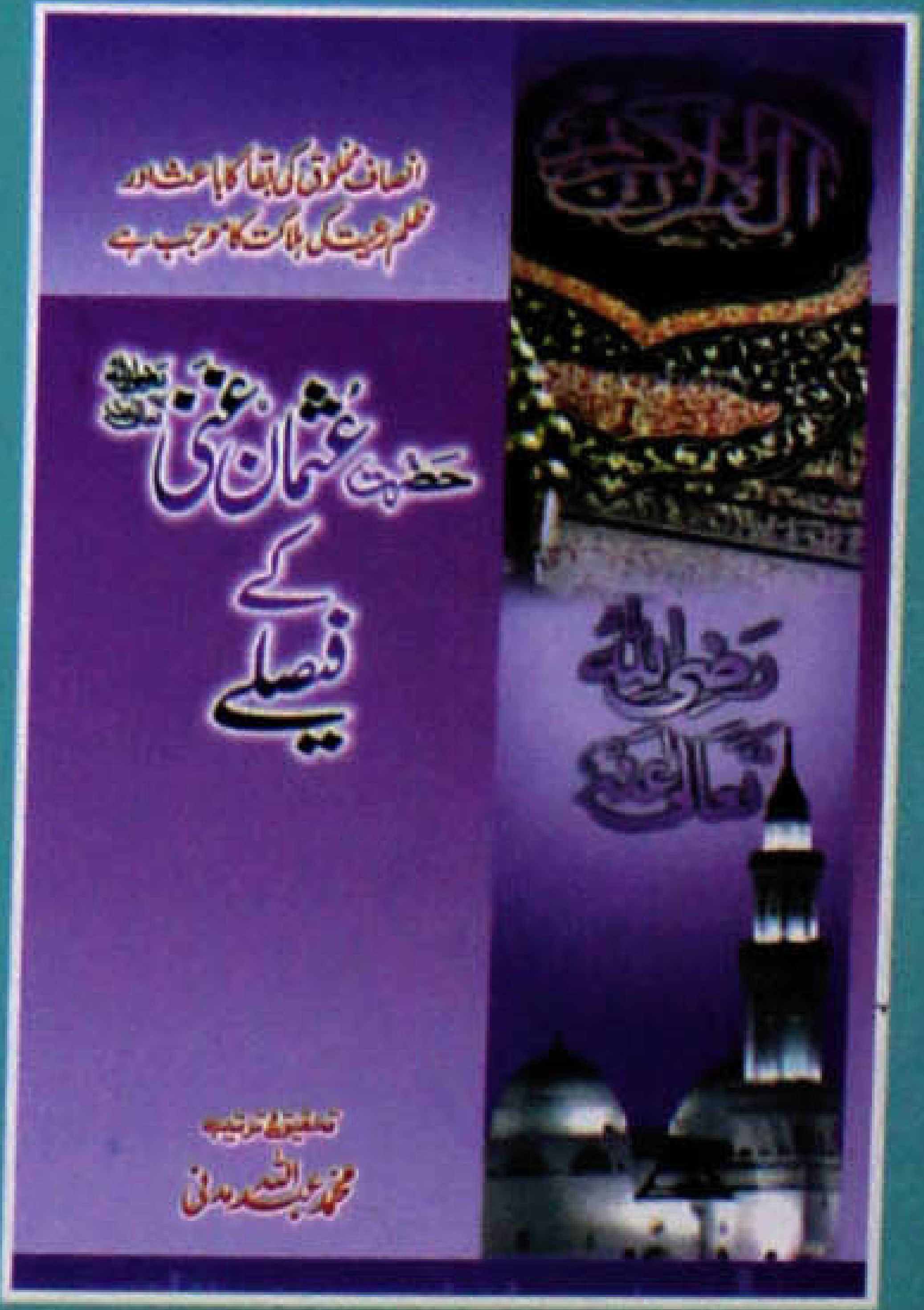

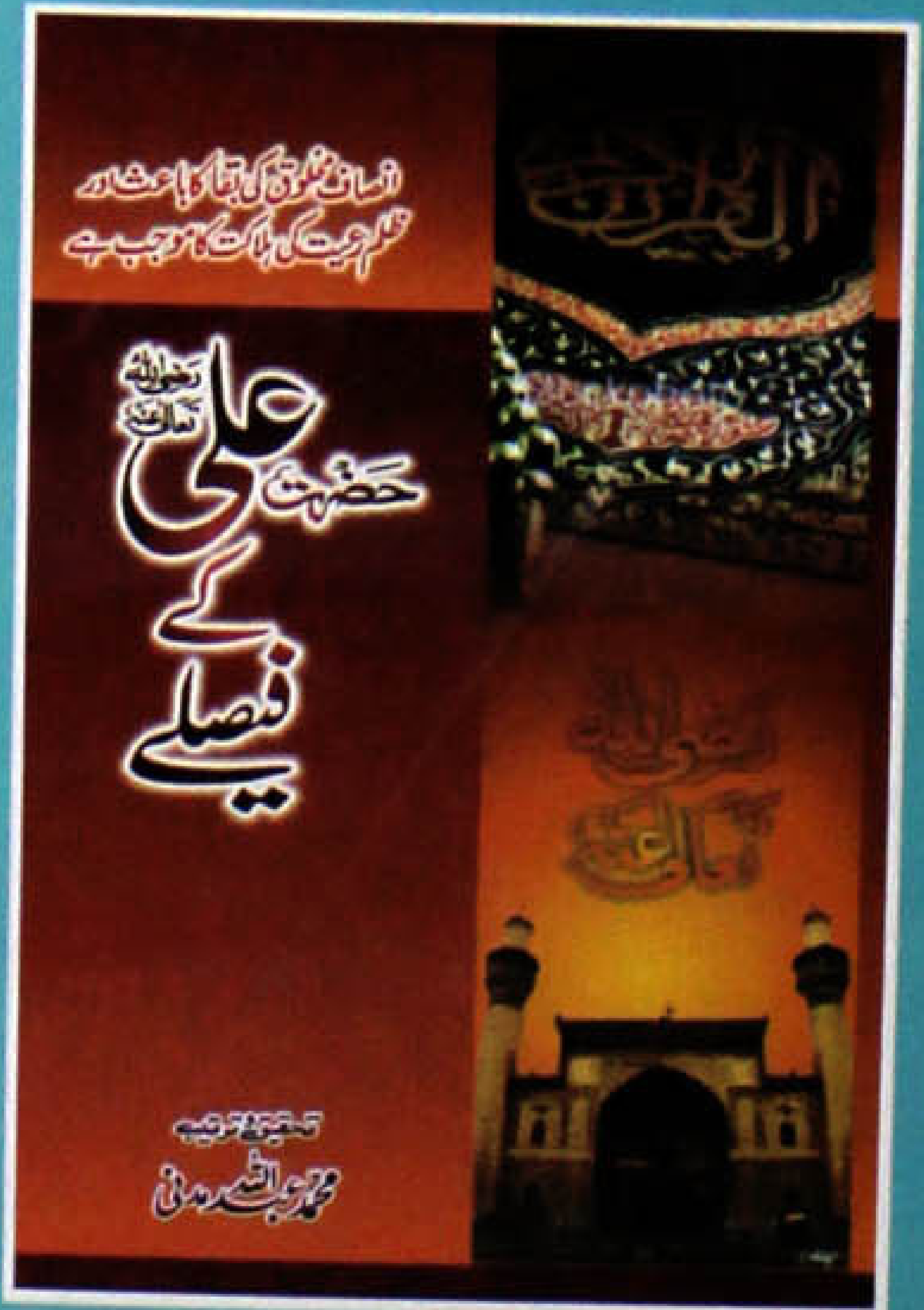

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور